قرآن میں ذکر ہونے والے مختلف بتوں کے تاریخی پس منظر کی تحقیق

ایک تحقیقی جائزہ

فیضانِ نظر

محقق العصر محدث کبیر

حضرت علامہ مولانا محمد عباس رضوی صاحب

از قلم

قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی

قرآن میں ذکر ہونے والے مختلف بتوں کے تاریخی پس منظر کی تحقیق
پانچ بُت
ایک تحقیقی جائزہ
فیضانِ نظر
محقق العصر محدث کبیر
حضرت علامہ مولانا محمد عباس رضوی صاحب
از قلم
قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی
شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006
دار القلم اسلامک سنٹر پاکستان
055-6409777
0300-8522335

پانچ بُت

ناشر	دارالقلم اسلامک سنٹر پاکستان
سن اشاعت	نومبر 2009ء / ذوالقعدہ 1430ھ
طابع	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
کمپوزنگ	دارالقلم اسلامک گرافکس
سرورق	اے ایف ایس اینڈ ورثائرز وعد 0345-4653373
تعداد	2200
قیمت	/- روپے

دارالقلم اسلامک سنٹر پاکستان
DAR-UL-QALAM

055-6409777
0300-6522335

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

انتساب

اپنے استاذ محترم محدث کبیر، مناظر اسلام، مفکر اسلام، مبلغ عرب وعجم

حضرت علامہ مولانا **مفتی محمد عباس رضوی** صاحب مدظلہ العالی

(ریسرچ آفیسر محکمہ اوقاف دبئی)

جن کی محبتوں اور شفقتوں کے سائے میں احقر کو تحریر وتالیف کا ذوق نصیب ہوا

اور اپنے والدِ گرامی

حضرت علامہ مولانا **قاری محمد اشرف چشتی** صاحب مدظلہ العالی

(خطیب جامع مسجد حضوری)

جن کی دعائیں اور کاوشیں ہر وقت احقر کے ساتھ ہوتی ہیں

کے نام

محمد ارشد مسعود

20-10-2009

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرمی ومحترمی جناب مولانا قاری **محمد ارشد مسعود اشرف** چشتی صاحب

ناظم اعلی و بانی : دارالعلم اسلامک سنٹر (گوجرانوالہ) پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

جناب عالی! ہمارے یہاں چند مسائل کافی حد تک زیرِ بحث وتکرار ہوتا ہیں اور اُن کے بارے میں مختلف قسم کی آراء کا اظہار کیا جاتا ہے اور بعض لوگ اپنے خیالات کو اس انداز میں بیان کرتے ہیں گویا کہ دوسرے شخص پر اپنا خیال ٹھونس کر ہی دم لیں گے۔

ہم وہ مسائل آپ کی طرف لکھ رہے ہیں براہِ کرم اُن کے بارے میں قُرآن وحدیث کی روشنی میں مُفصّل جوابات عنائت فرمائیں۔

سوال نمبر (۱)

قرآنِ مجید کی سُورہ نوح کی ایک آیت مبارکہ، جس میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے پانچ بُتوں کا ذکر ہے، اُس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ پانچوں بُت حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک انسان تھے، اُن کی نیکی کی وجہ سے لوگ اُن کی تعظیم وتوقیر کرتے تھے، بعد میں اُن کی پرستش ہونے لگی، اس پر بخاری شریف کی ایک حدیث بھی دلیل کے طور پر بیان کی جاتی ہے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت آدم علیہ السّلام کے بیٹے تھے یا حضرت آدم علیہ السّلام کے بیٹے کے بیٹے تھے۔

کہا یہ جاتا ہے کہ آج کل کے مُسلمانوں میں جو یہ بات پائی جاتی ہے کہ وہ اَولیاء وصالحین کی تعظیم کرتے ہیں جب کہ یہی پہلے لوگوں کا اولیاء وصالحین کی تعظیم کرنا بت پرستی کی ابتداء کا باعث بنا تھا اور اس وقت بھی لوگ اولیاء وصالحین کی تعظیم میں اُسی طرف بڑھ رہے ہیں۔

لہذا!!اس سے لوگوں کو منع کرنا ضروری ہے۔اگر اس سے منع نہ کیا گیا اور روکا نہ گیا تو شرک عام ہوجائے گا اور لوگوں کے ایمان ضائع ہوجائیں گے۔

سوال نمبر ﴿۲﴾

قرآن مجید کی سورہ اعراف کی ایک آیت مبارکہ کو بیان کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالی نے اس آیت مبارکہ میں واضح فرمادیا کہ وہ جن کی یہ لوگ پوجا کرتے ہیں یہ تمہاری طرح کے بندے ہی ہیں۔

لہذا!!معلوم ہوا کہ کفار و مشرکین جن بتوں کی عبادت کرتے تھے وہ بھی اللہ تعالی کے بندے تھے جن کی پرہیزگاری اور تقوی کی وجہ سے تعظیم کی جاتی تھی اور وہی تعظیم بعد میں اُن کی عبادت کا باعث بنی۔

سوال نمبر ﴿۳﴾

قرآن مجید کی سورہ نحل کی ایک آیت مبارکہ بیان کی جاتی ہے اور اس آیت کے الفاظ﴿أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ﴾ کو خاص طور پر لیا جاتا ہے۔

اسی کو دلیل بنانے کی کوشش کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ ﴿أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ﴾ مردہ ہیں زندہ نہیں۔

لہذا معلوم ہوا کہ اس سے مراد مرنے والے انسان ہیں کیونکہ ان پر موت واقع ہوئی اور اب وہ زندہ نہیں ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ جن کی مشرک لوگ عبادت کرتے تھے وہ صالحین ہی تھے کہ جن پر موت واقع ہوئی اور اس آیت کی تفسیر میں ابوالاعلی مودودی کی تفسیر " تفهيم القرآن " کے حوالے بہت کچھ بیان کیا جاتا ہے۔

سوال نمبر (۴)

صحیح بخاری اور مسلم وغیرہ سے کچھ اس مفہوم کی روایات بیان کی جاتی ہیں کہ اللہ تعالی نے یہود و نصاری پر اس لئے لعنت کی کہ انہوں نے اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا اور ان کی تعظیم کی وجہ سے ان کی عبادت کرنے لگے تھے۔

اسی طرح آج مسلمان بھی درگاہوں پر حاضر ہو کر یہی کچھ کرتے ہیں۔

اور اس کے ساتھ ایک حدیث مبارکہ اس مفہوم کی بیان کی جاتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالی سے دُعا کی تھی کہ:

''اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بننے دینا کہ اس کی عبادت کی جائے''۔

اس روایت کو زیارتِ قبورِ انبیاء، اور اولیاء سے روکنے کے لئے دلیل بنایا جاتا ہے۔

اس کے ساتھ ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے اسی لئے فرمایا تھا کہ:

''اگر اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ لوگ آپ ﷺ کی قبر کو عبادت گاہ بنالیں گے تو آپ کی قبر مبارک حجرہ شریف سے باہر بنائی جاتی۔

سوال نمبر (۵)

ایک بات یہ کہی جاتی ہے شروع میں قبروں کی زیارت سے اسی لئے منع کیا گیا تھا کہ لوگ ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور خوف تھا کہ کہیں قبروں پر جا کر وہ شرک نہ کرنے لگیں۔

اور ''کتاب التوحید'' کی شرح کے حوالہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ قبریں شرک کا بہت بڑا ذریعہ تھیں اور ہیں۔

کیونکہ اب بھی لوگوں کے ایمانوں میں کمزوری پائی جاتی ہے اس لئے اب بھی اس بات کا خدشہ

ہے تو اب بھی قبروں کی زیارت سے منع کرنا چاہئے اور زیارت قبور کے لئے نہیں جانا چاہئے۔

جبکہ ہم نے ایک یہاں "Erazing The Accufation of Shirk"

.By Abu Ammar .

میں پڑھا ہے کہ صالحین کے بت نہیں بنائے گئے تھے اور نہ ہی صالحین یا اصحاب قبور کی عبادت نہیں کی گئی ہے۔

والسلام

اشرف حسین چوہدری، گلزار احمد چوہدری برسٹل (uk)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي جعل التفقه في الدين دليل الخيرية ، لما له من الدلالة على الشريعة المرضية ،والسير على الملة الحنفية .

أحمده حق حمده بكرة و عشية ، والصلاة والسلام على سيدنا محمد خير البرية ، و على آله العترة المرضية ، و صحابته أولي الهمم العلية ، الذين تفتحت لهم قلوب البشرية ، لبصيرتهم في السيرة الدعوية ، و معرفتهم بالشريعة الاسلامية . أما بعد :

اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ فقیر آپ کے سوالوں کے بارے میں آپ کی ترتیب کے ساتھ ہر ایک سوال کے متعلق، جو اللہ تعالیٰ نے اس احقر العباد کو علم عطا فرمایا ہے، چند باتیں تحریر کرتا ہے۔

أوّلاً :

مندرجہ ذیل تحریر میں جو بھی بھلائی پائی جائے گی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو بھی کمی و خطا واقع ہوگی وہ بندۂ ناچیز کی طرف سے ہوگی۔

علماءِ ربّانی سے التماس ہے کہ اس کی نشاندہی فرماتے ہوئے فقیر پر احسان فرما کر شکریہ کا موقع عطا فرمائیں۔

ثانیا :

یہ بات ذہن نشین رہے کہ بندۂ ناچیز کوئی مفتی نہیں ہے کہ ان سوالات کے متعلق کوئی فتویٰ دے بلکہ مذکورہ بالا سوالات کے بارے میں فقیر اپنی رائے کا اظہار کرے گا اس علم کی روشنی میں جو علیم و خبیر رب نے اس فقیر کو عطا کیا ہے۔

ہوسکتا ہے کہ کچھ اہل علم حضرات ان سوالات کے جوابات میں فقیر کے ساتھ موافقت فرمائیں اور کچھ اختلاف بھی فرمائیں۔

فقیر اہل علم حضرات کی ہر اُس بات کو تسلیم کرتے ہوئے عار محسوس نہیں کرے گا جو دلائل و براہین کی روشنی میں اس تحریر کے خلاف ہوگی، کیونکہ یہی طالبانِ حق کا شیوہ ہے۔

قاری محمد ارشد مسعود

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا﴾(1)

اور بولے ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خُداؤں کو اور ہرگز نہ چھوڑنا ود، سواع، یغوث اور یعوق ونسر کو۔

اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالی نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی اُس بات کا ذکر کیا ہے جو ان کے سرداروں نے اُنہیں کہی تھی جب آپ علیہ السلام نے اُن کو اللہ تعالی کی توحید اور اپنی رِسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی۔

اس آیہ کریمہ میں ان بتوں کا ذکر ہے جن کی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم عبادت کرتی تھی اور اُن کے بڑے قوم کو اُن کی عبادت کرنے کی تلقین کرتے ہوئے بولے تھے کہ ہرگز اپنے خُداؤں کی عبادت کو ترک نہ کرنا، خاص کر ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کی عبادت ترک نہ کرنا۔

ان کی قوم کے سرداروں کی اس بات سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ ان کے ہاں ان پانچوں کو کوئی خاص امتیازات حاصل تھے۔

ان پانچوں بتوں کے بارے میں کئی قسم کی باتیں کتبِ تفاسیر وغیرہ میں موجود ہیں یہ کہ یہ بت کیا تھے؟ کہاں سے آئے؟ ان کی حقیقت کیا تھی؟ عربوں میں یہی بت آئے یا صرف ان کے نام؟ وغیرہ وغیرہ۔

ان کے بارے میں جو سب سے زیادہ مشہور بات بیان کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ:

''یہ پانچوں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیانی عرصہ کے نیک لوگوں

---

(1) ۲۹:۲۳، سورۃ نوح آیت ۲۳)

کے مجسمے تھے، جب وہ دُنیا سے چل بسے تو شیطان کی تحریک پر اُن کے دور کے اُن کے محبین نے ان کی یادگار کے طور پر یہ مجسمے بنائے تھے۔

وہ ان کے مجسموں کی تعظیم کرتے اور آہستہ آہستہ بعد میں آنے والوں نے اُن کی عبادت کرنی شروع کردی جس سے بت پرستی کی ابتداء ہوئی اور اُن بتوں کو معبود بنالیا گیا۔

سب سے پہلے ہم اسی بات کو حقیقت کے آئینہ میں دیکھتے ہیں کہ کیا واقعی یہ نیک لوگوں کے مجسمے تھے کہ جن کی بعد میں عبادت کی جانے لگی۔

اس بارے میں بیان کی جانے والی روایات میں سب سے زیادہ اعتماد اس روایت پر کیا جاتا ہے، جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیان کیا ہے۔

آئیے! اس روایت اور اس کے بارے میں دوسرے محدثین کی آراء ملاحظہ فرمائیں:

نمبر (۱) صحیح بخاری کی روایت

حدثنا إبراهيم بن موسى، أخبرنا هشام، عن ابن جريج، وقال عطاء عن ابن عباس رضي الله عنهما : صارت الأوثان التي كانت في قوم نوح في العرب بعد ، أما ود: فكانت لكلب بدومة الجندل ، وأما سواع: فكانت لهذيل،وأما يغوث: فكانت لمراد ،ثم لبني غطيف بالجرف عند سبا .وأما

بسند مذکور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جن بتوں کی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں پوجا کی جاتی تھی بعد میں اہل عرب (نے اُنہی کے نام پر اپنے معبود بنا لیے) ود، بنو کلب قبیلہ کا بت تھا جو دومۃ الجندل کے مقام پر تھا، اور سواع قبیلہ ہذیل کا بت تھا، اور یغوث قبیلہ مراد کا بت تھا، پھر بنو غطیف (کا بن گیا) جو جرف کے مقام پر سبا

يعوق فكانت لهمدان . وأما نسر: فكانت لحمير ، لآل ذي الكلاع . أسماء رجال صالحين من قوم نوح . فلما هلكوا أوحى الشيطان إلى قومهم: أن انصبوا إلى مجالسهم التي كانوا يجلسون أنصابا وسموها بأسمائهم ، ففعلوا ، فلم تعبد ، حتى إذا هلك أولئك وتنسخ العلم عبدت (1)

کے قریب تھا اور یعوق ہمدان کا، اور نسر حمیر کا جوذی الکلاع (بادشاہ) کی اولاد سے تھے، یہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے نام تھے، جب یہ لوگ دُنیا سے چل بسے تو شیطان نے اُن کی قوم کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ اُن کے بیٹھنے کی جگہ جہاں یہ لوگ بیٹھتے تھے اُن کے ناموں کے بت ان کے ناموں سے نصب کردو، پس اُنہوں نے ایسا ہی کیا لیکن وہ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے، جب وہ بھی دُنیا سے چل بسے اور علم اُٹھ گیا تو اُن کی پوجا ہونے لگی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ سند میں عبدالملک بن جریج، عطاء سے روایت کرتے ہیں اور اس عطاء کے بارے میں شکوک وشبہات پائے جاتے ہیں کہ یہ کون سا عطاء ہے۔ بعض نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ عطاء بن ابی رباح ہے، جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ یہ عطاء بن ابی رباح نہیں بلکہ عطاء الخراسانی ہے۔

جیسا کہ امام ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ "صحیح بخاری" کی شرح "فتح الباری" میں لکھتے ہیں:

,, وقد ذكر الإسماعيلي : أن عطاء هذا هو الخراساني ، والخراساني لم

اور تحقیق امام اسماعیلی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ بے شک یہ عطاء الخراسانی ہے اور عطاء

(1) أخرجه البخاري في الصحيح مع فتح الباري كتاب التفسير ، سورة نوح ، برقم= =

يسمع من ابن عباس .والله أعلم .(1) الخراسانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نہیں سنا، واللہ تعالی اعلم۔

امام ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہاں عطاء جس سے ابن جریج روایت کر رہے ہیں اور جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کر رہا ہے بقول امام اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ وہ عطاء خراسانی ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ "مقدمہ فتح الباری" میں لکھتے ہیں:

" قال أبو علي الغساني : أخرج البخاري في تفسير سورة نوح حدثنا إبراهيم بن موسى أخبرنا هشام عن بن جريج قال: قال عطاء عن بن عباس رضي الله عنهما: صارت الأوثان التي كانت في قوم نوح في العرب بعد الحديث ، وهذا الحديث. قا ل أبو مسعود الدمشقي : هذا الحديث ثبت في تفسير ابن جريج عن عطاء الخرساني عن ابن عباس وعطاء لم يسمع من ابن عباس وابن جريج لم	ابو علی غسانی نے کہا کہ: بخاری نے (اپنی صحیح میں) سورہ نوح کی تفسیر میں بیان کیا۔۔۔۔ بسند مذکور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کی کہ ,,وہ بت جو قوم نوح میں تھے بعد میں عرب میں آگئے۔۔۔الحدیث۔ اور یہ حدیث ،ابو مسعود دمشقی نے کہا کہ:" یہ حدیث ابن جریج کی تفسیر میں عطاء الخراسانی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ثابت ہے اور عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نہیں سنا، اور ابن جریج نے عطاء سے نہیں سنا، اور جو اُس نے اُس کے بیٹے سے کتاب لی تھی

= = ۴۹۲۰ ،ج۸/ص۸۶۲ بو في نسخة : ۲/۱۵۶/۲)

(1)(فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن رجب ج۳/ص۱۹۷ ، تحت حدیث ۴۲۷)

یســمع من عطاء ، وإنما أخذ الكتاب   اُس میں دیکھا ہے۔
من [ابنه]ونظر فيه ، ...(1)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ محولہ بالا عبارت سے یہ بات ظاہر ہے کہ حقیقت میں یہ روایت عطاء الخراسانی سے ہے نہ کہ عطاء بن ابی رباح سے۔

کیونکہ بقول ابومسعود دمشقی ابن جریج کی تفسیر میں یہ عطاء الخراسانی سے ثابت ہے۔

جب ابن جریج کی اپنی تفسیر میں یہ روایت عطاء بن ابی رباح کی سند سے نہیں بلکہ عطاء الخراسانی کے طریق سے ہے تو یہ بات ہی حقیقت کے زیادہ قریب ہے کہ اگر کہیں عطاء بغیر نسبت کے ذکر ہو اور روایت وسند بھی وہی ہو تو جہاں وضاحت موجود ہے اُس کو اس پر محمول کیا جائے گا نہ کہ جس کا ذکر کہیں بھی نہیں ملتا اُس کو خیال کر لیا جائے۔

ہماری نظر سے اس روایت کی ایسی کوئی سند نہیں گزری کہ جس میں عطاء بن ابی رباح کی وضاحت ہو۔

پس جو ثابت ہے اُس کو قبول کرنا ہی صحیح ہے نہ کہ جس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اُس کو گمان کیا جائے۔

پس بقول ابومسعود دمشقی جب ابن جریج کی اپنی تفسیر میں عطاء خراسانی کا ہی ذکر ہے تو اسی کو قبول کرنا چاہئے۔

امام عبدالرزاق بھی ابن جریج کے طریق سے اس روایت کو عطاء الخراسانی سے ہی بیان کر رہے ہیں:

"نا عبد الرزاق عن ابن جريج، عن عطاء الخراساني، عن ابن عباس مثله (2)

---

(1) (هدى الساري مقدمة فتح الباري ٥٣٢)

(2) (تفسير عبد الرزاق ٣/٣٥٠ (٣٣٤٢) ، تفسير سورة النوح).

پس جب ابن جریج کی اپنی کتاب میں بھی وضاحت ہے اور ان سے روایت کرنے والے امام عبدالرزاق بھی واضح بیان کررہے ہیں کہ یہاں عطاء خراسانی ہے، تو زیادہ قرین قیاس یہی بات ہے کہ بعد میں روایت کرنے والا ثقہ راوی اگر بغیر نسبت کے اس روایت کو اسی سند سے ذکر کرتا ہے تو اس سے مراد عطاء خراسانی ہی ہوگا نہ کہ عطاء بن ابی رباح۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ "فتح الباری" میں لکھتے ہیں:

,, قوله : (عن ابن عباس) قيل : هذا منقطع لأن عطاء المذكور هو الخراساني ولم يلق ابن عباس ، فقد اخرج عبد الرزاق هذا الحديث في تفسيره عن ابن جريج فقال: اخبرني عطاء الخرساني عن ابن عباس .وقال أبو مسعود: ثبت هذا الحديث في تفسير ابن جريج عن عطاء الخراساني عن ابن عباس ، وابن جريج لم يسمع التفسير من عطاء الخراساني ،وإنما أخذه من إبنه عثمان بن عطاء فنظر فيه .وذكر صالح بن أحمد بن حنبل في "العلل" عن علي بن المديني قال:سألت يحي

یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ,,عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما،، اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ منقطع ہے کیونکہ عطاء مذکور خراسانی ہے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نہیں ملا۔ پس اس حدیث کو امام عبد الرزاق نے اپنی تفسیر میں ابن جریج سے بیان کیا۔انہوں نے کہا مجھے عطاء خراسانی نے خبر دی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ، اور ابومسعود نے کہا: یہ حدیث ابن جریج کی تفسیر میں عطاء خراسانی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ثابت ہے اور ابن جریج نے عطاء خراسانی سے تفسیر نہیں سنی، اور جو اس نے اس کے بیٹے عثمان بن عطاء سے لیا تھا اس میں دیکھا ہوگا۔ اور امام صالح بن احمد بن حنبل نے ''العلل''

القطان عن حديث ابن جريج عن عطاء الخراساني فقال : ضعيف . فقلت:إنه يقول :أخبرنا .قال:لا شيء إنما هو كتاب دفعه إليه انتهى. وكان ابن جريج يستجيز إطلاق اخبرنا في المناولة والمكاتبة.وقال الإسماعيلي: اخبرت عن علي بن المديني أنه ذكر عن تفسير ابن جريج كلامًا معناه أنه كان يقول عن عطاء الخراساني عن ابن عباس ، فطال على الوراق أن يكتب الخراساني في كل حديث فتركه فرواه من روى على أنه عطاء بن ابي رباح انتهى . وأشار بهذا إلى القصة التي ذكرها صالح بن احمد عن علي بن المديني ونبه عليها أبو علي الجياني في " تقييد المهمل" قال ابن المديني سمعت هشام بن يوسف يقول: قال لي ابن جريج : سألت

میں امام علی بن مدینی سے ذکر کیا، انہوں نے کہا میں نے امام یحیی القطان سے سوال کیا ابن جریج عن عطاء الخراسانی کی حدیث کے بارے میں، تو انہوں نے کہا: ضعیف ہے۔ میں نے کہا: بے شک وہ کہے ہمیں خبر دی (اخبرنا)۔ فرمایا: کوئی چیز نہیں، کیونکہ وہ کتاب اسے دی گئی ہے انتہی۔ اور ابن جریج ملنے اور لکھنے میں اخبرنا کے اطلاق کو جائز قرار دیتے تھے۔ اور امام اسماعیلی نے کہا ہے کہ مجھے امام علی بن مدینی سے خبر دی گئی کیونکہ اُنہوں نے اُس کو ابن جریج کی تفسیر سے کلام ذکر کیا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ,, عن عطاء الخرسانی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ،، پس کاتب کے لئے یہ بات طول کا باعث تھی کہ ہر جگہ خراسانی ذکر کرتے اس لئے اُنہوں نے خراسانی کو چھوڑ دیا، پس اس کو جس نے بھی روایت کیا ہے اس نے اس سے مراد عطاء بن ابی رباح لیا انتہی۔ اور اس میں اشارہ ہے

عطاء عن التفسير من البقرة وآل عمران ثم قال : اعفني من هذا . قال:قال هشام :فكان بعد إذا قال: قال عطاء عن ابن عباس قال عطاء الخراساني . قال هشام : فكتبنا لم مللنا يعني كتبنا الخراساني . قال ابن المديني وإنما بينت هذا لأن محمد بن ثور كان يجعلها . يعني في روايته عن ابن جريج .عن عطاء عن ابن عباس فيظن أنه عطاء بن أبي رباح .و قد أخرج الفاكهي الحديث المذكور من طريق محمد بن ثور عن ابن جريج عن عطاء عن ابن عباس ولم يقل الخراساني ، وأخرجه عبد الرزاق كما تقدم فقال الخراساني .(1)

اُس واقعہ کی طرف جس کو صالح بن احمد نے علی بن مدینی سے ذکر کیا ہے اور اس پر ابوعلی جیانی نے "تقييد المهمل" میں متنبہ کیا ہے۔ ابن مدینی نے کہا میں نے ہشام بن یوسف سے سنا وہ یہ کہتے تھے کہ ابن جریج نے مجھ سے کہا: میں نے عطاء سے سورہ بقرہ اور آل عمران کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا پھر اُنہوں نے کہا: مجھے اس سے معاف رکھو، اُنہوں نے کہا کہ ہشام نے کہا پس یہ اس کے بعد تھا جب انہوں نے کہا کہ عطاء نے کہا:عن ابن عباس رضی اللہ عنہما یعنی عطاء الخراسانی نے کہا۔ ہشام نے کہا: پس ہم نے لکھا پھر ہم اُکتا گئے یعنی خراسانی لکھنے سے۔ ابن مدینی نے کہا کہ میں نے یہ اس لئے بیان کیا کہ محمد بن ثور ایسے کیا کرتے تھے یعنی ابن جریج سے اپنی بیان کردہ روایت میں عن عطاء عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، پس وہ یہ گمان کرتے تھے کہ اس سے مراد عطاء بن ابی

(1)(فتح الباري شرح صحيح البخاري ١٠ /٨٢٢۔٨٢٣ و في نسخة : ٢/٢١٥٦)

رباح ہے۔اور تحقیق فاکھی نے بھی اس مذکورہ
حدیث کو،، محمد بن ثور عن ابن جریج عن عطاء
عن ابن عباس رضی اللہ عنہما،، کے طریق سے
بیان کیا ہے۔اور خراسانی نہیں کہا۔
اور عبد الرزاق نے بھی اس کو بیان کیا پس کہا
الخرسانی ہے جیسا کہ ذکر ہو چکا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہاں تک بیان کردہ عبارت میں یہ عیاں ہے کہ یہاں عطاء خراسانی ہی ہے اور ایسے ہی حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے " تهـــذيــب التهـذيب" (1) میں عطاء خراسانی کے ترجمہ میں ہی اس روایت کو ذکر کیا ہے اور زیادہ شواہد اسی پر دلالت کرتے ہیں۔

اولا : ابن مدینی کا بیان کرنا کہ کاتب نے اُکتاہٹ کے باعث عطاء کے ساتھ خراسانی لکھنا ترک کر دیا، طوالت کے خوف سے، تو بعد والوں نے غلط فہمی سے اس کو ابن ابی رباح سمجھ لیا۔

پس ان کا اس کو ابن ابی رباح سمجھنا وہم ہے، لہذا یہ بات بھی اسی پر دلالت کرتی ہے کہ امام بخاری پر اس کا خراسانی ہونا مخفی رہا، انہوں نے اُس کو ابن ابی رباح خیال کر کے اس کو اپنی صحیح میں داخل کر دیا۔انسان سے خطاء ہونا کوئی عجیب بات نہیں

کیونکہ:'' الإنسان مركب من الخطاء والنسيان ''.

ثـــانيــاً : ہشام بن یوسف کا قول اس بات پر واضح دلیل ہے کہ ابن جریج بعض اوقات عطاء خراسانی سے بیان کردہ روایت کو بھی بغیر نسبت کے،، عن عطاء عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما

---

(1) (تهذيب التهذيب ۷/ ۱۹۰ في ترجمته)

کہہ کر بیان کرتے تھے۔انہوں نے ایسا کیا جس پر ہشام بن یوسف نے سوال کیا۔ پھر ہشام بن یوسف کا یہ بیان کرنا کہ ہم بھی لکھتے ہوئے جب اُکتا گئے تو ہم نے بھی خراسانی لکھنا ترک کر دیا۔ پس جب کتابت میں وہ خراسانی لکھنا چھوڑ دیتے تھے تو بیان کرنے میں بھی ایسا کرنا بعید از قیاس نہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ اس روایت کو ابن جریج سے بیان کرنے والے بھی ہشام بن یوسف ہیں۔

ثالثًا: محمد بن ثور کا ابن جریج سے بیان کردہ اپنی روایت میں عطاء عن ابن عباس ذکر کرنا یہ بھی اس بات کی دلیل نہیں بن سکتی کہ عطاء سے مراد ابن ابی رباح ہو کیونکہ محمد بن ثور کا بیان کرنا یہ ان کا گمان تو تھا لیکن یہ بات یقینی نہیں ہے کہ وہ ابن جریج سے ہر ایسی روایت کے بارے میں وضاحت کروالیتے ہوں کہ یہاں عطاء سے مراد کون سا عطاء ہے۔

جب ان سے بیان کرنے والے ابن جریج ہی ہر جگہ بیان کرتے ہوئے فرق بیان نہ کرتے اور خراسانی کی روایت کو بھی صرف عطاء عن ابن عباس بغیر نسبت کے بیان کرتے تھے تو ان کا گمان کرنا اس بات کو کیسے یقینی بنا سکتا ہے کہ یہ عطاء بن ابی رباح ہے جبکہ ثبوت اس کے برعکس موجود ہیں واللہ تعالی اعلم۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا دلائل کو ذکر کرنے کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دفاع میں اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہاں عطاء بن ابی رباح مراد ہے۔

ہم حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ذکر کرنے کے بعد حافظ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس بارے میں بیان کردہ عبارت کو بھی ذکر کرتے ہیں اور بعد میں امام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا جواب نقل کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وهذا مما استعظم على البخاري أن يخفى عليه، لكن الذي قوي عندي أن هذا الحديث بخصوصه عند ابن جريج عن عطاء الخراساني وعن عطاء بن أبي رباح جميعا، ولا يلزم من امتناع عطاء بن أبي رباح من التحديث بالتفسير أن لا يحدث بهذا الحديث في باب آخر من الأبواب أو في المذاكرة، و إلا فكيف يخفى على البخاري ذلك مع تشدده في شرط الاتصال واعتماده غالباً في العلل على علي بن المديني شيخه وهو الذي نبه على هذه القصة. ومما يؤيد ذلك أنه لم يكثر من تخريج هذه النسخة وإنما ذكر بهذا الإسناد موضعين هذا وآخر في النكاح، ولو كان خفي عليه لاستكثر من إخراجها لأن ظاهرها أنها على شرطه.

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر خراسانی کا مخفی رہنا ان چیزوں میں سے ہے جو ان پر فضیلت رکھتی ہیں، لیکن میرے نزدیک قوی بات یہ ہے کہ یہ حدیث بالخصوص ابن جریج کے پاس عطاء الخراسانی اور عطاء بن ابی رباح دونوں سے ہے۔ عطاء بن ابی رباح کا حدیث بالتفسیر سے امتناع اس چیز کو لازم نہیں کرتا کہ انہوں نے اس حدیث کو کسی اور باب میں یا کسی اور مذاکرہ میں بھی ذکر نہ کیا ہو، وگرنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر یہ چیز مخفی رہ جاتی باوجود اس کے کہ وہ اتصال کی شرط میں سخت ہیں اور اُن کا علل میں علی بن مدینی پر بہت زیادہ اعتماد ہے جو ان کے شیخ ہیں، اور یہ وہ ہیں جنہوں نے اس قصہ پر متنبہ کیا ہے۔ اور جو چیز اس کی تائید کرتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے اس نسخہ میں اس کی کثرت سے تخریج نہیں کی بلکہ صرف دو مقامات پر اس کو بیان کیا، ایک یہ اور دوسرا کتاب النکاح۔

کیونکہ اگر ان پر مخفی ہوتا تو آپ کی تخریج
کثرت سے ہوتی۔ حالانکہ اس کا ظاہر بھی
اس کی شرط کے مطابق ہے۔ (1)

امام شہاب الدین قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ "ارشاد الساری" میں لکھتے ہیں:

.. عبد الملک بن عبد العزیز (وقال عطاء) هو الخراساني وهو معطوف علي مخذوف بينه الفاكهاني من وجه آخر عن ابن جريج قال في قوله تعالي: ﴿ودا ولا سواعا﴾[نوح ٢٣:] الآية قال أوثان كان قوم نوح يعبدونها وقال عطاء (عن ابن عباس رضي الله عنهما)لكن عطاء لم يسمع من ابن عباس وابن جريج لم يسمع التفسير من عطاء الخراساني إنما اخذ الكتاب من ابنه عثمان فنظر فيه .لكن البخاري ما أخرجه الا أنه من رواية عطاء بن ابي رباح لأن الخراساني ليس علي شرطه ولقائل

(عن ابن جریج) یعنی عبد الملک بن عبد العزیز (وقال عطاء) یہ خراسانی ہے اور حرف محذوف پر معطوف ہے۔ جس کو امام فاکہانی نے ایک دوسرے طریق سے ابن جریج سے بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے تحت ﴿ودا ولا سواعا﴾ کہا کہ یہ وہ بت ہیں، قوم نوح جن کی عبادت کرتی تھی اور عطاء نے کہا (عن ابن عباس رضی اللہ عنہما) لیکن عطاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں کیا اور ابن جریج نے عطاء خراسانی سے تفسیر کا سماع نہیں کیا کیونکہ وہ کتاب اس نے اس کے بیٹے عثمان سے لی تھی، اس میں دیکھا ہوگا۔ لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بیان نہیں کیا کیونکہ یہ روایت عطاء بن ابی رباح سے ہے، کیونکہ

---

(1)(فتح الباري شرح صحيح البخاري ١٠/ ٨٦٣، وفي نسخة: ٢/١٥٦٢)

أن يقول هذا ليس بقاطع في أن عطاء المذكور هو الخراساني فيحتمل أن يكون هذا الحديث عند ابن جريج عن الخراساني وابن أبي رباح جميعا قال في المقدمة وهذا جواب اقناعي وهذا عندي من المواضع العقيمة عن الجواب السديد ولا بد للجواد من كبوة .(1)

خراسانی ان کی شرط کے مطابق نہیں اور اگر سوال کرنے والا یہ کہے کہ جو مذکور عطاء ہے وہ خراسانی نہیں، اس کا جواب یہ ہوگا کہ اس میں یہ احتمال ہے کہ یہ حدیث ابن جریج کے پاس خراسانی اور ابن ابی رباح سے اکٹھی ہے، مقدمہ میں کہا۔ اور یہ جواب تسلی بخش نہیں ہے اور میرے نزدیک (یعنی امام قسطلانی کے نزدیک) صحیح جواب کی بجائے مخفی مقامات میں سے ہے لہذا کجی سے صواب کی طرف جانا ضروری ہے۔

امام بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ " عمدۃ القاري" میں لکھتے ہیں:

وهشام هو ابن يوسف الصنعاني ، و ابن جريج عبد الملك بن عبد العزيز بن جريج ، وعطاء هو الخراساني بعطاء بن أبي رباح ولا بعطاء بن يسار قاله الغساني ، وقال ابن جريج : أخذه من كتاب عطاء لا من السماع منه ولهذا قيل : إنه منقطع لأن عطاء الخراساني لم يقل ابن عباس ، وقال

ہشام یہ ابن یوسف الصنعانی ہے اور ابن جریج عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج ہے اور عطاء، الخرسانی ہے نہ کہ عطاء بن ابی رباح اور نہ ہی عطا بن یسار، یہ غسانی نے کہا، اور ابن جریج نے کہا کہ میں نے اس کو عطاء کے بیٹے سے لیا اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ یہ روایت منقطع ہے کیونکہ عطاء الخراسانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نہیں سنا۔ اور ابو

(1)(ارشاد الساري لشرح صحيح البخاري ١١/ ١٧٣)

أبو مسعود : ظن البخاري أنه ابن أبي رباح وابن جريج لم يسمع التفسير من الخراساني ، وإنما أخذ الكتاب من إبنه ونظر فيه ، وروى صالح بن احمد عن ابن المديني قال: سألت يحي بن سعيد عن احاديث ابن جريج عن عطاء الخراساني، فقال : ضعيف فقلت : ليحي :انه كان يقول :أخبرنا قال: لا شيء كله ضعيف إنما هو كتاب دفعه إليه إبنه ، وقيل : في معاضلة البخاري في هذا ، انه بخصوصه عند ابن جريج عن عطاء الخراساني ، وعن عطاء بن أبي رباح جميعا ولا يكثر من تخريج هذا وإنما ذكره بهذا الاسناد في موضعين هذا والآخر في النكاح ، ولو كان يخفى عليه ذلك لاستكثر من إخراجه لأن ظاهره على شرطه انتهى .قلت : فيه نظر لا يخفى لأن تشدده في شرط الإتصال

مسعود نے کہا ہے کہ امام بخاری کے گمان کے مطابق یہ ابن ابی رباح ہے اور ابن جریج نے خراسانی سے تفسیر کا سماع نہیں کیا کیونکہ انہوں نے اس کو اس کے بیٹے کی کتاب سے لیا ہے جس میں دیکھا۔صالح بن احمد سے اور انہوں نے ابن مدینی سے روایت کی ہے، کہا کہ میں نے یحیٰی بن سعید سے ابن جریج عن عطاء الخراسانی کی احادیث کے بارے میں سوال کیا تو اُنہوں نے کہا کہ ضعیف۔ میں نے کہا کہ وہ اخبرنا کہتے۔ انہوں نے کہا ایسی کوئی بات نہیں بلکہ سب ضعیف ہے کیونکہ یہ وہ کتاب ہے جو ان کو اس کے بیٹے نے دی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے امام بخاری کے حق میں کہ بالخصوص ابن جریج کے پاس عطاء خراسانی اور عطاء بن ابی رباح سے اکٹھی روایت ہے اور یہ چیز امام بخاری پر مخفی نہیں کیونکہ آپ اتصال اور اعتماد کی شرط میں سختی فرماتے۔اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ آپ نے اس کو کثرت سے بیان نہیں کیا بلکہ صرف دو

لا يستلزم عدم الخفاء عليه أصلا فسبحان من لا يخفى عليه شيء وقوله : على ظاهره .على شرطه ليس بصحيح لأن الخراساني من أفراد مسلم كما ذكر في موضعه .(1)

مقامات پر اس سند کے ساتھ ذکر کیا، ایک یہ اور دوسرا کتاب النکاح۔ اگر آپ پر یہ معاملہ مخفی ہوتا تو آپ کثرت سے بیان کرتے حالانکہ اس کا ظاہر ان کی شرط کے مطابق ہے انتہی۔

میں کہتا ہوں! (یعنی امام عینی رحمۃ اللہ علیہ) کہ اس میں نظر ہے کہ ان پر مخفی نہیں تھا کیونکہ اتصال کی شرط میں تخفی کرنا اس چیز کو لازم نہیں ہے کہ ان پر کوئی چیز مخفی نہ رہے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے کہ جس پر کوئی چیز مخفی نہیں اور اسی طرح مصنف کا یہ قول ,, علی ظاهره ،، اور علی شرطہ یہ صحیح نہیں کیونکہ خراسانی افراد مسلم سے ہیں، جس طرح کہ اپنے مقام پر ذکر کیا گیا۔

پس امام عینی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ کیسے مخفی رہ سکتا ہے، یہ ایسی بات نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے اس کو تسلیم کیا جائے کہ یہاں عطاء بن ابی رباح ہے یا پھر خراسانی اور ابن ابی رباح دونوں۔

کیونکہ کسی بھی انسان سے غلطی کا سرزد ہو جانا سوائے انبیاء کرام علیہم السلام کے ممکن ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے تاریخ میں سرزد ہونے والی خطاؤں کے بارے میں امام ابوحاتم رحمۃ اللہ

---

(1)(عمدة القاري شرح صحيح البخاري ١٩/٣٧٧)

علیہ کی تصنیف ,, کتاب بیان خطاء محمد بن اسماعیل البخاری فی تاریخہ ،،
موجود ہے۔

اگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو " تاریخ کبیر " میں وہم ہوسکتا ہے تو صحیح بخاری میں بھی ناممکن نہیں ہے۔

یہاں ایک بات کی وضاحت کرتے چلیں، ہوسکتا ہے کہ بعض لوگ یہاں پر اس بات کو گستاخی سمجھنے لگیں اور شوروغوغا شروع کر دیں، ہم اس بات سے اللہ تعالی کی پناہ طلب کرتے ہیں کہ کسی بھی مسلمان صحیح العقیدہ صاحب ایمان کی گستاخی کا کسی بھی حالت میں ارتکاب ہو، اللہ تعالی اس بات سے ہمیشہ بچائے، آمین بجاہ النبی الأمین الکریم ﷺ .

غیر مقلدین کے امام ومحدث وحید الزمان حیدر آبادی نے " تیسیر الباری ترجمہ و تشریح صحیح بخاری " میں لکھا:

" عطاء خراسانی تو ضعیف ہے، امام بخاری کی شرط پر نہیں دوسرے ابن جریج نے اس سے نہیں سنا بلکہ عطاء کے فرزند عثمان سے اس نے عطا کی کتاب لی تھی اس میں دیکھا ہوگا، شاید امام بخاری نے اس کو عطاء ابن ابی رباح سمجھا یہ ان سے غلطی ہوئی اور کیسا ہی بڑا عالم ہو کبھی نہ کبھی اس سے غلطی ہو جاتی ہے تیراک ہی پانی میں ڈوبتا ہے اور چابک سوار ہی گھوڑے سے گرتا ہے، بعضوں نے کہا شاید ابن جریج نے یہ حدیث عطاء خراسانی اور عطاء بن رباح [تیسیر میں یوں ہی ہے] دونوں سے روایت کی ہے واللہ اعلم ۔(1)

غیر مقلدین کے محدث حیدر آبادی کی عبارت میں اگر غور وفکر کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ اس کے نزدیک بھی یہاں عطاء خراسانی ہی ہے۔ اور یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

---

(1) [تیسیر الباری ۴/ ۲۵/ ۷، حاشیہ نمبر ۴]

سے خطاء واقع ہوئی ہے کہ انہوں نے اس کو ابن ابی رباح گمان کیا، واللہ تعالی اعلم۔

اب ہم اس بات کو مزید طوالت میں لے جانے کی بجائے آخر میں امام سراج الدین ابوحفص عمر بن علی بن احمد انصاری شافعی معروف بہ حافظ ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ جن سے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیات نے اپنی تصانیف میں اکثر وبیشتر استفادہ کیا ہے۔

اور حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے جابجا اپنی بخاری کی شرح میں ان کی بات کو نقل کرتے ہوئے " شیخنا " جیسے الفاظ تحریر فرمائے ہیں۔

امام ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ " التوضیح لشرح الجامع الصحیح " میں اسی روایت کے تحت لکھتے ہیں کہ:

عطاء هذا اختلف فيه هل هو ابن أبي رباح أو الخراساني ؟ فذكره أبو مسعود من رواية عطاء بن أبي رباح عنه ثم قال : إن حجاج بن محمد وعبد الرزاق روياه عن ابن جريج [جريج]فقالا: عن عطاء الخراساني .وقال خلف : هو الخراساني .ثم قال : قال أبو مسعود : ظن البخاري أنه ابن أبي رباح ، وابن جريج لم يسمع التفسير من الخراساني ، إنما أخذ الكتاب من أبيه[إنبه] ونظر فيه .

وقال الإسماعيلي : يشبه هذا عن عطاء الخراساني على ما أخبرني به ابن فرج عن علي بن المديني فيما ذكر في تفسير ابن جريج كلاما معناه : كان يقول عن عطاء الخراساني ، عن ابن عباس ، فطال على الوراق أن يكتب الجواب اي في كل حديث فتركه ، فرواه من روى على أنه عطاء بن أبي رباح .

قال الجياني : قال أبو مسعود : ثبت هذا الحديث في تفسير ابن جريج عن

عطاء الخراساني ،وإنما أخذ ابن جريج الكتاب من أبيه [ابنه] ونظر فيه .

قال : و هذا تنبيه بديع من أبي مسعود ، ورويناه عن صالح بن أحمد ، عن علي بن عبد الله ، سمعت هشام بن يوسف قال : قال لي ابن جريج : سألت عطاء عن التفسير من البقرة وآل عمران ثم قال : أعفني من هذا .

قال هشام : و كان بعد اذا قال : عطاء عن ابن عباس قال : الخراساني

قال هشام : فكتبنا ما كتبنا ثم مللنا يعني :كتبنا أنه الخراساني قال ابن المديني: إنما كتبت أنا هذه القصة ، لأن محمد بن ثور كان يجعلها عن عطاء ، عن ابن عباس ، فظن الذي حملوا هنا عنه أنه عطاء بن أبي رباح .

وعن صالح بن أحمد ،عن ابن المديني قال : سألت يحيى بن سعيد عن أحاديث ابن جريج عن عطاء الخراساني فقال : ضعيفة . فقيل يحيىٰ : إنه يقول : أنا . فقال : لا شيء ،كله ضعيف ، إنما هو كتاب دفعه اليه . (1)

طوالت کے باعث ترجمہ نہیں لکھ رہے لہذا اچھلی عبارات کی طرف رجوع کریں۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے گمان کے برعکس عطاء خراسانی ہے تو آیئے ! عطاء خراسانی کی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیان کردہ روایات کے بارے میں محدثین کی آراء دیکھتے ہیں۔

---

(1) (التوضيح لشرح الجامع الصحيح ۲۳/۳۵۷،۳۵۸،وزارة الأوقاف والشؤون الاسلامية، دولة قطر)

عطاء الخراسانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنهما سے نهیں سنا۔

امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

,, حدثنا محمد بن الحسن قال سمعت ابا طالب أحمد بن حميد قال قال أحمد بن حنبل عطاء الخراساني لم يسمع من ابن عباس شيئا وقد رأى عطاء ابن عمر ولم يسمع منه شيئا.(1)

یعنی بسند امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ عطاء خراسانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے کوئی چیز نہیں سنی۔ اور ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کو دیکھا ہے لیکن ان سے بھی کوئی چیز نہیں سنی۔

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

,, عطاء الخراساني لم يدرك ابن عباس ولم يره .(2)

یعنی عطاء خراسانی نے ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کو نہ تو پایا ہے اور نہ ہی اُن کو دیکھا ہے۔

امام احمد الکنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عطاء الخراساني لم يسمع من ابن عباس قاله الإمام أحمد (3)

یعنی عطاء خراسانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے نہیں سنا، امام احمد نے کہا۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

---

(1)(المراسيل ١٥٦ (٥٧٥) في ترجمته، وكتاب بحر الدم لابن حنبل ٢٩٧(٢٩٣)، في ترجمته).

(2)(المراسيل لابي داود ٣٠٨ (٣٤١) كتاب الوصايا).

(3)(مصباح الزجاجة ٢٢٥/٣، كتاب الأضاحي).

وكذلك رواه ابن جريج عن عطاء الخراساني ، أورده أبو داود في المراسيل لأن عطاء الخراساني لم يدرك ابن عباس . (1)

اور ایسے ہی اس کو ابن جریج نے عطاء الخراسانی سے روایت کیا ہے امام ابو داود نے اس کو مراسیل میں وارد کیا، کیونکہ عطاء خراسانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو نہیں پایا

یہی امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عطاء هذا هو الخراساني لم يدرك ابن عباس (2)

یہ عطاء خراسانی ہے اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو نہیں پایا۔

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وعطاء الخراساني لم يسمع من ابن عباس شيئا .(3)

اور عطاء خراسانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کوئی چیز نہیں سنی۔

غیر مقلدین کی معتمد شخصیت ابن حزم ظاہری لکھتے ہیں:

,, عطاء هذا الخراساني لم يسمع من عبد الله بن عمرو بن العاص شيئا ولا من أحد من الصحابة إلا من أنس وحده .(4)

یعنی عطاء خراسانی نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے کوئی چیز نہیں سنی اور نہ ہی کسی اور صحابی سے سوائے ایک انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

(1) (سنن الكبرى ٧/٢٧٠،تحت برقم (٩٨٩٢) كتاب الحج ،باب المفسد لحجه لايجد ذبح بقرة فان لم يجدها ذبح سبعا من الغنم).

(2) (سنن الكبرى ٩/٣٥٦،تحت برقم (١٢٧٩٢) كتاب الوصايا ،باب نسخ الوصية للوالدين والأقربين الوارثين).

(3) (كتاب المجروحين ٢ /٢٥٠(٩١٥) ترجمة : موسى بن عبد الرحمن الصنعاني) =

امام فاکہی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی محمد بن ثور کے طریق سے اس کو " اخبار مکۃ" میں بیان کیا ہے(1)

اور اس میں بھی وہی علتیں پائی جاتی ہیں جن کا پچھلے اوراق میں ذکر ہو چکا۔

اولا:

مذکورہ بالا عبارات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ عطاء خراسانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے کچھ بھی نہیں سنا، لہذا ثابت ہوا کہ یہ روایت منقطع ہے۔

ثانیا:

امام یحیی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کے بقول ابن جریج کی عطاء خراسانی سے روایات ضعیف ہیں۔

ثالثا:

امام ابو مسعود رحمۃ اللہ علیہ کے بقول ابن جریج نے عطاء خراسانی سے اس کو نہیں سنا بلکہ اس کے بیٹے عثمان سے اس کو لیا ہے اور اس میں دیکھا ہوگا۔

پس معلوم ہوا کہ اوپر بیان کردہ محدثین کے اقوال کی روشنی میں یہ روایت منقطع اور ضعیف ہے۔

مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مذکورہ بالا روایت صحیح نہیں ہے۔

یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر مخفی رہا کہ انہوں نے اس روایت میں عطاء خراسانی کو عطاء بن ابی رباح سمجھتے ہوئے اپنی صحیح میں بیان کر دیا۔ حقیقت میں یہ روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط کے مطابق ہی نہیں تھی۔

مذکورہ بالا بحث تو اس روایت کی سند کے حوالے سے تھی اگر ہم اس روایت کو عقلی طور

= = (4) (المحلى بالآثار ٢٣٢/٨، كتاب الكتابة مسألة (١٦٨٩)

(1) (اخبار مكة للفاكهي جزء ٥ ص ١٦٢)

پر دیکھتے ہیں تو بھی یہ بات محال نظر آتی ہے۔

کیونکہ اگر بالفرض محال ہم تسلیم کرلیں کہ یہ پانچوں بُت حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کے نیک لوگوں کے تھے جن کی ان کی قوم عبادت کرتی تھی تو عرض یہ ہے کہ قوم نوح علیہ السلام پر جو عذاب الٰہی نازل ہوا تھا یعنی طوفان نوح تو اس کے ساتھ سوائے ان لوگوں اور اشیاء وغیرہ کے جن کو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی کشتی میں بٹھایا یا رکھا تھا سب کچھ نیست و نابود ہو گیا تھا۔

پھر یہ پانچوں بُت کیسے عربوں تک پہنچ گئے؟۔

امام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''یہ پانچ بت سب سے بڑے بت تھے پھر یہ بت حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے اہل عرب کی طرف منتقل ہوئے، پس ود بنو کلب کا ہو گیا اور سواع ہمدان کا ہو گیا، یغوث مذحج کا ہو گیا، یعوق مراد کا ہو گیا اور نسر حمیر کا ہو گیا اسی وجہ سے اہل عرب کو عبد ود اور عبد یغوث کہا جاتا تھا، تاریخی کتب میں اسی طرح مذکور ہے اور اس پر یہ اشکال ہے کہ طوفان کے زمانہ میں تمام دنیا ملیا میٹ ہو چکی تھی تو یہ بت کیسے باقی بچ گئے اور عرب کی طرف منتقل ہوئے اور یہ کہنا ممکن نہیں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام ان بتوں کو اپنے ساتھ کشتی میں لے آئے تھے، پھر انہوں نے ان بتوں کو حفاظت کے ساتھ رکھا یہاں تک کہ یہ امانت عربوں کے پاس پہنچ گئی، کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام بتوں کے محافظ نہیں تھے بت شکن تھے۔(1)

پس یہ کہنا صحیح نہیں کہ عرب میں جن بتوں کی پرستش ہوتی تھی، یہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے صالحین کی صورتوں کے مجسمے ہیں اور یہ وہی بت ہیں جن کی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پرستش کرتی تھی۔

---

(1) (تفسیر کبیر ج۱۰ ص۶۵۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۵ھ)

اب ہم صحیح بخاری شریف کے علاوہ اس بارے میں بیان کی جانے والی روایات کے بارے میں دیکھتے ہیں کہ آیا صحیح بخاری شریف کے علاوہ کتب احادیث وتفاسیر میں کوئی ایسی صحیح روایت ہے کہ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہو کہ واقعتاً وہ صالحین کے مجسمے تھے۔

جامع البیان المعروف تفسیر الطبری

روایت نمبر (۱)

حدثنا ابن حمید، قال: ثنا مهران، عن سفیان، عن موسی، عن محمد بن قیس ﴿ویعوق و نسرا﴾ یقال: کانوا قوما صالحین من بني آدم وکان لهم اتباع یقتدون بهم فلما ماتوا قال: أصحابهم الذین کانوا یقتدون بهم: لو صورناهم کان أشوق لنا إلی العبادة إذا ذکرناهم فصوروهم، فلما ماتوا وجاء آخرون دب إلیهم إبلیس فقال: إنما کانوا یعبدونهم وبهم یسقون المطر فعبدوهم. (۱)

بسند مذکور محمد بن قیس رحمۃ اللہ علیہ ﴿ویعوق و نسرا﴾ کے تحت فرماتے ہیں: یہ اولاد آدم علیہ السلام میں سے نیک لوگ تھے اور اُن کی اتباع کرنے والے بہت سے لوگ تھے، پس جب یہ بندگان خدا وفات پا گئے تو اُن کے وہ اصحاب جو اُن کے پیروکار تھے، انہوں نے کہا اگر ہم ان کی تصاویر بنالیں تو ہم میں زیادہ شوق پیدا ہوگا عبادت کرنے کے لئے، جب ہم ان کا ذکر کریں گے۔ پس اُنہوں نے اُن کی تصاویر بنالیں تو جب وہ فوت ہوگئے اور دوسرے آگئے تو ابلیس نے ان کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ (تمہارے آباؤاجداد) وہ ان کی عبادت کرتے تھے اور انہی کے سبب وہ

---

(۱)(الجامع البیان في تأویل القرآن ۲۵۴/۱۲، تفسیر سورۃ نوح (۳۵۰۲۷)

بارش دیے جاتے تھے تو بعد والے اُن کی
عبادت کرنے لگے۔

اس روایت کی سند کے راویوں کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں:

راوی نمبر (۱):

محمد بن حميد بن حيان الرازي ، أبو عبد الله الرازی .

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

,, فيه نظر ،، (1)۔ یعنی اس میں نظر ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں :

...وهو ضعيف.قال يعقوب بن شيبة: كثير المناكير . وقال البخاري : فيه نظر . وكذبه أبو زرعة . وقال فضلك الرازي : عندي عن ابن حميد خمسون الف حديث ، ولا احدث عنه بحرف . ...قال علي بن مهران :سمعه محمد بن حميد مني و عن الكوسج .قال: أشهد أنه كذاب، وقال صالح جزرة : كنا نتهم ابن حميد في كل شيء يحدثنا ما رايت

یعنی یہ ضعیف ہے، یعقوب بن شیبہ نے کہا کہ بہت زیادہ منکر روایات والا ہے، اور امام بخاری نے کہا اس میں نظر ہے، اور ابو زرعہ نے اس کی تکذیب کی ہے، اور فضلک رازی نے کہا کہ میرے پاس ابن حمید کی پچاس ہزار احادیث ہیں لیکن میں اس سے کوئی حرف بھی بیان نہیں کرتا، علی بن مہران کہتے ہیں کہ محمد بن حمید نے مجھ سے اور کوسج سے سنا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے، اور صالح جزرہ نے کہا کہ ہم ابن حمید کو ہر چیز میں متہم

---

(1)(التاريخ الكبير ۱/ ۶۹،۷۰(۱۶۷) ترجمة: محمد بن حميد أبو عبد الله الرازی)

أجراً على الله منه ، كان يأخذ أحاديث الناس فيقلب بعضه على بعض .وقال ابـن خـراش : حدثنا ابن حميد وكان والله يـكـذب .وجاء عن غير واحد أن ابـن حـمـيـد كـان يـسـرق الحديث . وقـال الـنـسـائـي : لـيـس بثقة . وقال صـالـح جـزرة : مـا رأيـت أحذق بـالـكـذب من ابـن حـمـيـد.... (1)

سمجھتے تھے جو وہ ہم سے بیان کرتا ،میں نے نہیں دیکھا کہ اللہ اس کو کسی چیز پر اجر دے،وہ لوگوں سے احادیث لیتا تو ان کے بعض کو بعض پر اُلٹ پلٹ کر دیتا اور ابن خراش نے کہا کہ ہم سے بیان کرتا تھا اور اللہ کی قسم وہ جھوٹا تھا،اور کئی ایک سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابن حمید حدیث کا چور تھا،اور نسائی نے کہا کہ ثقہ نہیں ہے اور صالح جزرہ نے کہا کہ میں نے ابن حمید سے بڑھ کر جھوٹ میں ماہر کوئی نہیں دیکھا۔۔۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حافظ ضعیف "(2)

حافظ ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ہی اس کے ترجمہ میں" تهذيب التهذيب"میں لکھتے ہیں:

...وقال الجوزجاني : ردیء المنهب غيـر ثـقـة. قـال صـالـح بـن مـحـمـد الاسـدي كـان كـل مـا بلغه عن سفيان يـحـيـلـه على مهـران ،ومـا بـلـغـه عن

اور امام جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ردی مذھب والا غیر ثقہ تھا ،صالح بن محمد اسدی نے کہا کہ جو کچھ بھی اس کو سفیان سے پہنچا وہ مہران پر موقوف ہے اور جو اس کو منصور سے

---

(1)(مـيـزان الأعـتـدال ١٢٧،١٢٦/٩ (٧٤٥٩) ،وفي نـسـخـة : ٥٣٠/٣، ترجمة: محمد بن حميد الرازى).

(2)(تقريب التهذيب ١٦٥/٢ ، ترجمة: محمد بن حميد بن حيان الرازى).

منصور يحيله على عمرو بن أبي قيس ثم قال : كل شيء كان يحدثنا ابن حميد كنا نتهمه فيه.....(1)

پہنچا وہ عمرو بن ابی قیس پر موقوف ہے، پھر کہا کہ ابن حمید ہم سے جو بھی بیان کرتا ہم اس میں ہی اس کو متہم قرار دیتے تھے۔

راوی نمبر (۲):

مهران بن أبي عمر.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

في حديثه اضطراب (2). اس کی حدیث میں اضطراب ہے۔

امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

صدوق إلا أن أكثر روايته عن سفيان خطأ قاله عثمان.(3)

سچا ہے مگر سفیان سے اس کی اکثر روایات خطاء ہیں یہ عثمان نے کہا۔

امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

وقال النسائي : ليس بالقوي .وقال اور امام نسائی نے کہا کہ قوی نہیں ہے، حسین

---

(1)(تهذيب التهذيب ۵/۵۴۷ تا ۵۵۰

وانظر: تهذيب الكمال ۲۵/۱۰۰ تا ۱۰۸، المغني في الضعفا ۲/۵۷۳، والضعفاء والمتروكين لابن الجوزي ۳/۵۳، والتاريخ بغداد ۲/۲۵۹ تا ۲۶۴، والضعفاء الكبير للعقيلي ۳/۶۱(۱۶۱۲) والجرح والتعديل ۷/۲۳۲ والمجروحين لابن حبان ۲/۳۰۳-۳۰۳، والوافي بالوفيات ۲۸/۳، والسير اعلام النبلاء ۸/۲۹۳۔۲۹۴، وغيرهم .ترجمة: محمد بن حميد بن حيان،أبو عبد الله الرازى .)

(2)(التاريخ الكبير ۷/۳۰۴ (۱۸۸۱)، ترجمة: مهران بن أبي عمر الرازى .)

(3)(تاريخ اسماء الثقات ۳۱۵ (۱۳۶۹) ، ترجمة: مهران بن أبي عمر الرازى .)

الحسين بن حسن الرازي عن ابن معين كتبت عنه وكان شيخا مسلما وعنده غلط كثير في حديث سفيان وضعفه إبراهيم بن موسى الفراء . (1)

بن حسن رازی ابن معین سے روایت کرتے ہیں کہ میں اس سے لکھتا تھا اور وہ مسلمان شیخ تھا اور سفیان کی احادیث میں اس کے پاس بہت غلطیاں تھیں۔ اور ابراہیم بن موسیٰ فراء اس کی تضعیف کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

وقال البخاري سمعت إبراهيم بن موسى يضعف مهران وقال في حديثه اضطراب ...وقال الحاكم أبو احمد ليس بالمتين عندهم وقال الساجي في حديثه إضطراب وهو من أكثر أصحاب الثوري عنه رواية وقال العقيلي : روى عن الثوري أحاديث لا يتابع عليها ...(2)

اور امام بخاری نے کہا کہ میں نے ابراہیم بن موسیٰ سے سنا، وہ مہران کی تضعیف کرتے اور فرمایا: اس کی حدیث میں اضطراب ہے، اور ابو احمد الحاکم نے کہا کہ یہ اُن کے نزدیک مضبوط نہیں ہے، اور امام ساجی نے کہا کہ اس کی حدیث میں اضطراب ہے، اور یہ اکثر امام ثوری اور ان کے اصحاب سے روایت کرتا ہے اور امام عقیلی نے فرمایا: ثوری سے روایت کردہ احادیث میں اس کا کوئی متابع نہیں۔

---

(1) (ميزان الإعتدال ٥٣٢/٦(٨٨٣٥)، ترجمة : مهران بن أبي عمر الرازي العطار.)

(2)(تهذيب التهذيب ٤٣٨/٦(٨١٢٨)،ترجمة: مهران بن أبي عمر العطار،أبو عبد الله .

وانظر: الضعفاء الصغير للبخاري ١١١/١(٣٦٦)، الضعفاء الكبير للعقيلي ٢٢٩/٤ (١٨٢٠) الكامل في الضعفاء لإبن عدي ٣٦٢/٦(١٩٤٢)، الضعفاء والمتروكين لإبن الجوزي ١٤٣/٣(٣٤٣٦) ،الكاشف ٣٠٠/٢(٥٦٦٧) تهذيب الكمال ٥٩٦/٢٨ =

راوی نمبر (۳):

موسی، هو بن عبيدة بن نشيط الزبدي أبو عبد العزيز

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں کہتے ہیں:

أبو عبد العزيز المدني ضعيف ..(1) ابوعبدالعزیز مدنی ضعیف۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

,,ضعيف الحديث ،،(2). ضعیف حدیث والا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

منكر الحديث .(3) یعنی منکر الحدیث ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

منكر الحديث.(4). یعنی منکر الحدیث ہے۔اور یحیٰ نے کہا کہ کوئی

وقال يحيىٰ : ليس بشيء وقال مرة چیز نہیں، اور ایک بار کہا: ضعیف، اور ایک

ضعيف وقال مرة لا يحتج بحديثه و مرتبہ کہا: اس کی حدیث سے احتجاج نہیں

قال مرة ليس بالكذوب ولكنه روى کیا جائے گا، اور ایک بار کہا کہ جھوٹا نہیں

أحاديث مناكير وقال أبو حاتم الرازي اور لیکن اس کی احادیث منکر ہیں،

= ۵۹۷ ، كتاب الثقات لابن حبان ۵۲۳/۷، والجرح والتعديل لابن أبي حاتم ۳۰۱/۸ وغيرهم)

(1)(تقريب ۲۹۰/۲)، ترجمة: موسى بن عبيدة بن نشيط، أبو عبد العزيز المدني .

(2)(الكنى ۶۳۹/۱ (۲۶۰۱).

(3)(التاريخ الكبير ۱۶۸/۷ (۱۲۴۲) ترجمة: موسى بن عبيدة بن نشيط، أبو عبد العزيز)

(4)(التاريخ الأوسط للبخارى ۱۷۶ (۱۹۱۷) والضعفاء الصغير ۱۳۱(۳۴۵) .

منكر الحديث، وقال علي بن الجنيد متروك الحديث، وقال النسائي والدارقطني ضعيف .(1)

اورابوحاتم رازی نے کہا: منکرالحدیث، اور علی بن جنید نے کہا کہ متروک الحدیث، اور نسائی اوردارقطنی نے کہا کہ ضعیف ہے۔

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے "جامع البیان " میں اس آیت کی تفسیر میں کئی روایات بیان کی ہیں لیکن ان کی تفسیر میں صرف ایک یہی روایت ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ وہ نیک وصالح لوگوں کے مجسمے تھے جن کو بعد میں معبود بنالیا گیا۔

جب کہ مذکورہ بالا اقوالِ محدثین سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ اس روایت کے دو راوی ضعیف ہیں اور ایک پر جھوٹ کی تہمت ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ یہ روایت سخت ترین ضعیف ہی نہیں بلکہ موضوع ہے۔

اسی طرح امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تفسیر میں اس آیت کی تفسیر میں ایک روایت ایسی بیان کی ہے جس میں "ود" کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمان نیک آدمی تھا۔

تو آیئے اس روایت کو سند و متن کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں:

---

(1)(الضعفاء والمتروكين ٣/١٣٧ (٣٣٦١).

وانظر: ميزان الإعتدال ٦/٥٥١ (٨٩٠٢) و الكامل في الضعفاء لابن عدى ٦/٣٣٣ (١٨١٣) كتاب الضعفاء لأبي نعيم ١٣٥(٢٠٢) و الكشف الحثيث ٢٦٣(٧٩٦) والضعفاء الكبير للعقيلي ٣/١٢٠ (١٧٣٢) والمجروحين لا بن حبان ٢/٢٣٣ (٩٠٧) تهذيب التهذيب ١/١٧٠(٣٦٢) و ١٠/٣١٨(٦٣٦)والجرح والتعديل ٨/١٥١ (٦٨٦)،وغيرهم . ترجمة : موسى بن عبيدة بن نشيط ، أبو عبد العزيز الزبدى).

حدثنا أحمد بن منصور ،(هو الرمادي)،حدثنا الحسن بن موسى ، (هو الأشيب أبو علي البغدادي قاضي طبرستان) ،حدثنا يعقوب ،(هو بن عبد الله القمي) عن أبي المطهر قال ذكروا عند أبي جعفر وهو قائم يصلي يزيد بن المهلب قال : فلما إنفتل من صلاته قال : ذكرتم يزيد بن المهلب اما إنه قتل في أول أرض عبد فيها غير الله قال : ثم ذكر ودا قال: وكان ود رجلا مسلما وكان محببا في قومه فلما مات عسكوا حول قبره في أرض بابل وجزعوا عليه .فلما رأى إبليس جزعهم عليه تشبه في صورة إنسان ، ثم قال : إني أرى جزعكم على هذا الرجل ، فهل لكم أن أصور لكم مثله فيكون في ناديكم فتذكرونه ؟ قالوا:نعم .فصورلهم مثله قال :

بسندِ مذکورابوالمطہر نے کہا کہ حضرت امام ابو جعفر نماز پڑھ رہے تھے کسی نے یزید بن مہلب کاذکرکیا،جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا:تم نے یزید بن مہلب کا ذکر کیا ہے،جس زمین میں سب سے پہلے قتل ہوا اُسی میں غیراللہ کی عبادت بھی کی گئی،پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ''ود'' کا ذکر کیا،فرمایا: وہ ایک مسلمان آدمی تھااوراپنی قوم میں محبوب ترین تھا،جب فوت ہوگیاتو اُس کی قوم نے اُس کی قبر کے پاس شہر بابل میں اکٹھے ہوکرواویلا شروع کر دیا۔ پس جب ابلیس نے اُن کی آہ و فغاں سنی تو انسانی شکل میں ظاہرہوا اور کہا: بے شک میں تمہاری جزع وفزع اس آدمی کے بارے میں دیکھ رہاہوں، کیا میں تمہیں اُس کی صورت نہ بنادوں ؟ تا کہ تم اُس کواپنی مجلسوں میں یادکرتے رہو، اُنہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے،تو شیطان نے اُن کے لئے اُسی کی مثل صورت بنا دی ۔

ووضعوه في ناديهم وجعلوا يذكرونه فلما رأى مابهم من ذكره قال : هل لكم أن أجعل في منزل كل واحد منكم تمثالا مثله ، فيكون له في بيته فتذكرونه ؟ قالوا : نعم . فمثل لكل أهل بيت تمثالا مثله ، فاقبلوا فجعلوا يذكرونه به ،قال: وأدرك أبناؤهم فجعلوا يرون ما يصنعون به وتناسلوا ودرس أمر ذكرهم إياه حتى اتخذوه إلهـا يعبدونه من دون الله أولاد أولادهم ، فكان أول ما عبد غير الله : الصنم الذي سموه ودا . (1)

اس نے کہا: رکھ لواس کو اپنی مجالس میں اور یاد کیا کرو، پس جب اُس نے دیکھا کہ باقی کے پاس کوئی چیز نہیں جس کو وہ یاد کریں، تو اس نے کہا: کیا میں تمہارے ہر ایک کے لئے اس کی مثال نہ بنادوں؟ پس وہ اس کے گھر میں ہو تو وہ اس کو یاد کرتے رہیں۔ اُنہوں نے کہا ٹھیک ہے، تو اس نے اس کی شکل ہر گھر کے لئے تمثیل بنادی، پس وہ خوش ہوگئے اور ان کی یاد میں مشغول ہوگئے۔ فرمایا: پس اُن کی اولاد نے جب اُن کو دیکھا تو اُنہوں نے بھی ویسے ہی کرنا شروع کر دیا اور وہ نسل در نسل اس کا ذکر کرتے آئے یہاں تک کہ اُنہوں نے اس بت کو اپنا معبود بنالیا، اور اُس کی اللہ کے سوا عبادت کرنی شروع کردی اُن کی اولاد کی اولاد نے۔ پس یہ وہ پہلا تھا جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی گئی۔ اس بت کا نام انہوں نے ''ود'' رکھا۔

اس روایت میں ایک راوی یعقوب بن عبداللہ القمی ہے جس کی توثیق بھی کی گئی ہے اور

(1)(تفسیر ابن ابی حاتم ۱۰/۳۳۷۵, ۳۳۷۶(۱۸۹۹۷) تفسیر سورة نوح .)

اس پر جرح بھی کی گئی ہے۔
یعقوب بن عبداللہ قمی کے مشائخ میں مجھے کہیں بھی ابو مطہر کنیت کا کوئی آدمی نہیں ملا جس کی ملاقات یعقوب بن عبداللہ اور ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین سے ثابت ہو۔
پس یہ راوی مجہول ہے اور مجہول راوی کی وجہ سے غیر مقلدین کے پاکستانی محدث و ذہبی زماں حافظ زبیر علیزئی نے ''اصول حدیث کی بعض اصطلاحات اور ان کا تعارف،، کرواتے ہوئے لکھا کہ:
''مجہول: جس راوی کا ثقہ (قابل اعتماد) اور صدوق (سچا) ہونا معلوم نہ ہو وہ مجہول کہلاتا ہے۔ مجہول کی دو قسمیں ہیں (۱) مجہول العین (۲) مجہول الحال یعنی مستور۔ مجہول العین ہو یا مجہول الحال دونوں کی بیان کردہ روایت ضعیف ہوتی ہے۔(1)
اسی طرح علیزئی صاحب اور کئی غیر مقلدین نے کئی مقامات پر روایات کو صرف کسی راوی کی جہالت کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔
لہٰذا غیر مقلدین کے علیزئی صاحب کے بیان کردہ اصول کے مطابق یہ روایت جہالت راوی کی وجہ سے ضعیف قرار پائی۔
پھر اس میں ایک راوی یعقوب بن عبداللہ قمی بھی ہے جو کہ مختلف فیہ ہے۔ اگر ابو مطہر کی تعدیل و توثیق اور ملاقات ثابت بھی ہو جائے تب بھی یہ روایت اس سند سے صحیح ثابت نہیں ہو سکتی۔ واللہ اعلم۔

---

(1) (ماہنامہ الحدیث شمارہ نمبر ۲۵ صفحہ ۴۳)

کیا یہ حضرت آدم یا شیث علیہما السلام کے بیٹے تھے؟

وہ روایات جن میں یہ ہے کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے تھے یا حضرت شیث علیہ السلام کو ہی ود، اور ھبۃ اللہ کہا جاتا تھا، یا یہ حضرت شیث علیہ السلام کے بیٹے تھے وغیرہ وغیرہ۔ ان سے بھی یہ باور کروانے کی کوشش کی جاتی ہے یہ لوگ صالحین ہیں جن کے بت بنائے گئے اور بعد میں ان کی عبادت ہونے لگی۔

پس ہم اس بارے میں بیان کی جانے والی روایات کا بھی جائزہ لیتے ہیں کہ ان کی فنی حیثیت کیا ہے۔

تاريخ مدينة دمشق الكبير

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیث علیہ السلام کے ترجمہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مندرجہ ذیل سند و متن سے روایت کی ہے:

أخبرنا أبو الحسن علي بن بركات بن إبراهيم الخشوعي في كتابه نا أبو بكر احمد بن علي بن ثابت ، انا أبو الحسن محمد بن أحمد بن محمد ، أنبأ عثمان بن أحمد بن عبد الله ، و أحمد بن سيدي بن الحسن ، قال : ثنا الحسن بن علي القطان ،نا إسماعيل بن عيسى العطار ، أنبأ إسحاق بن بشر قال :وأخبرني جويبر ومقاتل ،

بسندِ مذکور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے چالیس بچے تھے، جن میں بیس بیٹیاں اور بیس بیٹے تھے، اُن میں سے جنہوں نے طویل عمریں پائیں وہ ہابیل، قابیل، صالح، عبدالرحمٰن وہ جن کا نام عبدالحارث تھا، اور ''ود''، ''ود'' کو ہی شیث اور ھبۃ اللہ کہا جاتا تھا۔ اور تمام بھائیوں کی سیادت ان کے سپرد تھی، اور ان کے بیٹے سواع ، یغوث ،

عن الضحاک ، عن ابن عباس أنه قال ولد آدم أربعون ولدا : عشرون غلاما وعشرون جارية ، فكان ممن عاش منهم : هابيل ، وقابيل ،وصالح ، وعبد الرحمن ، فالذي كان سماه عبد الحارث ، وود وكان ود يقال له شيث ، ويقال : هبة الله ، وكان إخوته قد سودوه ،وولد له سواع ، ويغوث ، و يعوق ، ونسرا قالوا : بإسنادهم ان الله امره أن يفرق بينهم في النكاح ، اخت هذا من هذا واخت هذا من هذا .(1)

یعوق ،اور نسر تھے اُنہوں نے کہا:اللہ تعالی نے اُن کوحکم دیا کہ ان کے نکاح میں تفریق کریں ،ایک جوڑے کی بہن دوسرے جوڑے کے بھائی سے،اوردوسرے کی پہلے کے ساتھ۔

أوّلاً: اس روایت کی سند کے راویوں کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں:

راوی نمبر (۱)

إسحاق بن بشربن محمد بن عبد الله، أبو حذيفة البخاری

امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مجهول ، حدث بمناكير .(2)

مجہول ہے اور منکر روایات بیان کرتا ہے۔

---

(1) (تاريخ دمشق الكبير ۲۳/۲۲۳)

(2) (كتاب الضعفاء الكبير ۱/۱۱۳(۱۱۴)

امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال الشيخ :وهذه الأحاديث مع غيرها مما يرويه إسحاق بن بشر هذا غير محفوظة كلها.وأحاديثه منكرة اما إسنادا أو متنا،لا يتابعه احد عليها . (1)

شیخ نے فرمایا کہ یہ احادیث اور دوسری جن کو اسحاق بن بشر نے روایت کیا وہ تمام غیر محفوظ ہیں اور اس کی احادیث منکر ہیں سنداً ،متناً، اور اس پر اس کا کوئی متابع نہیں۔

امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حدث عن : محمد بن إسحاق بن يسار ...وخلق من أئمة أهل العلم أحاديث باطلة ...وعن احمد بن سيار بن أيوب يقول : وكان ببخارى شيخ يقال له أبو حذيفة إسحاق بن بشر القرشي ، وكان صنف في بدء الخلق كتابا وفيه أحاديث ليست لها أصول وكان يتعرض فيروي عن قوم ليسوا ممن يدركهم مثله فإذا سألوه عن آخرين دونهم يقول ومن اين ادركت هؤلاء ؟ وهو يروي عمن فوقهم ! وكانت فيه غفلة ،مع أنه

یعنی یہ محمد بن اسحاق بن یسار ۔۔۔اور آئمہ اہل علم کی ایک جماعت سے باطل احادیث روایت کرتا ہے اور احمد بن سیار بن ایوب سے روایت کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ بخاری شیخ تھا، اس کو ابو حذیفہ اسحاق بن بشر قرشی کہتے تھے اور اس نے ابتدائے خلق پر ایک کتاب لکھی تھی اور اس میں ایسی احادیث بیان کی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے،اور جب اُس پر وہ روایات پیش کی جاتیں جو وہ ان لوگوں سے روایت کرتا جن کو اُس نے نہیں پایا،یا اُن کی مثل، پس جب اُس سے سوال کیا جاتا کہ تو نے ان کو کہاں پایا ہے؟ اور وہ ان سے

(1)(الكامل فى الضعفاء ١/٥٤٩(١٦٣)

يزن بحفظ. وسمعت إسحاق بن منصور يقول : قدم علينا ههنا ، وكان يحدث عن ابن طاوس و رجال كبار من التابعين ممن ماتوا قبل حميد الطويل قال :فقلنا له : كتبت عن حميد الطويل ؟ قال : ففزع فقال : جئتم تسخرون بي ؟ حميد عن أنس جدي لم يلق حميداً . قال : فقلنا : أنت تروي عمن مات قبل حميد بكذا وكذا سنة ! قال :فعلمنا ضعفه ، وانه لا يعلم ما يقول . ...عن عبد الله بن علي المديني قال : سمعت أبي يقول : أبو حذيفة الخراساني كذاب كان يحدث عن ابن طاوس . قال : فجاء وا إلى ابن عيينة فأخبروه بسنة فإذا ابن طاوس مات قبل أن يولد . ..عن أبي الفتح محمد بن الحسين الأزدي قال :إسحاق بن بشر أبو حذيفة متروك الحديث،

اُوپر والوں سے بیان کرتا، اور اس میں غفلت تھی اس کے ساتھ کہ وہ سوءِ حفظ کا مریض تھا، اور میں نے اسحاق بن منصور کو کہتے ہوئے سنا وہ کہتے تھے: جب وہ ہمارے پاس آتا اور وہ ابن طاؤس اور تابعین میں سے کبار رجال سے جو کہ حمید الطویل سے پہلے فوت ہو گئے تھے بیان کرتا، فرمایا ہم نے اس سے کہا تو حمید الطویل سے لکھتا ہے۔ فرمایا: گھبرا کر کہنے لگا کہ تم مجھ سے مذاق کرتے ہو، حمید حضرت انس سے روایت کرتے ہیں جبکہ میرے دادا بھی حمید سے نہیں ملے، فرمایا ہم نے کہا کہ تو تو ان سے روایت کرتا ہے جو حمید سے بھی پہلے فلاں فلاں سال میں فوت ہو گئے۔ کہا: پس ہم نے اس کے ضعف کو جان لیا اور بے شک وہ جو کہتا ہے اس کو جانتا نہیں۔ عبداللہ بن علی مدینی سے روایت ہے، فرمایا: میں نے اپنے والد سے سنا، وہ کہتے تھے کہ ابوحذیفہ خراسانی جھوٹا ہے، وہ ابن طاؤس سے بیان کرتا ہے، فرمایا پس وہ ابن عیینہ کے پاس گئے تو اس

ساقط رمي بالكذب ...عن أبو الحسن الدارقطني قال : إسحاق بن بشر أبو حذيفة متروك الحديث . (1)

کے سن کی خبر اُن کو دی، جب کہ ابن طاؤس تو اُس کی پیدائش سے بھی پہلے فوت ہو گیا تھا، ابوالفتح محمد بن حسین ازدی سے روایت ہے فرمایا اسحاق بن بشر متروک الحدیث، ساقط متہم بالکذب ہے، ابو الحسن دارقطنی سے روایت ہے، فرمایا: اسحاق بن بشر ابو حذیفہ متروک الحدیث ہے۔

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لم يتابع الدارابجردي على توثيق أبي حذيفة ..عن مسلم بن الحجاج يقول أبو حذيفة إسحاق بن بشر البخاري ترك الناس حديثه ...عن أبي بكر الخطيب قال : إسحاق بن بشر أبو حذيفة صاحب المبتداء والفتوح ...روى عنه تصانيفه إسماعيل بن عيسى البغدادى العطار وغير واحد من البخاريين ، وكان غير ثقة ...(2)

یعنی کسی نے دارابجردی کی متابعت نہیں کی ابو حذیفہ کی توثیق کرنے میں ۔۔ مسلم بن حجاج سے روایت ہے کہ ابو حذیفہ اسحاق بن بشر بخاری کی حدیث کو لوگوں نے ترک کر دیا تھا ابوبکر خطیب سے روایت ہے، فرمایا: اسحاق بن بشر ابو حذیفہ صاحب ,, المبتداء والفتوح ،،۔۔اس کی تصانیف اس سے صرف اسماعیل بن عیسی بغدادی عطار نے بخاریوں میں سے روایت کی ہیں، اور وہ غیر ثقہ تھا۔

---

(1)(تاريخ بغداد ٥/٢٢٣، ٢٢٥ (٣٣٢٩) بتصرف.ترجمة إسحاق بن بشر أبو حذيفه)

(2)(تاريخ مدينة دمشق ١٨٧/٨، ١٨٨، ١٨٩ . بتصرف.ترجمة إسحاق بن بشر)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الشیخ ، العالم ، القصاص ، الضعیف التالف ...مصنف کتاب (المبتداء) و ھو کتاب مشھور فی مجلدتین ، ینقل منه ابن جریر فمن دونه ، حدث فیه ببلایا وموضوعات ...قلت: لا یفرح بتوثیق ھذاالرجل ، فالحدیث کما تشاھد باطل . قال مسلم : أبو حذیفة ترکوا حدیثه . وقال ابن المدینی : کذاب ، کان یحدث عن ابن طاوس. وابن طاوس مات قبل أن یولد . وقال الدارقطنی : متروک الحدیث . وقال أحمد بن سیار : یروی عمن لم یدرک ، وکان یزن بحفظ . وقال ابن حبان : کان یضع الحدیث علی الثقات ...(1)

یعنی شیخ، عالم، قصہ گو، ضعیف، تالف، کتاب "المبتداء" کا مصنف اور دو دو جلدوں میں مشہور کتاب ہے۔اس سے ابن جریر اور اُس کے سوا نے اس کو نقل کیا ہے، اس میں بلایا اور موضوعات بیان کی گئی ہیں۔ میں کہتا ہوں امام مسلم نے کہا: ابو حذیفہ، اُنہوں نے اس کی حدیث کو ترک کر دیا۔اور ابن مدینی نے کہا جھوٹا ہے، وہ ابن طاوس سے بیان کرتا تھا اور ابن طاوس اُس کی پیدائش سے پہلے فوت ہوگئے۔اور دارقطنی نے کہا: متروک الحدیث، اور احمد بن سیار نے کہا: وہ ان سے روایت کرتا جن کو نہیں ملا، وہ سوء حفظ کا مریض تھا۔اور ابن حبان نے کہا: وہ ثقات پر احادیث گھڑتا تھا۔

یہی امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

صاحب المبتداء ، مجمع علی ترکه ، صاحب "المبتداء" اس کے ترک پر

---

(1)(سیر اعلام النبلاء ۷/۲۷۳ ، ۲۷۴ (۱۲۲۶) أبو حذیفه البخاری ، إسحاق بن بشر)

وقد اتهم بالكذب، وقال المديني: كذاب. (1)

اجماع ہے اور تحقیق متہم ہے جھوٹ کے ساتھ اور مدینی نے کہا کہ کذاب ہے۔

"میزان الاعتدال" میں فرماتے ہیں:

تركوه، وكذبه علي بن المديني وقال ابن حبان: لا يحل كتب حديثه إلا علـى جهة التعجب. وقال الدارقطني: كذاب متروك. قلت: يروي العظائم عن ابن إسحاق وابن جريج والثوري.. تفرد الدارابجردي بتوثيق أبي حذيفة فلم يلتفت إليه أحد لأن أبا حذيفة بين الأمر لا يخفى حاله على العميان (2).

اس کو ترک کر دیا گیا تھا اور علی بن مدینی نے اس کی تکذیب کی ہے اور ابن حبان نے کہا: اس کی روایت کو تعجب کے علاوہ لکھنا حلال نہیں، اور دارقطنی نے کہا: جھوٹا متروک ہے۔ میں کہتا ہوں وہ خطرناک قسم کی روایات ابن اسحاق، ابن جریج اور ثوری سے روایت کرتا ہے، اور ابو حذیفہ کی توثیق کرنے میں دارابجردی اکیلے ہیں۔ پس کسی نے بھی اس کی طرف التفات نہیں کیا، کیونکہ ابو حذیفہ واضح معاملہ والا ہے اس کا حال نابینوں پر بھی مخفی نہیں۔

"ديوان الضعفاء والمتروكين" میں فرماتے ہیں:

,,متروک متهم.,,(3).

متروک، متہم ہے۔

---

(1)(المغنى في الضعفاء ۱/۱۰۶ (۵۳۵) ترجمة :إسحاق بن بشر ، ابو حذيفه البخارى)

(2)(ميزان الإعتدال ۱/۳۳۵،۳۳٦(۷۴۰) ترجمة :إسحاق بن بشر ،ابوحذيفه البخارى

(3)(ديوان الضعفاء والمتروكين ۱/۲۷(۳۲۴)،ترجمة: إسحاق بن بشر.)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تركوه، وكذبه علي بن المديني. وقال ابن حبان: لا يحل كتب حديثه إلا على جهة التعجب. وقال الدارقطني: كذاب متروك. قلت يروي العظائم عن ابن إسحق وابن جريج والثوري .....وقال أبو بكر بن أبي شيبة: كذاب وقال النقاش: يضع الحديث وقال ابن الجوزي في الموضوعات: أجمعوا على أنه كذاب. وقال الخليلي في الإرشاد: اتهم بوضع الحديث. (1)

اس کو ترک کر دیا گیا تھا اور علی بن مدینی نے اس کی تکذیب کی ہے اور ابن حبان نے کہا: اس کی روایت کو تعجب کے علاوہ لکھنا حلال نہیں، اور دار قطنی نے کہا: جھوٹا متروک ہے۔ میں کہتا ہوں وہ خطرناک قسم کی روایات ابن اسحاق، ابن جریج اور ثوری سے روایت کرتا ہے، اور ابو بکر بن ابی شیبہ نے کہا جھوٹا ہے، اور نقاش نے کہا: حدیث وضع کرنے والا، اور ابن جوزی نے موضوعات میں کہا: اس پر اجماع ہے کہ یہ جھوٹا ہے، اور خلیلی نے ''الارشاد'' میں کہا کہ وضع حدیث سے متہم ہے۔

امام ابن عماد حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

روي عن إسماعيل بن خالد، وابن جريج، والكبار، فأكثر وأغرب، وأتى بالطامات، فتركوه. (2)

اسماعیل بن خالد سے اور ابن جریج اور کبار سے روایت کرتا ہے، پس اکثر و نادر اور لا یعنی لاتا ہے پس اس کو ترک کر دیا گیا۔

(1)(لسان الميزان ١/٥٤٠، ٥٤١، ٥٤٢(١١١٠)، ترجمة: إسحاق بن بشر.)

(2)(شذرات الذهب ٢/٩٠، وفيات: سنة٢٠٦)

وانظر: (معجم الأدباء للياقوت الحموى ٢/١٦٢، ١٦٣(٢٢٣)، كتاب الوافي = =

راوی نمبر (۲):

إسماعيل بن عيسى البغدادي العطار

گوکہ امام ابن حبان اور خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہما وغیر ہما نے اس کی توثیق کی ہے لیکن ازدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تضعیف کی ہے۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

,, ضعفه الأزدي وصححه غيره . وهو الذي يروي " المبتداء" عن أبي حذيفة البخاري .(1)

یعنی ازدی نے اس کی تضعیف کی ہے اور اس کے غیر نے اس کی تصحیح کی ہے، وہ ,,المبتداء،، ابوحذیفہ بخاری سے روایت کرتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

,,ضعفه الأزدي وصلحه غيره ...(2)

اس کی امام ازدی نے تضعیف اور اس کے غیر نے اصلاح کی ہے۔

راوی نمبر (۳):

علی بن بركات بن إبراهيم الخشوعي۔

= = بالوفيات ٨/٢٦٤ (١٥١١) ، الضعفاء والمتروكين للدارقطني ٦١، الإرشاد للخليلي ٣/٩٥٤ (٨٨٩)، المجروحين لابن حبان ١/١٣٥ ، الضعفاء والمتروكين لابن الجوزي ١/٩٩ (٣٠٧) .

(1)(ميزان الاعتدال ١/٣٠٥(٩٢٥) ترجمة ، إسماعيل بن عيسى العطار .

(2)(لسان الميزان ١/٦٥٧(١٣٣٩) ترجمة ، إسماعيل بن عيسى العطار .

وانظر : تاريخ بغداد ٦/٢٦٢(٣٢٩٣) ،الثقات لابن حبان ٨/٩٩ ، الجرح والتعديل ١/١٩١(٦٤٩) .

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

,,وکان حمالا في فنادق الطعام ، ولم یکن الحدیث من شانه . وحکی لي إبنه : انه کان یدخل الحمام بغیر مئزر .(1)	اور بہت زیادہ کھانا اٹھانے والا اور اس کا مرتبہ حدیث بیان کرنا نہیں، اور مجھ سے اس کے بیٹے نے بیان کیا کہ حمام میں بغیر تہبند کے داخل ہوجاتا تھا۔

مندرجہ بالا اقوال محدثین سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ روایت سخت ضعیف ہی نہیں بلکہ موضوع ہے۔

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ ہی مندرجہ ذیل سند و متن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

,,أخبرنا أبو البرکات عبد الوهاب بن المبارک الحافظ،أنا أحمد بن الحسن المعدل قالا:أنا أبو القاسم عبد الملک بن محمد،أنا محمد بن أحمد بن الحسن ، أنا محمد بن عثمان بن أبي شیبة ، نا المنجاب بن الحارث ، أنا عبد الرحمن بن مالک بن مغول عن عبد الله بن مسلم بن هرمز عن سعید بن جبیر عن ابن	بسندِ مذکور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے،فرمایا کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے تھے ، ود ، سواع ،یغوث،یعوق،اورنسر۔سب سے بڑا یغوث تھا ، پس حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے بیٹو! چلے جاؤ، اگر کوئی فرشتوں میں سے ملے تو اُس کو کہو میرے لئے جنت سے کھانے پینے کا اہتمام کرے، پس وہ چل پڑا،تو کعبہ کے پاس اس سے جبرائیل علیہ

(1)(تاریخ دمشق الکبیر ۲۸۰/۴۱) ترجمة : علي بن برکات بن إبراهیم) .

عباس قال: كان لآدم عليه السلام: بنون ود وسواع ويغوث ويعوق و نسر، فكان أكبرهم يغوث فقال له: يا بني انطلق فان لقيت أحدا من الملائكة فمره يجيئني بطعام من الجنة وشراب من شرابها، قال: فانطلق فلقي جبريل عليه السلام بالكعبة فسأله ذلك، قال: ارجع فان أباك يموت، فرجعا فوجداه يجود بنفسه قال: فوليه جبريل فجاءه بكفن وحنوط وسدر ثم قال: يا بني آدم أترون ما أصنع بأبيكم فاصنعوه بموتاكم، فغسلوه وكفنوه وحنطوه ثم حملوه إلى الكعبة فأمر جبريل يصلي عليه، فعرف فضل جبريل يومئذ على الملائكة فكبر عليه أربعا، ووضعوه مما يلي القبلة عند القبور ودفنوه في مسجد الخيف. (1)

السلام کی ملاقات ہوئی تو اُس نے اس کے بارے میں سوال کیا اور جبرائیل نے کہا: واپس چلے جاؤ تمہارا باپ فوت ہو چکا ہے، پس وہ واپس لوٹا تو اس نے اپنے باپ کو اس حال میں پایا کہ وہ وفات پا چکے تھے۔ فرمایا: جبرائیل علیہ السلام ان کے پاس ان کی تولیت کے لئے کفن اور بخورات اور بیری کے پتے لے کر آئے، پھر فرمایا: اے آدم کے بیٹو! کیا تم نے دیکھا جو میں نے تمہارے باپ کے ساتھ کیا ہے، پس تم اپنے مردوں کے ساتھ ایسا کرنا، تو اُنہوں نے اُس کو غسل دیا اور کفن پہنایا اور خوشبو لگائی، پھر کعبہ کی طرف اٹھا کر لے گئے، پس جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ ان پر نمازِ جنازہ پڑھائیں، پس اُس دن سے جبرائیل علیہ السلام کی فضیلت تمام فرشتوں پر ظاہر ہوگئی، پس جبرائیل علیہ السلام نے ان پر چار تکبیریں پڑھیں، اور اُن کو اُٹھا کر قبلہ کے پاس لے گئے اور ان کو مسجدِ خیف میں دفن کر دیا

(1) تاريخ مدينة دمشق ۷/۴۵۷، ۴۵۸، ترجمة: آدم نبي الله يكنى أبا محمد،

اس روایت کی سند کے راویوں کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں:

راوی نمبر (۱)

عبد الله بن مسلم بن هرمز

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وقال أحمد : ليس بشيء ضعيف الحديث،وقال يحيٰى بن معين : ضعيف وقال أبو حاتم :ليس بقوي يكتب حديثه.(1)

اور امام احمد نے کہا: ضعیف الحدیث، کوئی چیز نہیں، اور یحیٰی بن معین نے کہا کہ ضعیف ہے، اور ابو حاتم نے کہا: قوی نہیں ہے، اس کی حدیث لکھی جائے گی۔

امام نسائی، امام ابوداود، امام بیہقی، امام دارقطنی، امام ذہبی، امام ہیثمی اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں:

"ضـــــــــــــــعيف.(2) یعنی ضعیف ہے۔

اس کے علاوہ اگر اس روایت کے اور کسی راوی میں کلام نہ بھی ہو تب بھی یہ روایت اس مقام کو نہیں پہنچتی کہ اس سے احتجاج کیا جائے کیونکہ محدثین کے نزدیک یہ ضعیف راوی ہے۔

جبکہ اس میں صرف ایک یہی نہیں بلکہ ایک اور راوی ہے جو کہ کذاب ہے لہذا یہ روایت صرف ضعیف ہی نہیں بلکہ موضوع ہے، ملاحظہ فرمائیں:

---

(1)(الجرح و التعديل لابن أبي حاتم ١٦٣/٥ (٧٥٨)

(2) انظر:(الكامل في الضعفاء لابن عدى ١٥٧/٣ ، تهذيب الكمال للمزي ١٦/ ١٣٢، الضعفاء والمتروكين لابن الجوزي ١٣٢/٢ ، تقريب التهذيب لابن حجر ٣٢٢/١، ٣٢٣، الكاشف للذهبي ٥٩٨/١ ، السنن الكبرى للبيهقي ٧٦/٥ (٩٠١٨) باب: استلام الركن اليماني بيده ، مجمع الزوائد للهيثمي ٢٢٠/٢، و ٢٤١/٣، و ١٣٨/٥) .

راوی نمبر (۲):

عبد الرحمن بن مالک بن مغول

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

,, ليس بشيء خرقنا حديثه منذ دهر من الدهر .(1) یہ کوئی چیز نہیں، ہم نے اس کی ہر دور کی احادیث جلا دی۔

امام یحیٰی بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

,, قد رأيته وليس هو بثقة .(2) یعنی میں نے اس کو دیکھا اور وہ ثقہ نہیں تھا۔

امام ابوحاتم، امام احمد اور امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں:

,, متروك الحديث .(3) یعنی متروک الحدیث ہے۔

امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

,, ليس بقوى .(4) یعنی قوی نہیں ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

,, حديثه ليس بشيء .(5) اس کی حدیث کوئی چیز نہیں ہے۔

---

(1)(الجرح والتعديل ۵/۳۳۸(۲۰۷ ۸) ، كتاب الضعفاء للعقيلي ۲/۳۵۵ (۹۳۸)، تاريخ بغداد ۸/۲۶۶ وفيه: مزقنا أحاديثه . لسان الميزان ۳/۲۸۹ (۵۰۷۷).

(2)(تاريخ الدورى ۲/۳۵۷، الجرح والتعديل ۵/۳۳۸(۲۰۷ ۸) ، كتاب الضعفاء للعقيلي ۲/۳۵۶ (۹۳۸)، تاريخ بغداد ۸/۲۶۶، لسان الميزان ۳/۲۹۰ (۵۰۷۷).

(3)(الجرح والتعديل ۵/۳۳۸(۲۰۷ ۸)،تاريخ بغداد ۸/۲۶۷ ،لسان الميزان ۳/۲۸۹،۲۹۰ (۵۰۷۷)، ميزان الإعتدال ۲/۳۱۱(۴۹۵۳)

(4) (الجرح والتعديل ۵/۳۳۸(۲۰۷ ۸) ، تاريخ بغداد ۸/۲۶۶، في ترجمته .

(5)(التاريخ الكبير ۵/۳۱۲(۱۷۳ ۱).

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

كذاب، وقال مرة يضع الحديث (1) — یعنی جھوٹا اور ایک بار کہا حدیث گھڑنے والا۔

امام نسائی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا:

,, ليس بثقة .(2) — یعنی ثقہ نہیں ہے۔

امام ابواسحاق الجوزجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

,,ضعيف الأمر جدا ،،(3) — سخت کمزور معاملہ والا ہے۔

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كان ممن يروى عن الثقات المقلوبات ما لا أصل له ،، (4)۔ — ثقات سے اُلٹی پلٹی روایات بیان کرتا جن کی کوئی اصل نہیں ہوتی تھی۔

امام ابوعبداللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

,, روى عن عبد الله بن عمر والأعمش أحاديث موضوعة .(5) — روایت کرتا ہے حضرت عبد اللہ بن عمر اور اعمش سے موضوع احادیث۔

---

(1) (لسان الميزان ۳/۲۹۰،المغنى في الضعفاء ۱/۲۱۰(۳۲۱۲)، تاريخ بغداد ۸/۲٦۷).

(2) (لسان الميزان ۳/۲۹۰ (۵۰۷۷) ميزان الاعتدال ۳/۳۱۱(۳۹۵۳) ، تاريخ بغداد ۸/۲٦۷).

(3) (احوال الرجال ۹۳(۱۳۷)، تاريخ بغداد ۸/۲٦۷،لسان الميزان ۳/۲۹۰ (۵۰۷۷).

(4) (كتاب المجروحين ۲/۲۲(۵۹۸)

(5) (المدخل الى الصحيح ۱۵۲ (۹۹)،لسان الميزان ۳/۲۹۰ (۵۰۷۷).

امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ علی بن حسین بن حبان سے روایت کرتے ہیں:

" قال : وجدت في كتاب أبي بخط يده قال : أبو زكريا عبد الرحمن بن مالك بن مغول وقد رأيته ههنا ليس هو بشيء. (1)	فرمایا: میں نے اپنے باپ کی کتاب میں ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا، اُنہوں نے کہا کہ اور تحقیق میں نے ابو زکریا عبد الرحمٰن بن مالک بن مغول کو دیکھا، اس مقام پر وہ کوئی چیز نہیں۔

امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ احمد بن محمد بن قاسم بن محرز سے روایت کرتے ہیں:

قال : سمعت يحيى بن معين يقول : عبد الرحمن بن مالك بن مغول كذاب.(2)	فرمایا: میں نے یحیٰی بن معین سے سنا، اُنہوں نے فرمایا کہ عبد الرحمٰن بن مالک بن مغول کذاب ہے۔

امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ محمد بن عمار موصلی سے روایت کرتے ہیں:

كان عبد الرحمن بن مالك بن مغول كذابا أفاكا ، لا يشك فيه أحد .(3)	یعنی عبد الرحمٰن بن مالک بن مغول، جھوٹ بولنے تہمت لگانے والا تھا، کسی کو بھی اس میں شک نہیں۔

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عبد الرحمن بن مالك بن مغول ، وهو كذاب .وقال في موضع الثاني :	یعنی عبد الرحمٰن بن مالک بن مغول، اور وہ جھوٹا ہے، اور دوسری جگہ فرمایا: میں کہتا ہوں اور وہ

(1)(تاريخ بغداد ۲٦٦/۸).

(2)(تاريخ بغداد ۲٦٦/۸).

(3)(تاريخ بغداد ۲٦٧/۸).

قلت : وهو متروک .(1)

متروک ہے۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یأتی بالطامات ،قال أبو داود : کان یضع الحدیث ، وقال احمد حرقت حدیثہ منذ دھر .(2)

مصیبتیں لانے والا ، امام ابو داود نے کہا : حدیث گھڑتا تھا، امام احمد نے کہا: ہم نے اس کی احادیث ہر دور کی جلادیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وقال أبو نعیم : روی عن الأعمش المناکیر لا شيء ، وذکرہ الساجی ، وابن الجارود ، وابن شاھین في الضعفاء .(3)

اور امام ابو نعیم نے کہا: اعمش سے مناکیر اور لاشی روایت کرتا، اور ساجی، ابن جارود اور ابن شاہین نے اس کو ضعفاء میں شمار کیا ہے۔

مذکورہ بالا اقوالِ محدثین سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ یہ روایت نہ صرف ضعیف ہے بلکہ یہ روایت مندرجہ بالا سند کے ساتھ موضوع ہے۔

---

(1)مجمع الزوائد ۱۹/۹ (۱۴۳۴۲)، و ۲۲/۹ (۱۴۳۶۱) .

(2) (دیوان الضعفاء والمتروکین ۱۰۳/۲ (۲۴۷۸).

(3)لسان المیزان ۲۹۰/۴ (۵۰۷۷) .

امام یاقوت الحموی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو المنذر رھشام بن محمد بن سائب کلبی سے بیان کیا ہے:

قال أبو المنذر هشام بن محمد كان ود وسواع ويغوث ويعوق ونسر أصنام قوم نوح وقوم ادريس عليهما السلام وانتقلت الى عمرو بن لحي كما نذكره هنا .قال اخبرني أبي عن أول عبادة الأصنام أن آدم عليه السلام لما مات جعله بنو شيث بن آدم في مغارة في الجبل الذي أهبط عليه بأرض الهند ويقال للجبل نوذ وهو اخصب جبل في الأرض يقال أمرع من نوذ واجدب من برهوت و برهوت واد بحضر موت قال فكان بنو شيث يأتون جسد آدم في المغارة و يعظمونه ويرحمون عليه فقال رجل من بني قابيل بن آدم يا بني قابيل ان لبني شيث دوارا يدورون حوله ويعظمونه وليس لكم شي فنحت لهم صنما فكان أول من عمله

ابو منذر ہشام بن محمد نے کہا کہ ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر حضرت نوح اور ادریس علیہما السلام کی قوم کی بت تھے، اور یہ عمرو بن لحی کی طرف منتقل ہوئے جیسا کہ ہم نقل کریں گے۔ کہا: میرے باپ نے مجھے سب سے پہلے بتوں کی پوجا کے بارے میں خبر دی، بے شک حضرت آدم علیہ السلام جب فوت ہو گئے تو شیث بن آدم کے بیٹوں نے ان کو اس غار میں اُتارا جو سرزمینِ ہند میں واقع ہے۔ اور اس کو جبل نوذ کہا جاتا ہے، وہ زمین میں سرسبز پہاڑ ہے، اس کو امرع من نوذ اور اجدب من برھوت بھی کہا جاتا ہے (یعنی نوذ اور برھوت پہاڑوں میں سے ایک ہے) اور برھوت ایک وادی کا نام ہے جو حضر موت کے ساتھ واقع ہے۔ کہا: جب حضرت شیث علیہ السلام کے بیٹوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے جسد کو غار میں رکھا اور اس کی تعظیم کرنے لگے اور اس پر رحم کی دعا کرنے لگے، پس اولاد قابیل بن

وكان ود وسواع ويغوث ويعوق
ونسر قوما صالحين ماتوا في شهر
فجزع عليهم اقاربهم فقال رجل من
بني قابيل يا قوم هل لكم أن أعمل
لكم خمسة أصنام على صورهم غير
أني لا أقدر أن أجعل فيها أرواحا قالوا
نعم فنحت لهم خمسة أصنام على
صورهم فنصبها فكان الرجل يأتي
أخاه وعمه وابن عمه فيعظمه و
يسعى حوله حتى ذهب ذلك القرن
الأول وكانت عملت على عهد يرد
بن مهلائيل بن قينان بن أنوس بن
شيث بن آدم ثم جاء من بعدهم القرن
آخر، يعظمونهم أشد تعظيما من
القرن الأول،ثم جاء من بعدهم القرن
الثالث فقالوا ما عظم أولونا هؤلاء إلا
وهم يرجون شفاعتهم عند الله
فعبدوهم وعظم أمرهم واشتد
كفرهم فبعث الله إليهم إدريس

آدم میں سے ایک آدمی نے کہا: اے قابیل
کے بیٹو! بے شک بنی شیث کے لئے دوار ہے
جس کے اردگرد وہ چکر لگاتے ہیں اور اُس کی
تعظیم کرتے ہیں اور تمہارے لئے کچھ بھی نہیں
ہے، پس میں تمہیں ایک صنم بنادیتا ہوں، پس
یہ اس کا پہلا کارنامہ تھا، اور ود، سواع اور
یغوث اور یعوق یہ نیک لوگ تھے یہ اسی مہینہ
میں مرگئے، تو اُن کے عزیزوں نے اُن پر
جزع وفزع کرنی شروع کردی، پس قابیل کی
اولاد میں سے ایک مرد نے کہا: اے میری
قوم! کیا تمہیں میں اِن پانچ کی صورتوں پر
بت نہ بنادوں، سواء اس کے کہ میں قدرت
نہیں رکھتا ان میں روح ڈالنے کی۔ اُنہوں
نے کہا ٹھیک ہے، پس اُس نے اُن کے لئے
اُن کی صورت کے پانچ بت بنادیے، تو اس
نے وہ نصب کردیے، پس جو بھی آتا وہ اپنے
بھائی اپنے چچا اور چچا کے بیٹوں کو لاتا، تو وہ
اس کی تعظیم کرتے تھے، اور اس کے اردگرد
چکر لگاتے تھے یہاں تک کہ ایک زمانہ

عليه السلام وهو أخنوخ بن يرد بن مهلائيل بن قينان نبيا فنهاهم عن عبادتها ودعاهم الى عبادة الله تعالى فكذبوه فرفعه الله مكانا عليا ولم يزل أمرهم يشتد فيها .(1)

زمانہ بیت گیا، اور یہ عمل یرد بن مہلائیل بن قینان بن انوس بن شیث بن آدم تک پہنچا، پھر دوسری صدی کے لوگ آئے جنہوں نے ان کی بہت زیادہ تعظیم کی، پہلی صدی والوں کے مقابلہ میں، پھر ان کے بعد تیسری صدی کے لوگ آئے اور اُنہوں نے کہا: ہمارے پہلوں نے ان کی تعظیم نہیں کی مگر وہ اللہ کے ہاں ان کی سفارش کی امید کرتے تھے، پس اُنہوں نے ان کی عبادت شروع کر دی، اور ان کا معاملہ بڑھ گیا اور ان کا کفر انتہاء کو پہنچ گیا، تو اللہ تعالی نے اُن کی طرف حضرت ادریس علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، وہ ادریس علیہ السلام کو نبی بنا کر جو بیٹے ہیں اخنوخ بن یرد بن مہلائیل بن قینان کے، پس اُنہوں نے ان کو اس سے منع کیا اور اللہ کی عبادت کی طرف بلایا، تو اُنہوں نے ان کو جھٹلا دیا، پس اللہ تعالی نے اُن کو اُٹھالیا بلندی کی طرف، اور ہمیشہ ان کا معاملہ سخت سے سخت تر ہوتا گیا۔

---

(1)(معجم البلدان ۸/۴۵۰، باب الواو والدال و ما يليهما)

یاد رہے! اس روایت کو کئی آئمہ تفاسیر و تواریخ نے بھی نقل کیا ہے، بعض نے اختصار کے ساتھ اور بعض نے طوالت کے ساتھ، بعض نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے اور بعض نے بیان نہیں کیا، یونہی امام ابن عساکر نے بھی تاریخ دمشق الکبیر میں حضرت شیث علیہ السلام کے ترجمہ میں کلبی کے طریق سے طویل بیان کیا لیکن اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا۔

یہ روایت اصل میں ہشام بن محمد بن سائب کلبی کے رسالہ ,, **الأصنام** ،، میں ہے اور ایسے ہی اس سے ملتی جلتی کئی روایات لیکن وہ تمام روایات جو اس رسالہ میں کلبی نے بیان کی ہیں ان کی حقیقت اور فنی حیثیت صرف اس کے بارے میں محدثین کے کلام کو ملاحظہ کرنے کے بعد واضح ہو جائے گی۔

اس روایت کو ہشام بن محمد بن سائب کلبی نے اپنے باپ کے واسطہ سے ابو صالح سے اور ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے۔

ہشام بن محمد بن سائب کلبی کے بارے میں آئمہ و محدثین کی آراء .

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

قلت : واتهمه الأصمعي .(1) میں کہتا ہوں، اصمعی نے اس پر تہمت لگائی ہے

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

وتركوه كأبيه :وكانا رافضيين .(2) اور اس کو ترک کر دیا گیا اس کے باپ کی طرح اور یہ دونوں رافضی تھے۔

یہی امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

---

(1)(لسان الميزان ۷/۲۷۲ (۹۰۱۳)، ترجمة : هشام بن محمد بن السائب الكلبي)

(2)(ديوان الضعفاء ۲/۴۱۹ (۴۴۷۳) ، ترجمة : هشام بن محمد بن السائب الكلبي)

تركوه ، وهو أخباري .(1)	اوراس کو ترک کر دیا گیا اور وہ اخباری ہے۔

یہی امام ذہبی اور ابن عماد رحمۃ اللہ علیہما اس کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

وكان حافظا علامة إلا أنه متروك الحديث ، فيه رفض .(2)	اور یہ حافظ اور علامہ مگر متروک الحدیث تھا، اور اس میں رفض تھا۔

یہی امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

العلامة ، الأخباری ، النسابة الأوحد أبو المنذر هشام ابن الأخباری الباهر محمد بن السائب بن بشر الكلبی ، الكوفی ،الشيعی ، أحد المتروكين كأبيه .(3)	علامہ اخباری نسب بیان کرنے میں ماہر تھا ابو منذر ہشام ابن الاخباری الباھر محمد بن سائب بن بشر کلبی، کوفی، شیعہ، اپنے باپ کی طرح، متروکین میں سے ایک تھا۔
"وقال الدارقطنی ، وغيره : متروک الحديث . وقال ابن عساكر : رافضی ، ليس بثقة .(4)	اور امام دارقطنی وغیرہ نے کہا کہ متروک الحدیث ہے، اور ابن عساکر نے کہا کہ رافضی غیر ثقہ تھا۔

امام ابن حبان اور سمعانی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں:

يروی عن أبيه، ومعروف مولی سليمان	اپنے باپ، معروف مولی سلیمان اور عراقیوں

(1)(المغنی فی الضعفاء ۲/۷۴۹(۶۷۵۷)ترجمة: هشام بن محمد بن السائب الكلبی)

(2)(العبر فی خبر من غبر وفيات ۲۰۴)،وشذرات الذهب ۲/۸۶،وفيات : سنة ۲۰۴ ، ترجمة : هشام بن محمد بن السائب الكلبی).

(3)(سير اعلام النبلاء ۷/۳۷۱(۱۶۷۲) ترجمة : هشام بن محمد بن السائب الكلبی.

(4) (سير اعلام النبلاء ۷/۳۷۱(۱۶۷۲)،و الضعفاء للدارقطنی (۵۶۳) .

والعراقيين ، العجائب والأخبار التي لا أصول لها ...وكان غاليا في التشيع ، أخباره في الأغلوطات أشهر من أن يحتاج إلى الاغراق في وصفها .(1)

سے روایت کرتا تھا عجوبے اور ایسی خبریں جن کی کوئی اصل نہیں تھی۔اور شیعیت میں غالی تھا اور اس کی خبریں اغلاطات میں سے تھیں اور مبالغہ آرائی میں وہ محتاج تعارف نہیں تھا۔

امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

..عبد الله بن أحمد قال : سمعت أبي يقول : هشام بن محمد بن السائب الكلبي من يحدث عنه ؟ انما هو صاحب نسب و سمر ، ما ظننت أن احدا يحدث عنه .(2)

عبد اللہ بن احمد نے فرمایا میں نے اپنے باپ سے سنا وہ فرماتے تھے ہشام بن محمد بن سائب کلبی اس سے کون بیان کرے ؟ بیشک وہ صاحب نسب اور کہانیاں سنانے میں ماہر تھا ،میرے گمان میں کسی نے اس سے بیان نہیں کیا۔

امام نور الدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هشام بن محمد بن السائب الكلبي عن أبيه و كلاهما متروك .(3)

ہشام بن محمد بن سائب کلبی اپنے والد سے بیان کرتا ہے،اور وہ دونوں متروک تھے۔

ناصر الدین البانی غیر مقلد نے لکھا:

"هشام بن محمد بن السائب الكلبي

ہشام بن محمد بن سائب کلبی اور وہ متروک

---

(1)(كتاب المجروحين ٣٣٩/٢(١١٥٥) ترجمة: هشام بن محمد بن السائب الكلبي الأنساب للسمعاني ٦٣٩/٣ ،باب الكاف والام).

(2)(تاريخ بغداد ٧١/١٢(٧٣٨٧)، ترجمة : هشام بن محمد بن السائب الكلبي).

(3)(مجمع الزوائد ٨ ٣١٩ (١٣٩١١).

وهو متروک .(1) ہے۔

مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ ہشام بن محمد بن سائب کلبی کے بارے میں آئمہ فن کی آراء کافی سخت ہیں۔

اگر اس روایت کے کسی اور راوی پر کلام نہ بھی ہوتا تب بھی یہ روایت قابل احتجاج نہ تھی جبکہ اس کا باپ محمد بن سائب کلبی جس سے یہ روایت بیان کر رہا ہے اس کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں:

محمد بن سائب کلبی

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" ترکه یحیی بن سعید .(2) یحیٰی بن سعید نے اس کو ترک کر دیا تھا۔

یہی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" ترکه یحیی و ابن مهدی " (3) یحیٰی اور ابن مہدی نے اس کو ترک کر دیا تھا

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی جامع میں " کتاب التفسیر سورۃ المائدۃ " کی تفسیر میں ایک روایت ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

" ولیس إسناده بصحیح و أبو النضر الذی روی عنه محمد بن إسحاق هذا الحدیث هو عندی محمد بن السائب الکلبی یکنی أبا لنضر وقد ترکه أهل العلم بالحدیث ...(4)

اور اس کی سند صحیح نہیں ہے، اور ابونضر وہ جس سے محمد بن اسحاق نے روایت کی ہے، یہ حدیث جو میرے پاس ہے محمد بن سائب کلبی جس کی کنیت ابونضر تھی اور اس کو محدثین میں سے تمام اہل علم نے ترک کر دیا تھا۔

---

(1)(السلسلة الضعیفة ۲۹۳/۳(۱۱۵۱) . (2)(الضعفاء الصغیر ۲۹(۳۲۲).

(3)(التاریخ الأوسط ۱۷۳(۱۷۵۷)، والتاریخ الکبیر ۱۰۳/۱(۲۸۳).

(4)(السنن للترمذی صفحه ۷۰۳).

امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ليس بشيء "(1)

کوئی چیز نہیں ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں:

" احمد بن سليمان الرهاوی ، فيما كتب إلي ، قال : سمعت زيد ابن حباب يقول : سمعت سفيان الثوری يقول : عجبا لمن يروی عن الكلبی . نا عبد الرحمن ، قال : فذكرته لأبي ، وقلت له : أن الثوری يروی عن الكلبي ؟ قال : كان لا يقصد الرواية عنه ويحكی حكاية تعجبا ، فيعلقه من حضره ويجعلونه رواية عنه .... قال : سالت أبي عن محمد بن السائب الكلبي ، فقال : الناس مجتمعون على ترك حديثه لا يشتغل به هو ذاهب الحديث .(۱)

احمد بن سلیمان رہاوی نے میری طرف لکھا، جس میں کہا: میں نے زید بن حباب سے سنا، وہ کہتے تھے: میں نے سفیان ثوری سے سنا وہ کہتے تھے کہ اس پر تعجب ہے جو کلبی سے روایت کرتا ہے، عبد الرحمٰن نے کہا: میں نے اپنے والد کے سامنے اس کلبی کا ذکر کیا اور میں نے ان سے کہا کہ بے شک ثوری کلبی سے روایت کرتے ہیں، اُنہوں نے کہا: وہ اس سے روایت نہیں بلکہ تعجب والی حکایات بیان کرتے ہیں، پس وہ جو اس کے پاس ہوں ان کے لئے معلق کرتا ہے اور وہ اس کو اس سے روایت سمجھتے ہیں فرمایا میں نے اپنے باپ سے محمد بن سائب کلبی کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ لوگوں (محدثین)

---

(1)(تاريخ ابن معين برواية الدوري ۲/۵۱۷) .

(2)(الجرح والتعديل ۷/۲۷۰، ۲۷۱، ۱۳۰۲)

کا اس کی حدیث کے ترک پر اجماع ہے اس کے ساتھ ذاہب الحدیث کے علاوہ کوئی مشغول نہیں ہوتا۔

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"كنيته أبو النضر، من أهل الكوفة، وهو الذي عنه الثوري، ومحمد بن إسحاق، ويقولان: حدثنا أبو النضر حتى لا يعرف، وهو الذي كناه عطية العوفي أبا سعيد، وكان يقول: حدثني أبو سعيد، يريد به الكلبي، و يوهمون أنه أراد به أبا سعيد الخدري وكان الكلبي سبئيا من أصحاب عبدالله بن سبا، من أولئك الذين يقولون: إن عليا لم يمت، وأنه راجع إلى الدنيا، يملؤها عدلا كما ملئت جورا، وإن رأوا سحابة قالوا: أمير المؤمنين فيها، ومات الكلبي سنة ست وأربعين و مئة ...عن أبو عوانة، قال: سمعت الكلبي، يقول: كان

یعنی اس کی کنیت ابونضر اور وہ اہل کوفہ سے ہے اور اس سے ثوری اور محمد بن اسحاق روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: ہم سے ابونضر نے بیان کیا حتیٰ کہ یہ نہیں پہچانا گیا اور عطیہ عوفی نے اس کی کنیت ابوسعید رکھی اور وہ یوں کہتا کہ مجھ سے بیان کیا ابوسعید نے اور ارادہ کلبی کا کرتا تھا، اور محدثین وہم میں ڈالے گئے کہ کہیں اس سے مراد ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ تو نہیں، اور کلبی سبائی تھا، عبداللہ بن سبا کے اصحاب میں سے، جو یہ کہتے تھے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ فوت نہیں ہوئے، اور بے شک وہ دنیا کی طرف رجوع کرنے والے ہیں، اور وہ دنیا کو عدل سے بھر دیں گے، جیسا کہ ظلم سے بھری گئی ہے، اور دیکھا انہوں نے بادلوں کو اور کہنے لگے:

جبريل يملي الوحي على النبي ﷺ فلما دخل النبي ﷺ جعل يملي على علي...معتمر بن سليمان، قال: سمعت ليث بن أبي سليم، يقول : بالكوفة كذابان : الكلبي وذكر آخر معه....زائدة بن قدامة قال : أتيت الكلبي فسمعته يقول : أنسيت علمي، فأتيت آل محمد ﷺ فسقوني قعبا من لبن،فراجعني علمي، فقلت :يا كذاب لا سمعت منك شيئا أبدا ... حماد بن سلمة يقول : حدثنا الكلبي و كان والله غير ثقة ...عن ابي بكر بن عياش ، أنه ذكر الكلبي فقال : موبذ موبذان ...عن يحيى بن معين يقول : الكلبي ليس بشيء...قال أبو حاتم رضي الله عنه : الكلبي هذا مذهبه في الدين ووضوح الكذب فيه أظهر من أن يحتاج إلى الأغراق في وصفه .

اس میں امیر المؤمنین ہیں،اور کلبی ایک سو چھیالیس(۱۴۶ھ) میں مر گیا ، ابوعوانہ کہتے ہیں کہ سنا میں نے کلبی سے جو کہہ رہا تھا کہ جبرائیل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ پر وحی لاتے تھے،ایک روز نبی اکرم ﷺ قضائے حاجت کے لئے گئے تو جبرائیل علیہ السلام حضرت علی کے پاس آگئے (یعنی وحی ان کی طرف لے آئے)۔معتمر بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے لیث بن ابی سلیم سے سنا جو کہتے تھے:کوفہ میں دو جھوٹے رہتے ہیں،کلبی اور اس کے ساتھ دوسرے کا ذکر کیا،زائدہ بن قدامہ کہتے ہیں کہ میں کلبی کے پاس آیا،پس میں نے سنا اس سے جو کہہ رہا تھا کہ میں اپنا علم بھول گیا، تو میں آلِ محمد ﷺ کے در پر آیا تو اُنہوں نے مجھے دودھ کا بھرا ہوا پیالہ پلایا تو میرا علم میرے پاس لوٹ آیا ۔پس میں نے کہا: آئے بڑے جھوٹے میں تم سے کبھی بھی کچھ نہیں سنوں گا ،حماد بن سلمہ کہتے ہیں کہ ہم سے کلبی نے بیان کیا:اللہ کی قسم وہ غیر ثقہ تھا،

ابو بکر بن عیاش نے کلبی کا ذکر کیا اور کہا کہ مجوسیوں کا پروہت (یعنی پنڈت)، یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: کلبی کچھ نہیں ہے، ابو حاتم کہتے ہیں کہ کلبی اس کا مذہب دین میں سفید جھوٹ تھا اور مبالغہ آرائی میں بڑا ماہر تھا (1)

امام دارقطنی اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں:

" متروک الحدیث " (2) یعنی متروک الحدیث تھا۔

امام ابن عدی، سعدی سے اور امام جوزجانی رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں:

" کذاب ساقط ". (3) کذاب اور ساقط ہے

امام ابوجعفر عقیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"هم صنف من الرافضة أصحاب عبد الله بن سبا ...عن معاوية قال : سمعت يحيى قال : محمد بن السائب الكلبي ضعيف .(4)

وہ عبداللہ بن سبا کے ساتھیوں میں سے ایک تھا۔ معاویہ نے کہا: میں نے یحیٰ سے سنا، فرمایا محمد بن سائب کلبی ضعیف ہے۔

---

(1) (كتاب المجروحين ٢/٢٦٢، ٢٦٣، ٢٦٣، ٢٦٣)(٩٢٧)

(2)(الضعفاء (٣٦٧) ،الضعفاء والمتروكين ٩٠ (٥١٣)ترجمة . محمد بن سائب بن بشر كلبي ،أبو نضر).

(3)(احوال الرجال ٥٣(٣٧٢)، الكامل في الضعفاء ٧/٢٨٢(١٦٢٧) ترجمة : محمد بن سائب بن بشر كلبي).

(4)(الضعفاء الكبير ٣/١٢٣٧، ١٢٣٨ ، ترجمة : محمد بن سائب بن بشر كلبي)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

العلامة، الأخباري، أبو النضر محمد بن السائب بن بشر الكلبي، المفسر. وكان أيضا رأسا في الأنساب إلا أنه شيعي، متروك الحديث.(1)

علامہ اخباری ابونضر محمد بن سائب بن بشر کلبی مفسر اور انساب میں ماہر مگر شیعہ تھا اور متروک الحدیث تھا۔

یہی امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"قال أبو معاوية: سمعت الكلبي يقول: حفظت مالم يحفظه أحد القرآن في ستة أيام أو سبعة، ونسيت مالم ينس أحد، قبضت على لحيتي لآخذ ما دون القبضة فأخذت فوق القبضة. أحمد بن سنان، سمعت يزيد بن هارون يقول: قال لي الكلبي ما حفظت شيئا نسيته وحضر الحجام فأوما إلى لحيته فقبض قبضة فأراد أن يقول: خذ من ههنا، فقال: خذ من ههنا، فأخذها من وراء القبضة يعلي بن عبيد، قال: قال الثوري: اتقوا

ابو معاویہ نے کہا میں نے کلبی سے سنا، وہ کہتا تھا کہ میں نے قرآنِ مجید چھ یا ساتھ دن میں حفظ کیا تھا، اور میں بھول گیا جو کبھی نہیں بھولا، میں نے اپنے داڑھی کو مشت میں لے لیا اور جو قبضہ سے بڑی تھی اس کو کاٹ دیا، احمد بن سنان کہتے ہیں: میں نے یزید بن ھارون سے سنا جو کہتے تھے کلبی نے مجھ سے کہا: جو کچھ میں نے یاد کیا تھا اُس کو بھول چکا ہوں اور حجام کے پاس گیا اور اُس کو اپنی داڑھی کی طرف اشارہ کیا اور قبضہ میں لے لیا اور حجام کو کہہ رہا تھا کہ ماسوا کو کاٹ دو، یعلی بن عبید کہتے ہیں کہ ثوری نے کہا کہ کلبی سے بچو، پس کہا گیا

---

(1)(سیر اعلام النبلاء ۳۵۲/۵ (۱۰۷۷).

الكلبي ، فقيل : فانك تروى عنه ، قال : أنا أعرف صدقه من كذبه.. ..قال أبو معاوية ، قال الأعمش : إتق هذه السبائية ، فإني أدركت الناس و إنما يسمونهم الكذابين .(1)

کہا گیا ہے کہ بے شک تو روایت کرتا ہے اس سے، تو ثوری نے کہا میں اس کی سچائی کو اس کے جھوٹ سے پہچان لیتا ہوں۔ ابومعاویہ کہتے ہیں کہ اعمش نے کہا کہ اس صبائی ٹولے سے بچ، بے شک پایا ہے میں نے لوگوں کو جو ان کا نام کذاب رکھتے تھے۔

یہی امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

,, تركوه ، كذبه سليمان التيمي و زائدة وابن معين . وتركه القطان و عبد الرحمن .(2)

چھوڑ دیا اس کو محدثین نے، سلیمان تیمی نے اس کو جھوٹا کہا ہے، اور زائدہ اور ابن معین نے بھی، اور چھوڑ دیا اس کو یحییٰ بن قطان اور عبد الرحمٰن نے۔

یہی امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

كذبه زائدة و ابن معين و جماعة . (3)

زائدہ اور ابن معین اور ایک جماعت نے اس کی تکذیب کی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ"تقریب التہذیب ۱۷۳/۲"فرماتے ہیں:

أبو النضر الكوفي ، النسابة المفسر متهم بالكذب ورمي بالرفض...

ابونضر کوفی نساب، مفسر، جھوٹ کے ساتھ متہم اور رفض کی طرف منسوب کیا گیا۔

(1) (ميزان الإعتدال ۱۵۹/۱ (۷۵۸۰) ترجمة : محمد بن سائب بن بشر كلبي)

(2)(المغني في الضعفاء ۳۰۵/۲(۵۵۳۵) ترجمة : محمد بن سائب بن بشر كلبي)

(3)(ديوان الضعفاء والمتروكين ۲۹۹/۲(۳۷۲۵) ترجمة : محمد بن سائب كلبي)

یہی حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال معتمر بن سليمان عن أبيه : كان بالكوفة كذابان أحدهما الكلبي ، وعنه قال : قال : ليث بن أبي سليم : كان بالكوفة كذابان : أحدهما الكلبي والآخر السدي ...وقال الأصمعي عن أبو عوانة: سمعت الكلبي يتكلم بشيء من تكلم به كفر ، فسألته عنه فجحده .وقال عبد الواحد بن غياث عن ابن مهدي : جلس إلينا أبو جزء على باب أبي عمرو بن العلاء فقال : اشهد ان الكلبي كافر ، قال : فحدثت بذلك يزيد بن زريع ، فقال سمعته يقول : اشهد انه كافر قال : فماذا زعم قال سمعته يقول : كان جبريل يوحي إلى النبي ﷺ فقام النبي ﷺ لحاجته وجلس علي، فاوحى إلى علي ، فقال يزيد :أنا لم اسمعه يقول هذا ، ولكنني رايته

معتمر بن سلیمان نے اپنے باپ سے روایت کی، فرمایا: کوفہ میں دو جھوٹے ہیں، اُن میں سے ایک کلبی ہے اور انہی سے روایت ہے کہ لیث بن ابی سلیم نے کہا کہ کوفہ میں دو جھوٹے تھے، اُن میں ایک کلبی اور دوسرا سدی اور اصمعی نے ابوعوانہ سے روایت کی فرمایا: میں نے کلبی سے سنا، وہ ایسی چیزوں میں کلام کرتا جن میں کفر لازم آتا تھا، میں نے ان کے بارے میں اُس سے پوچھا تو اُس نے انکار کر دیا، اور عبدالواحد بن غیاث نے ابن مہدی سے نقل کیا ہے کہ ابو جزاء ہمارے پاس ابوعمرو بن علاء کے دروازے کے پاس بیٹھا تھا تو کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ کلبی کافر ہے، کہا میں نے اس بات کو یزید بن زریع کے پاس بیان کیا تو اُس نے کہا کہ سنا میں نے اُس سے وہ کہتا تھا میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ کافر ہے، پس کیا گمان کیا اس نے کہا سنا میں نے اس سے وہ کہتا تھا کہ

يضرب صدره، ويقول: أنا سبي أنا سبي ...قال الأصمعي عن قرة بن خالد: كانوا يرون أن الكلبي يزرف يعني يكذب ...وقال على بن الجنيد والحاكم أبو أحمد، والدارقطني متروك ...وقال الساجي :متروك الحديث، و كان ضعيفا جدا لفرطه في التشيع، وقد اتفق ثقات أهل النقل على ذمه، وترك الرواية عنه في الأحكام والفروع .(1)

کہ جبرائیل امین علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کے پاس وحی لائے، پس اٹھے آپ ﷺ حاجت کے لئے اور بیٹھ گئے حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ تو جبرائیل نے ان کی طرف وحی کر دی، تو یزید نے کہا میں نے ایسے نہیں سنا کہ وہ یہ کہتا تھا، لیکن میں نے دیکھا ہے اس کو اپنے سینہ پر ہاتھ مارتا تھا اور کہتا تھا میں سابی ہوں اور اس کا تکرار کرتا تھا، اصمعی نے قرہ بن خالد سے نقل کیا ہے کہ لوگ دیکھتے تھے کہ بے شک کلبی جھوٹ بولتا ہے۔ علی بن جنید اور حاکم ابو احمد اور دارقطنی کہا کرتے تھے کہ متروک ہے، اور ساجی نے کہا کہ متروک الحدیث ہے، اور وہ اس کو سخت ضعیف اس لئے کہتے تھے کہ وہ شیعیت میں خوش رہتا تھا اور تمام ثقہ اہل نقل کا اس کی مذمت پر اتفاق ہے، اور اس سے احکام اور فروع میں روایت چھوڑ دی گئی ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

(1)(تهذيب التهذيب ٥/٥٩٣،٥٩٥،٥٩٦(٢٩٤١)

"محمد بن السائب الكلبي لا يحتج به"۔(1)،، الكلبي متروک". (2) محمد بن سائب کلبی،اس کے ساتھ احتجاج کرنا جائز نہیں۔کلبی متروک ہے۔

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ امام ابویعلی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وفیہ محمد بن السائب الکلبي، وھو کذاب.(3) وقال: وھو ضعیف ،، اور اس میں محمد بن سائب کلبی ہے اور وہ کذاب ہے۔اور کہا کہ وہ ضعیف ہے۔

ایسے ہی کئی مقامات پر کذاب،ضعیف جدا،ضعیف کہا ہے۔(۵)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

محمد بن السائب الکلبي وھو متروک محمد بن سائب کلبی متروک ہے۔(4)

مندرجہ بالا اقوال محدثین سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ روایت نہ صرف ضعیف ہے بلکہ موضوع ہے۔

اولاً:

تو خود ہشام ہی نہ صرف یہ کہ ضعیف ہے بلکہ متروک ہے اور اس پر کذب کی تہمت بھی ہے اور پھر اس کا باپ محمد بن سائب کلبی بھی جھوٹا ہے جس کو ایک دو نہیں بلکہ کئی محدثین نے کذاب کہا ہے۔

لہٰذا یہ روایت انہی باپ اور بیٹے کی وجہ سے ہی موضوع ثابت ہو جاتی ہے۔

---

(1)(سنن الکبری ۹/۳۵۱،تحت برقم (۱۲۷۸۱)باب میراث الخنثی .

(2)(معرفۃ السنن والآثار ۵/۱۵۹ (۳۰۰۳) باب تفریق الخمس .

(3)(مجمع الزوائد ۳/۱۵۱ باب ما جاء فی الرباء)(۵)۵/۷۲،کتاب الأشربۃ وغیرہ)

(4)(تفسیر القرآن العظیم ۲/۹۷۳،تفسیر سورۃ المائدۃ تحت آیت ۵۵

جبکہ محمد بن سائب کلبی جس سے روایت کررہا ہے اس کے بارے میں مزید ملاحظہ فرمائیں:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" حدثنا محمد ثنا علي ثنا يحيى عن سفيان قال : قال الكلبي : قال لي أبو صالح : كل شئ حدثتك فهو كذب (1)

ہم سے بیان کیا محمد نے اس سے علی نے اس سے یحییٰ نے انہوں نے سفیان سے روایت کی فرمایا: کلبی نے کہا کہ مجھ سے کہا ابو صالح نے ہر وہ شے جو میں تجھ سے بیان کروں پس وہ جھوٹ ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں:

...عن وكيع قال : كان سفيان لا يعجبه هؤلاء الذين يفسرون السورة من أولها إلى آخرها مثل الكلبي .... عن احمد بن أبي الحواري ، قال : قال لي مروان بن محمد : تفسير الكلبي باطل .(2)

وکیع سے روایت ہے، فرمایا: سفیان کو تعجب میں نہیں ڈالتا تھا ان کا سورتوں کی اول سے آخر تک تفسیر کرنا مثل کلبی کے، احمد بن ابو حواری کہتے ہیں: فرمایا مجھ سے مروان بن محمد نے، کہا کہ کلبی کی تفسیر باطل ہے۔

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

احمد بن زهير يقول : سألت احمد بن حنبل عن تفسير الكلبي ؟ فقال : كذب ، قلت : يحل النظر فيه ؟ قال

احمد بن زہیر کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے کلبی کی تفسیر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: جھوٹ ہے، میں نے کہا: اس

---

(1) (الضعفاء الصغير ۲۹ ، والتاريخ الأوسط ۱۷۳ ، والتاريخ الكبير ۱/۱۰۴(۲۸۳)

(2)(الجرح والتعديل ۷/۲۶۱(۱۴۰۲۱) ترجمة : محمد بن سائب بن بشر كلبي)

قال : لا ...يروى عن أبي صالح ، عن ابن عباس التفسير ، وأبو صالح لم ير ابن عباس ولا سمع منه شيئا ، ولا سمع الكلبي من أبي صالح إلا الحرف بعد الحرف.(1)

اس کو دیکھنا جائز ہے؟ فرمایانہیں، روایت کرتا ہے ابوصالح عن ابن عباس تفسیر میں، حالانکہ ابوصالح نے ابن عباس کو نہیں دیکھا اور نہ ہی اس سے کوئی چیز سنی ہے، اور نہ ہی کلبی نے ابو صالح سے مگر چند حرف۔

امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

...وأما في الحديث فخاصة إذا روى عن أبي صالح ، عن ابن عباس ففيه مناكير .[واشتهر] به فيما بين الضعفاء يكتب حديثه .(2)

اور خاص کر حدیث میں جب وہ ابوصالح عن ابن عباس روایت کرے تو اس میں مناکیر ہیں۔اور وہ ضعفاء میں مشہور تھا اس وہ اس کی حدیث لکھتے تھے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں:

"وأبو النضر هو محمد بن السائب الكلبي متروك ، وأيضا هو القائل كلما حدثت عن أبي صالح كذب(3)

ابونضر محمد بن سائب کلبی متروک ہے، اور یہ بھی وہ کہتا کہ میں جو بھی ابوصالح سے بیان کروں وہ جھوٹ ہے۔

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا الفاظ ,,سنن،، میں کتاب المکاتب (۴) میں فرمائے ہیں۔

---

(1) (كتاب المجروحين ٢/٢٦٣ـ ٢٦٣)ترجمة : محمد بن سائب كلبي) .

(2)(الكامل في الضعفاء ٢٨٢/٧(١٦٢٧).

(3)(سنن الكبرى ١٥/٢٧٠، برقم (٢٢٠٣٢)، باب من يعتق بالملك) .

(4)(سنن للدارقطني ٢٦٣/٣ (٤١٥٣).

امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

محمد بن السائب الكلبي عن أبي صالح أحاديثه موضوعة .(1)

محمد بن سائب کلبی ،ابو صالح سے موضوع احادیث بیان کرتا تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" قال علي بن مسهر عن أبي جناب الكلبي : حلف أبو صالح إني لم أقرأ على الكلبي من التفسير شيئا ... وقال الحاكم أبو عبد الله: روى عن أبي صالح أحاديث موضوعة .(2)

علی بن مسہر نے ابو جناب کلبی سے روایت کیا کہا کہ ابوصالح نے قسم اُٹھا کر کہا کہ میں نے کلبی پر تفسیر سے کوئی چیز نہیں پڑھی یعنی اس سے بیان کی، اور ابوعبداللہ حاکم نے کہا کہ وہ ابوصالح سے موضوع احادیث بیان کرتا ہے.

ان دلائل سے معلوم ہوگیا کہ یہ روایت موضوع ہے جو کہ محمد بن سائب کلبی کے جھوٹوں میں سے ایک عظیم جھوٹ ہے۔

(1)(كتاب الضعفاء ۱۳۸ (۱۲۰)

(2)(تهذيب التهذيب ۵۹۲،۵۹۵/۵ والجرح والتعديل لابن أبي حاتم ۲۷۰/۷ (۱۴۷۸)

امام ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ ,, کتاب العظمۃ ۳۸۸(۱۰۶۲) خلق آدم و حوا علیہما السلام ،، میں محمد بن کعب قرظی سے مندرجہ ذیل سند ومتن کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا أبو جعفر محمد بن العباس بن أيوب ،حدثنا محمد ابن أبي معشر، قال: حدثني أبي، عن محمد بن كعب القرظي ،قال : كان آدم عليه السلام خمسة بنين ود ، وسواع ،و يغوث،ويعوق ، ونسر، وكانوا عبادا فمات رجل منهم ، فحزنوا عليه حزنا شديدا، فجاء هم الشيطان فقال : حزنتم على صاحبكم هذا ؟ قالوا : نعم .قال :هل لكم أن اصورلكم مثله في قبلتكم إذا نظرتم إليه ذكرتموه ، فقالوا : لا نكره أن تجعل لنا في قبلتنا شيئا نصلي إليه ، قال : فأفعله في مؤخر المسجد ؟ قالوا نعم فصوره لهم حتى مات خمستهم ، فصور صورهم في مؤخر المسجد : فتنقصت الأشياء حتى تركوا

بسند مذکور محمد بن کعب قرظی نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پانچ بیٹے تھے ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر، اور یہ بڑے عبادت گزار تھے، پس اُن میں سے ایک آدمی فوت ہوگیا تو وہ اس پر سخت غمگین ہوئے، پس ان کے پاس شیطان آیا، پس اُس نے ان سے کہا: تم اپنے بھائی پر غمگین ہو؟ اُنہوں نے کہا: ہاں، شیطان نے کہا: کیا تمہارے گئے میں اس کی مثل نہ بنادوں جس کو تم قبلہ بنا کر دیکھتے رہو اور اُس کی یاد میں مگن رہو، تو اُنہوں نے کہا کہ ہم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ کوئی چیز تو ہمارے قبلہ میں بنائے اور ہم اس میں نماز پڑھیں، شیطان نے کہا: چلو میں اس کو بنا دیتا ہوں مسجد کی پچھلی طرف، اُنہوں نے کہا کہ ہاں یہ ٹھیک ہے پس اس نے ان کے لئے اس کی تصویر بنا دی یہاں تک کہ پانچوں کے پانچ مر گئے تو شیطان نے

عبادة الله وعبدوا هؤلاء الخمسة العباد الذين ماتوا ، فبعث الله عزوجل نوحا عليه السلام .(1)فقالوا : ﴿لا تذرن آلهتكم و لا تذرن ودا ولا سواعا ولا يغوث و يعوق﴾ إلى آخر الآية .

ان سب کی صورتیں مسجد کے پیچھے بنادیں ، کچھ عرصہ گزرنے کے بعد انہوں نے (یعنی بعد میں آنے والوں نے)اللہ کی عبادت کرنا چھوڑ دیا اوران پانچوں کی عبادت کرنے میں مشغول ہوگئے جو مر گئے تھے، پس اللہ تعالی نے حضرت نوح علیہ السلام کومبعوث فرمایا۔تو اُنہوں نے کہا یعنی قوم کے سرداروں نے کہ نہ چھوڑنا اپنے معبودوں کو اور خاص کر ود ، سواع ،یغوث ،یعوق اور نسر کو، آخر آیت تک۔

اس روایت کی سند کے راویوں کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں:

راوی نمبر (۱):

نجيح أبو معشر السندي

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نجيح أبو معشر ، عن محمد بن كعب ونافع ، منكر الحديث .(2)

نجیح ابو معشر محمد بن کعب اور نافع سے روایت کرتا ہے اور وہ منکر الحدیث ہے۔

---

(1)(یادرہے کہ یہاں,, دار الكتب العلمية بيروت ،، کے نسخہ میں تحریف ہےجبکہ,,دار العاصمة الرياض ۵/۱۵۹۱،،میں صحیح ہے)

(2)(الضعفاء الصغير ۳۳(۳۸۰).

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كان ممن اختلط في آخر عمره ، و بقي قبل أن يموت سنين في تغير شديد ، لا يدري ما يحدث به ، فكثر المناكير في روايته في إختلاطه ، فبطل الإحتجاج به ...سمعت محمد بن محمود ، يقول : سمعت الدارمي يقول : سألت يحيى بن معين عن أبي معشر المديني ؟ فقال : إسمه نجيح ضعيف .(1)

یہ اپنی عمر کے آخری حصہ میں مختلط ہو گیا تھا اور مرنے سے دو سال پہلے اس میں مزید تغیر آ گیا تھا اور یہ نہیں جانتا تھا کہ اس نے کیا بیان کیا ہے، پس اس کی روایات میں اکثر مناکیر اور خلطِ مبحث ہے، پس اس سے احتجاج باطل ہے، میں نے محمد بن محمود سے سنا وہ فرماتے میں نے دارمی سے سنا، انہوں نے کہا میں نے یحییٰ بن معین سے ابو معشر کے بارے میں سوال کیا تو اُنہوں نے کہا اس کا نام نجیح ہے وہ ضعیف ہے۔

امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال عبيد الله بن سعيد : سمعت ابن مهدي ، يقول : كان أبو معشر يعرف و ينكر . قال البخاري : أبو معشر منكر الحديث . . .عن محمد بن بكار، يقول : مات أبو معشر سنة ستة وسبعين و مائة ، وقد كان تغير

عبید اللہ بن سعید کہتے ہیں میں نے سنا ابن مہدی سے، وہ کہتے تھے: ابو معشر معروف و منکر تھا، امام بخاری نے کہا کہ منکر الحدیث ہے، محمد بن بکار سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ابو معشر ایک سو چھہتر میں فوت ہوا تھا، اور وہ اس سے پہلے تغیر میں مبتلاء ہو گیا تھا،

(1)(كتاب المجروحين ٣٠٣/٢، ٣٠٥،٣٠٤)(١١٢٣) ترجمة : نجيح السندي، أبو معشر)

قبل ذلک ..عن مطهر بن مدرک، قال: کان أبو معشر نجیح رجل لا یضبط الإسناد...عن عمرو بن علی، قال: کان یحیی لا یحدث عن أبي معشر المدني، و یستضعفه جداو یضحک إذا ذکره، و کان عبد الرحمن یحدث عنه ثم ترکه ...عن معاویة بن صالح، قال: سمعت یحییٰ قال: أبو معشر نجیح مولی بني هاشم ضعیف إسناده، لیس بشيء، یکتب من حدیثه الرقائق ....(1)

مطہر بن مدرک کہتے ہیں کہ ابومعشر نجیح ایسا آدمی ہے جو اسناد میں مضبوط نہیں تھا، عمر بن علی کہتے ہیں کہ یحییٰ ابومعشر سے روایت بیان نہیں کرتے تھے اور اسے سخت ضعیف قرار دیتے تھے، اور جب اُس کا ذکر آتا تو ہنستے تھے، اور عبدالرحمٰن نے اس سے بیان کیا پھر اس کو ترک کر دیا تھا، معاویہ بن صالح کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ ابومعشر نجیح مولی بنی ہاشم ضعیف الاسناد ہے، یہ کوئی چیز نہیں رقیق حدیثیں لکھتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

...سمعت أبي یقول ذلک ...عن عمرو بن علي، قال: کان یحییٰ بن سعید لا یحدث عن أبي معشر و یضعفه، و یضحک إذا ذکره، و کان عبد الرحمن بن مهدي یحدث عنه ...عن عبید الله بن فضالة، قال:

میں نے اپنے والد سے سنا جو یہ کہتے تھے: عمرو بن علی نے کہا یحییٰ بن سعید ابومعشر سے بیان نہیں کرتے تھے اور اس کو ضعیف قرار دیتے تھے، اور جب اس کا ذکر آتا تو ہنستے تھے، عبد الرحمٰن بن مہدی اس سے بیان کرتے تھے، عبید اللہ بن فضالہ کہتے ہیں کہ میں نے

---

(۱)(کتاب الضعفاء ۴/ ۱۴۳۲، ۱۴۳۳ (۱۹۱۳) ترجمة: نجیح السندي . بتصرف)

سمعت ابن مهدي يقول . كان أبو معشر تعرف و تنكر ...عن عبد الله بن أحمد بن محمد بن حنبل ، قال : سألت أبي عن أبي معشر نجيح ، فقال كان صدوقا ، لكنه لا يقيم الإسناد ، ليس بذاك ...وعنه ،قال : سألت يحيىٰ بن معين عن أبي معشر المديني ، فقال : ليس بقوي في الحديث . . .قال : سألت أبي عن أبي معشر المديني ، فقال : ليس بقوي في الحديث . .(1)

ابن مہدی سے سنا وہ کہتے تھے کہ ابومعشر معروف ومنکر ہے،عبداللہ بن احمد بن محمد بن حنبل سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد سے ابومعشر نجیح کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ سچا تھا،لیکن وہ اسناد قائم نہیں کرتا تھا،لیس بذلک ۔

میں نے یحییٰ بن معین سے ابومعشر مدنی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا حدیث میں مضبوط نہیں تھا۔

امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عن أبو نعيم يقول : كان أبو معشر سنديا و كان رجلا ألكن ،وكان يقول: ثنا محمد بن قنب يريد : ابن كعب . عن ابن أبي مريم سمعت يحيىٰ بن معين يقول : أبو معشر المدني ضعيف يكتب من حديثه

ابومعشر سندھی اس کی زبان میں لکنت تھی،اور وہ کہتا تھا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن قنب نے اور اس کی مراد ابن کعب ہوتی، ابن ابی مریم سے روایت ہے،فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین سے سنا وہ کہتے تھے: ابومعشر مدنی ضعیف ہے اور اپنی حدیث میں رقیق چیزیں

---

(1)(الجرح والتعديل ٥٦٣/٨(١٥٥٦٩) ترجمة :نجيح السندي، أبو معشر .بتصرف.)

الرقاق ، و كان رجلا أميا يتقي ، أن يروي من حديثه المسند ...عن احمد بن أبي يحيىٰ ، سمعت يحيىٰ بن معين يقول :السندي ليس بشئ كان أميا ..عن معاوية عن يحيىٰ قال : أبو معشر نجيح مولى بني هاشم ليس بشئ،يكتب رقاق الحديث من حديثه .قال البخاري: نجيح أبو معشر يخالف في حديثه ...وقال النسائي : نجيح أبو معشر مدني ضعيف ...قال: وأبو معشر هذا له من الحديث غير ما ذكرت ، وقد حدث عنه الثوري و هيثم والليث بن سعد وغيرهم من الثقات ، وهو مع ضعفه يكتب حديثه .(1)

لکھتا تھا، اور وہ ان پڑھ آدمی تھا، اور اس کی مسند احادیث سے بچا جائے، احمد بن ابی یحییٰ کہتے ہیں: میں نے یحییٰ بن معین سے سنا کہ سندھی کچھ بھی نہیں اور ان پڑھ تھا، معاویہ یحییٰ سے روایت کرتے ہیں کہ یحییٰ نے کہا: ابو معشر نجیح مولی بن ہاشم کوئی شی نہیں ہے، اپنی احادیث میں رقیق باتیں لکھا کرتا تھا۔ امام بخاری نے کہا: نجیح ابو معشر اپنی احادیث میں مخالفت کرتا، امام نسائی نے کہا: نجیح ابو معشر مدنی ضعیف ہے۔ ابن عدی نے کہا: یہ ابو معشر اس کی وہ حدیثیں ہیں جن کو میں نے ذکر نہیں کیا اور اس سے ثوری، ہشیم، لیث بن سعد وغیرہم ثقات میں سے بیان کرتے ہیں اور اس کی احادیث اس کے ضعف کے باوجود لکھی جائیں گی۔

امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال أحمد بن زهير سمعت يحيىٰ بن معين يقول : أبو معشر السندي ليس

احمد بن زہیر نے کہا: میں نے یحییٰ بن معین سے سنا وہ کہتے تھے: ابو معشر سندھی کوئی چیز

---

(1)(الكامل في الضعفاء ۸/ ۳۱۱،۳۱۲،۳۲۱ (۱۹۸۳) بتصرف.

بشيء، أبو معشر ريح، و سمعته مرة أخرى يقول: أبو معشر ليس حديثه بشيء ...عن علي بن عبد الله المديني قال: كان ذاك شيخا ضعيفا ضعيفا ...عن الآجري قال: سمعت أبا داود قال: قدم أبو معشر بغداد و كان ضعيفا ... قال أبو علي صالح بن محمد: أبو معشر لا يسوى حديثه شيئا .(1)

نہیں ہے، ابومعشر ہوا ہے، اور میں نے ایک مرتبہ ان سے سنا کہتے تھے: ابومعشر، اس کی احادیث کوئی شے نہیں، علی بن عبداللہ مدینی کہتے ہیں کہ وہ شیخ سخت ضعیف تھا، آجری کہتے ہیں کہ میں نے ابوداود سے سنا وہ کہتے تھے کہ ابومعشر بغداد آیا اور وہ ضعیف تھا، ابوعلی صالح بن محمد کہتے ہیں: ابومعشر، اس کی احادیث میں کچھ بھی سالم نہیں۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال ابن نمير: كان لا يحفظ الاسانيد وقال النسائي والدارقطني: ضعيف (2)

ابن نمیر نے کہا: وہ اسناد کا حافظ نہیں تھا اور نسائی اور دارقطنی نے کہا ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ضعيف". (3)

ضعیف ہے۔

---

(1) (تاريخ بغداد ١١/٢٠٢، ٢٠٣، ٢٠٣، ٢٠٤، (٧٢٠٥)بتصرف

(2) (ديوان الضعفاء والمتروكين ٢/٣٩٨ (٤٣٥٢)

(3) (تقريب ٢/٣٠٣ (٧٤٩٣)

وانظر: سير اعلام النبلاء للذهبي ٢/٢٦٢ (١٣٠١)، ميزان الإعتدال للذهبي ٧/١٢، ١٣، ١٤، ١٥، ١٦، ١٧، (٩٠٢٣)، المغني في الضعفاء للذهبي ٢/٣٥٣ (٦٦٠١)، تاريخ يحيى برواية الدوري ٢/٦٠٣، والدارمي (٨٢٩) الضعفاء للنسائي ٣٠٥ = =

راوی نمبر (۲) :

محمد بن أبي معشر

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

شيخ الترمذي . صدوق . وثقه أبو يعلى ، و أشار ابن معين إلى لين فيه (1).	ترمذی کا شیخ ، سچا ہے اور ابو یعلی نے اس کی توثیق کی ہے اور ابن معین نے اس کے کمزور ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

مذکورہ بالا اقوالِ محدثین سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ یہ روایت سخت ترین ضعیف ہے جو کہ قابل احتجاج نہیں ہے۔

= = (۵۹۰)،الضعفاء للدارقطني ۱۷۰ (۵۵۰)،الضعفاء لابي نعيم ۲۵۳،العلل ومعرفة الرجال لأحمد ۱/رقم ۶۰۲ و۸۷۵و۲/رقم ۱۵۹۵و۲۱۱۶و۳/رقم ۳۹۹۸و ۲۰۸۳،العلل لابن المديني ۹۰ ، التاريخ الكبير للبخاري ۸/۱۱۳ (۲۳۷۹)تاريخ اسماء الثقات لابن شاهين ۳۳۶ (۱۴۲۷)،طبقات لابن سعد ۵/۳۱۸،شذرات الذهب ۱/۲۷۸، وغيرهم .

(1)(ميزان الإعتدال ۲/۳۵۳(۸۲۶۱)

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں حضرت عروہ بن زبیر سے مندرجہ ذیل سند و متن کے ساتھ روایت بیان کرتے ہیں:

حدثنا أبي ،حدثنا أبو عمر الدوري ، حدثنا أبو إسماعيل المؤدب عن عبد الله بن مسلم بن هرمز عن أبي حرزة عن عروة بن الزبير قال: اشتكى آدم عليه السلام و عنده بنوه : ود ، ويغوث، و سواع، و نسر وكان ود أكبرهم وأبرهم به .(1)

بسند مذکور حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے،فرمایا:حضرت آدم علیہ السلام بیمار ہوئے اوراُن کے پاس اُن کے بیٹے بیٹھے تھے ،وَدّ، یغوث ،سواع ،اورنسر اور ود، اِن میں سب سے بڑا تھا اوراُن میں سے نیک تھا۔

اس روایت کی سند کے راویوں کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں:

راوی نمبر (۱):

أبو عمر الدوري ، هو حفص بن عمر بن عبد العزيز۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

روى الحاكم عن الدارقطني انه ضعيف وفي موضع آخر ,في حديثه لين ضعفه بعضهم .(2)

امام حاکم نے دارقطنی سے روایت کیا کہ بے شک یہ ضعیف ہے،اور دوسری جگہ کہا کہ اس کی حدیث میں کمزوری ہے،بعض نے اس کی تضعیف کی ہے۔

---

(1)(تفسیر ابن أبي حاتم ۱۰/۳۳۷۵(۱۸۹۹۲)

(2) (میزان الإعتدال ۲/۳۳۰(۲۱۵۷)و۷/۳۰۵(۱۰۳۶۲)

راوی نمبر ﴿۲﴾:

أبو إسماعيل المؤدب.

" ضعفه ابن معين ومشاه غيره .(1) امام ابن معین نے اس کی تضعیف کی، اور اس کے غیر بھی اسی طرف گئے ہیں۔

راوی نمبر ﴿۳﴾:

عبد الله بن مسلم بن هرمز

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وهو ضعيف .(2) اور وہ ضعیف ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وهو ضعيف .(3) اور وہ ضعیف ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وقال أحمد : ليس بشيء ضعيف الحديث، وقال يحيىٰ بن معين : ضعيف ، و قال أبوحاتم :ليس بقوي يكتب حديثه.(4)

اور امام احمد نے کہا: ضعیف الحدیث کوئی چیز نہیں، اور یحییٰ بن معین نے کہا کہ ضعیف ہے اور ابو حاتم نے کہا قوی نہیں ہے، اس کی حدیث لکھی جائے گی۔

---

(1)(المغني في الضعفاء ۲/۷۷۰(۷۳۰۰)

(2) (مجمع الزوائد ۲/۲۲۰ وغيره)

(3) (سنن الكبرى ۵/۷٦(۹۰۱۸) باب استلام الركن اليماني بيده)

(4)(الجرح والتعديل ۵/۱٦۴(۷۵۸).

امام نسائی، امام ابوداود، امام دارقطنی، امام ذھبی، اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں:

" ضــــــــــــعیف". (1) یعنی ضعیف ہے۔

راوی نمبر (۴):

یعقوب بن مجاھد، أبو حرزہ

امام علائی رحمۃ اللہ علیہ' جامع التحصیل' میں عبدالعزیز الخشنی سے بیان کرتے ہیں:

" لا یعرف له سماع من عروة .(2) یعنی وہ عروہ سے اس کے سماع کو جانتے ہی نہیں۔

مندرجہ بالا محدثین کے اقوال سے یہ معلوم ہوا کہ یہ روایت سخت ترین ضعیف ہے، جس کے تمام راویوں میں کلام ہے سوائے ابن ابی حاتم اور ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہما کے۔

یہاں تک وہ تمام قسم کی روایات جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صالحین تھے یا حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے تھے اُن کے بارے میں واضح ہوگیا کہ ان میں سے کوئی روایت بھی قابل اعتماد نہیں ہے کہ جس پر اعتماد کرتے ہوئے یہ کہا جائے کہ وہ صالحین تھے یا حضرت آدم وشیث علیہما السلام کے بیٹے تھے۔

لہذا معلوم ہوا کہ ان روایات کی بنیاد پر اللہ تعالی کے فرمان ﴿وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا﴾ کو بیان کرکے یہ

---

(1)(الکامل في الضعفاء لابن عدی ۱۵۷/۳ (۹۸۰)، تهذيب الكمال ۱۹/ ۱۳۲ (۳۵۶۷)، الضعفاء والمتروكين لابن الجوزي ۱۳۲/۲ (۲۱۲۲)، تقريب التهذيب ۳۲۲/۱، ۳۲۳، الكاشف ۵۹۸/۱ (۲۹۸۲).

(2)(جامع التحصيل ۳۰۳ (۹۱۲).

ثابت کرنے کی کوشش کرنا کہ جن پانچ بتوں کا اس آیت مبارکہ میں ذکر ہے وہ نیک و صالح انسان تھے، جن کے فوت ہوجانے کے بعد ان کے مجسمے بنالئے گئے اور بعد میں اُن کی پوجا کی جانے لگی دُرست نہیں ہے اور اس آڑ میں انبیاء، اولیاء اور صالحین یا اُن کے آثار کی تعظیم و محبت سے روکنا درست نہیں بلکہ تعلیماتِ اسلامیہ کے خلاف ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مقدس کلام میں انبیاء، اولیاء اور صالحین کی تعظیم کے بارے میں فرامین خداوندی موجود ہیں، اور ان کے آثار کی محبت و تعظیم کے بارے میں بھی قرآن واحادیث میں بے شمار دلائل موجود ہیں جو کسی بھی صاحب علم کی نظر سے پوشیدہ نہیں ہیں اس بارے میں مختصر ہم آگے بیان کریں گے، ان شاء اللہ العزیز۔

یہ بھی درست نہیں کہ یہ کہہ کر کہ لوگ اس وجہ سے حرام و شرک میں گرفتار ہوتے ہیں اس لئے تعظیم و محبت صالحین سے منع کیا جائے۔ اگر حرام و شرک کے ارتکاب کے خوف کی وجہ سے مطلوبِ شرع افعال سے امت کو روکا جائے گا تو اس پرفتن دور میں تو بڑے بڑے اہم فرائض سے بھی روکنا پڑے گا جن میں شامل ہوجانے والی برائیوں سے کوئی بھی اہل علم و شعور ناواقف نہیں ہے۔

دعا ہے کہ اللہ ان برائیوں کے خلاف جہاد کی توفیق عطا فرمائے نہ کہ مطلوبِ شرع کاموں سے روکنے کی طرف لگادے۔ آمین

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

یہاں ایک بات بہت ہی قابل غور ہے،وہ یہ کہ ,, صنم ,, جس کی جمع اصنام ہے، کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ صنم وہ ہے ,,جو لکڑی ،سونے یا چاندی کا انسانی شکل پر ہو،، کیونکہ روایات میں ان کے لئے لفظ" صنم" استعمال ہوا لہٰذا یہ انسانی شکل وصورت کے بت تھے۔

یادر ہے کہ اس قول کا قائل ہشام بن محمد کلبی ہے اور اس کا یہ قول مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ اس کے رسالہ ,,الأصنام،، میں ہے:

حدثنا الحسن بن عليل قال : حدثنا على بن الصباح قال : قال لنا أبو المنذر هشام بن محمد : إذا كان معمولا من خشب أو ذهب أو فضة صورة إنسان فهو صنم ؛وإذا كان من حجارة ، فهو وثن .(1)

اوّلاً: ہشام بن محمد کلبی کے بارے میں پیچھے ذکر ہو چکا کہ اُس کے بارے میں آئمہ محدثین کیا رائے رکھتے ہیں۔

ثانیاً: اس سے روایت کرنے والا ,,علی بن الصباح بن الفرات،، ہے، مجھے اس کی توثیق نہیں ملی ،البتہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے" تاریخ بغداد" میں اس کا ترجمہ ذکر کیا ہے اور اس کے بارے میں کوئی جرح یا توثیق بیان نہیں کی ،اور اس سے روایت کرنے والوں میں صرف دو کا ذکر کیا ہے جن میں ایک حسن بن علیل اور دوسرا عبداللہ بن أبی سعد الوراق ہے،ان میں سے عبداللہ بن ابی سعد الوراق بھی معروف راوی نہیں ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ راوی" علی بن صباح" بھی مجہول ہے۔

پس یہ قول ثابت نہیں۔جب اس قول کا ثبوت ہی نہیں تو پھر اس پر اعتماد کیسے کیا جا سکتا ہے؟۔

---

(1)(الاصنام ملصل: أول ما عبدت الأصنام)

جبکہ اس کے برعکس تعلیماتِ اسلامیہ میں تصریحات موجود ہیں۔

ملاحظہ ہو:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ إِسْرَآئِيْلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى أَصْنَامٍ لَّهُمْ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ إِلٰهًا كَمَا لَهُمْ أٰلِهَةٌ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ﴾(1)	اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا پار اُتارا تو اُن کا گزر ایسی قوم پر ہوا کہ اپنے بتوں کے آگے آسن مارے (جم کر بیٹھے) تھے، بولے اے موسیٰ ہمیں ایک خدا بنا دے جیسا ان کے لئے اتنے خدا ہیں۔ بولا تم ضرور جاہل لوگ ہو۔

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ [م ۳۱۰ھ] لکھتے ہیں:

"حدثنا القاسم، قال: ثنا الحسين، قال: ثني حجاج: ﴿وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ إِسْرَآئِيْلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى أَصْنَامٍ لَّهُمْ﴾ قال ابن جريج: على أصنام لهم، قال: تماثيل بقر، فلما كان عجل السامري شبه لهم أنه من تلك البقر فذلك كان أول شأن العجل (2)	بسندِ مذکور حجاج نے اللہ تعالیٰ کے فرمان "اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا پار اُتارا تو ان کا گزر ایسی قوم پر ہوا کہ اپنے بتوں کے آگے آسن مارے (جم کر بیٹھے) تھے" کے تحت بیان کیا کہ ابن جریج نے فرمایا: (ان کے بت) گائے کی شکل کے تھے، پس جب سامری نے گائے کی شکل پر اُن کے لئے بچھڑا بنایا تو یہ بچھڑے کے معاملہ کی ابتداء تھی۔

---

(1) [سورۃ الأعراف: ۱۳۸]

(2) (جامع البیان ۶/۵۴)

علامہ ابوالقاسم جاراللہ الزمخشری [م ۵۳۸ھ] نے لکھا:

﴿فَأَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ﴾ فمروا عليهم ﴿يَعْكُفُوْنَ عَلٰى أَصْنَامٍ لَّهُمْ﴾ يواظبون على عبادتها و يلازمونها. قال ابن جريج: كانت تماثيل بقر: و ذلك أول شان العجل.(1)

پس جب وہ قوم کے پاس آئے اور اُن پر سے گزرے تو وہ اپنے بتوں کے گرد جم کر بیٹھے تھے، وہ ہمیشہ اُن کی عبادت کرتے تھے اور اس کو اُنہوں نے لازم کر رکھا تھا۔ ابن جریج نے کہا کہ اُن کے بت گائے کی شکل کے تھے اور یہ بچھڑے کے معاملہ کی ابتداء تھی۔

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ [م ۵۹۷ھ] فرماتے ہیں:

﴿يَعْكُفُوْنَ عَلٰى أَصْنَامٍ لَّهُمْ﴾: يواظبون عليها يلازمونها، يقال لكل من لزم شيئا وواظب عليه: عكف يعكف ويعكف. قال قتادة: كان أولئك القوم نزولا بالرقة، وكانوا من لخم. وقال غيره: كانت أصنامهم تماثيل البقر.(2)

"وہ اپنے بتوں کے گرد جم کر بیٹھے تھے" ہمیشہ بتوں کی عبادت کرتے اور اس کو لازم کر رکھا تھا، کہا جاتا ہے کہ ہر ایک کے لئے وہ چیز ہے جس کو لازم کر لے اور اس پر ہیشگی کرے، عکف یعکف سے بنا ہے، قتادہ نے کہا کہ یہ قوم جب رقہ میں پہنچی اور وہ لخم میں سے تھے اور اس کے غیر نے کہا کہ ان کے بت گائے کی شکل کے تھے۔

امام علاء الدین علی بن محمد المعرف بالخازن رحمۃ اللہ علیہ [۷۲۵ھ] لکھتے ہیں:

---

(1) تفسير الكشاف ۱۴۴/۲

(2) زاد المسير في علم التفسير ۱۹۳/۲

﴿فَأَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰى أَصْنَامٍ لَّهُمْ﴾يعني فمر بنو اسرائيل بعد مجاوزة النحر على قوم يعكفون أي يقيمون و يواظبون على أصنام لهم يعني تماثيل لهم كانوا يعبدونها من دون الله قال ابن جريج : كانت تلك الأصنام بقر وذلك أول شان العجل .(۱)

"تو ان کا گزر ایسی قوم پر ہوا کہ اپنے بتوں کے آگے آسن مارے (جم کر بیٹھے) تھے، یعنی بنی اسرائیل جب دریا کو پار کر گئے تو ایسی قوم پر ان کا گزر ہوا جو جم کر بیٹھے تھے یعنی اُنہوں نے عبادت کے لئے بت قائم کر رکھے تھے اور اپنے بتوں کی عبادت پر ہمیشگی کئے ہوئے تھے، یعنی ان مورتیوں کو اللہ تعالی کے علاوہ پوجتے تھے، ابن جریج کہتے ہیں کہ یہ بت گائے کی طرح کے تھے اور یہ بچھڑے کے معاملہ کی ابتداء تھی۔

امام ابوحیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ [م۷۴۵ھ] لکھتے ہیں:

﴿فَأَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰى أَصْنَامٍ لَّهُمْ﴾قال قتادة و أبو عمرو الجوني . هم من لخم و جذام كانوا يسكنون الريف ، وقيل : كانوا نزولا بالرقة رقة مصر وهي قرية مصر تعرف بساحل البحر يتوصل منها الى الفيوم وقيل : هم الكنعانيون الذي أمت موسى

"تو ان کا گزر ایسی قوم پر ہوا کہ اپنے بتوں کے آگے آسن مارے (جم کر بیٹھے) تھے، قتادہ اور ابوعمرو جونی نے کہا کہ وہ قبیلہ لخم اور جذام میں سے تھے جو ریف میں سکونت پذیر تھے، اور کہا گیا ہے کہ وہ مصر کی معروف بستی رقہ میں ٹھہرے جو دریا کے کنارے فیوم تک پھیلی ہوئی تھی، اور کہا گیا ہے کہ وہ کنعانی تھے جن کے

(۱)لباب التأويل في معاني التنزيل ۲/۵۲۳

يقتالهم ومعنى (فَأْتَوْا) فمروا يقال : أتت عليه سنون . ومعنى (يَعْكُفُونَ) يقيمون ويواظبون على عبادة أصنام ، و قرأ الأخوان وأبو عمرو و في رواية عبد الوارث بكسر الكاف .وباقي السبعة بضمها ، و هما فصيحتان و (الأصنام) قيل : بقر حقيقة وقال ابن جريج : كانت تماثيل بقر من حجارة و عيدان و نحوه و ذلك كان أول فتنة العجل .(1)

ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لڑنے کا حکم دیا تھا اور[فَـأْتَـوْا] کا معنی پس گزرے، کہتے ہیں کہ اس پر کئی سال گزر گئے اور[يَعْكُفُوْنَ] کا معنی یعنی قائم رکھے ہوئے تھے، ان لوگوں نے بت جن کی عبادت پر مداومت اختیار کئے ہوئے تھے اور اخوان اور ابو عمرو اور ایک روایت میں عبد الوارث نے "ک" زیر سے پڑھا ہے اور باقی نے پیش کے ساتھ پڑھا ہے، اور یہ دونوں فصیح ہیں، اور کہا گیا ہے کہ بت حقیقی گائے کی طرح تھے، اور ابن جریج نے کہا کہ گائے کی شکل تھے۔ پتھروں، لکڑیوں یا ان کی شکل سے بنے ہوئے تھے، اور یہ پہلا فتنہ تھا جو بچھڑے کی پوجا کا باعث بنا۔

امام ابو حفص عمر بن علی ابن عادل حنبلی رحمۃ اللہ علیہ [۸۸۰ھ] لکھتے ہیں:

" قال قتادة : كان أولئك القوم من لخم ، و كانوا نزولا بالرقة .وقال ابن جريج : كانت تلك الأصنام تماثيل بقر وذلك أول شأن قصة العجل .(۲)

قتادہ نے کہا کہ وہ قوم لخم میں سے تھے اور وہ رقہ میں ٹھہرے تھے، اور ابن جریج نے کہا کہ ان کے بت گائے کی شکل کے تھے، اور یہ پہلا فتنہ تھا جو بچھڑے کی پوجا کا باعث بنا۔

---

(1)(تفسير البحر المحيط ۳۷۷،۳۷٦/۳) (2)(اللباب في علوم الكتاب ۹/ ۲۹۳)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ [م ۹۱۱ھ] فرماتے ہیں:

واخرج ابن جریر وابن المنذر عن ابن جریج فی قوله تعالی ﴿ فَأَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰى أَصْنَامٍ لَّهُمْ ﴾قال : تماثيل بقر من نحاس فلا كان عجل السامري شبه لهم أنه من تلك البقر فذلك كان أول شأن العجل لتكون لله عليهم حجة فينتقم منهم بعد ذلك .(1)

ابن جریر، ابن منذر، ابن جریج سے اللہ تعالی کے فرمان ﴿ فَأَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰى أَصْنَامٍ لَّهُمْ ﴾ کے تحت نقل فرماتے ہیں کہ تانبے سے بنے ہوئے گائے کی شکل کے سامری کے بنائے ہوئے بچھڑے نے اُنہیں یہ شبہ ڈالا کہ یہ اسی گائے کا ہے، پس یہ پہلا فتنہ تھا جو بچھڑے کی پوجا کا باعث بنا تاکہ اللہ کی طرف سے ان پر حجت قائم ہو جائے، پھر اس کے بعد وہ ان سے انتقام لے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال قتادة : كان أولئك القوم من لخم ، و كانوا نزولا بالرقة . وقيل : كانت أصنام تماثيل بقر ،ولهذا أخرج لهم السامري عجلا .(2)

حضرت قتادہ نے کہا کہ وہ لخم قبیلہ کے لوگ تھے اور رقہ میں ٹھہرے، اور کہا گیا ہے کہ ان کے بت گائے کی شکل کے تھے اور اسی لئے سامری نے اُن کے لئے بچھڑا بنایا۔

امام ابو سعود محمد بن محمد العمادی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ [م ۹۸۲ھ] فرماتے ہیں:

﴿فَأَتَوْا﴾ای مروا ﴿عَلٰى قَوْمٍ﴾ قيل

﴿فاتوا﴾ یعنی گزرے ﴿علی قوم﴾ کہا

---

(1) الدر المنثور في التفسير بالمأثور ۳/۳۸۲

(2) الجامع لأحكام القرآن المعروف تفسير قرطبي ۷/۲۴۲

كانوا من لخم ، وقيل : من العمالقة الكنعانيين الذين امر موسى عليه السلام بقتالهم ﴿يَعْكُفُوْنَ عَلٰى أَصْنَامٍ لَّهُمْ﴾ اي يواظبون على عبادتها و يلازمونها ، وقرىء بكسر الكاف ، قال ابن جريج : كانت اصنامهم تماثيل بقر وهو اول شان العجل . (1)

ہے کہ وہ لخم سے تھے، اور کہا گیا ہے کہ وہ عمالقہ کنعانی لوگ تھے جن کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لڑنے کا حکم دیا تھا ﴿یَعْكُفُوْنَ عَلٰی اَصْنَامٍ لَّهُمْ﴾ یعنی ان کی عبادت پر مواظبت کئے ہوئے تھے اور اس کو لازم کئے ہوئے اور کاف کے زیر سے بھی پڑھا گیا ہے، ابن جریج نے کہا کہ ان کے بت گائے کی شکل کے تھے اور یہ پہلا معاملہ تھا جو بچھڑے کی پوجا کا باعث بنا۔

شیخ طنطاوی جوہری مصری رحمۃ اللہ علیہ [م ۱۳۵۸ھ] لکھتے ہیں:

قال تعالى ﴿وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ إِسْرَآئِيْلَ الْبَحْرَ﴾ فصاموا يوم عاشوراء شكر لله تعالى ﴿فَأَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ﴾ يقيمون ويواظبون ﴿عَلٰى أَصْنَامٍ لَّهُمْ﴾ تماثيل بقر .(2)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا پار اتارا'' تو انہوں نے عاشورہ کے روز شکرانے کے طور پر روزہ رکھا، پس گزرے ایسی قوم پر جو جم کر بیٹھی ہوئی تھی یعنی قائم رکھے ہوئے تھی اور مواظبت اختیار کئے ہوئے تھی اپنے بتوں پر جو گائے کی مثل تھے۔

حافظ ابن کثیر [م ۷۷۴ھ] فرماتے ہیں:

﴿عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰى أَصْنَامٍ لَّهُمْ﴾

''کہ ایسی قوم پر جو اپنے بتوں کے آگے آسن

---

(1)(تفسير ابو سعود ۳/ ۲۳)

(2)(الجواهر في تفسير القرآن الكريم ۳/ ۲۲۶)

قال بعض المفسرين : كانوا من الكنعانيين . وقيل : كانوا من لخم . قال ابن جريج : وكانوا يعبدون أصناما على صور البقر ، فلهذا أثار شبهة لهم في عبادتهم العجل بعد ذلك . (1)

مارے (جم کر بیٹھے) تھے،، بعض آئمہ تفاسیر نے کہا کہ وہ کنعانی تھے، اور کہا گیا ہے کہ وہ لخم سے تھے، ابن جریج نے کہا کہ وہ گائے کی شکل کے بتوں کی عبادت کرتے تھے، پس اسی چیز نے انہیں شبہ میں ڈالا اور انہوں نے اس کے بعد بچھڑے کی عبادت کرنی شروع کردی۔

علامہ محمد بن علی شوکانی [م ۱۲۵۰ھ] نے لکھا:

﴿ فَأَتَوْا عَلَىٰ قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَىٰ أَصْنَامٍ لَّهُمْ ﴾...قيل هؤلاء الذين أتاهم بنو إسرائيل هم من لخم كانوا نازلين بالرقة ، كانت أصنامهم تماثيل بقر وقيل : كانوا من الكنعانيين ﴿قَالُوا﴾ أي بنو إسرائيل عند مشاهدتهم لتلك التماثيل ﴿يَا مُوسَىٰ اجْعَل لَّنَا إِلَٰهًا﴾ أي صنما نعبده كانئا كالذي لهؤلاء القوم .(2)

پس آئے ایسی قوم پر جو اپنے بتوں کے گرد جم کر بیٹھی تھے، کہا گیا ہے کہ یہ بنی لخم سے تھے جو رقہ میں ٹھہرے ہوئے تھے، ان پر بنی اسرائیل آئے، ان کے بت گائے کی صورت کے تھے، اور کہا گیا ہے کہ وہ کنعانیوں میں سے تھے، کہنے لگے یعنی بنی اسرائیل والے ان کی مورتیاں دیکھنے کے بعد، اے موسیٰ علیہ السلام ہمارے لئے بھی خدا بنا دو ، یعنی بت ، ہم بھی ان کی طرح اس کی عبادت کریں اور ان کی طرح ہو جائیں۔

---

(۱)(تفسیر القرآن العظیم ۲/ ۱۲۰۳)

(۲)(تفسیر فتح القدیر ۲/ ۳۱۰)

نواب صدیق حسن خاں [م ۱۳۰۷ھ] نے لکھا:

﴿ فَأَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلٰى أَصْنَامٍ لَهُمْ ﴾... قيل هؤلاء القوم الذي أتاهم بنو إسرائيل هم من لخم وجذام كانوا نازلين بالرقة يعني ساحل البحر كانت أصنامهم تماثيل بقر من نحاس فلما كان عجل السامري شبه لهم انه من تلك البقر. فذلك كان أول شأن العجل لتكون لله عليهم الحجة فينتقم منهم بعد ذلك. (1)

کہا گیا ہے کہ وہ جن کے پاس بنی اسرائیل والے آئے تھے وہ قبیلہ لخم اور جذام میں سے تھے جو رقہ میں ٹھہرے تھے یعنی دریا کنارے، ان کے بت تانبے کے بنے ہوئے گائے کی شکل کے تھے، پس سامری کے بنائے ہوئے بچھڑے نے انہیں یہ شبہ ڈالا کہ یہ اُسی گائے کا ہے، پس یہ پہلا فتنہ تھا جو بچھڑے کی پوجا کا باعث بنا تاکہ اللہ کی طرف سے ان پر حجت قائم ہو جائے پھر اس کے بعد وہ ان سے انتقام لے۔

غلام اللہ خاں کی مرتبہ حسین علی کی تفسیر" جواہر القرآن" میں ہے

,, یہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے۔ یعنی یہ گائے کے پجاری جس دین پر ہیں یہ عنقریب میرے ہاتھوں برباد ہونے والا ہے۔ (2)

اسی کے حاشیہ میں اسی صفحہ پر ,,موضح قرآن،، سے ہے۔

,, جاہل آدمی نرے بے صورت کو عبادت کر کر تسکین نہیں پاتا جب تک سامنے ایک صورت نہ ہو اس قوم نے دیکھا کہ گائے کی صورت پوجتے تھے ان کو بھی یہ ہوس آئی آخر سونے کا بچھڑا بنایا اور پوجا۔

(1) (فتح البيان في مقاصد القرآن ۵۲۸/۲)

(2) (جواهر القرآن ۳۸۳/۱)

ان کے علاوہ اکثریت آئمہ تفاسیر نے اپنی اپنی تفاسیر میں ایسے ہی ذکر کیا ہے۔

ان عباراتِ تفاسیر سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ کہنا کہ صنم صرف سونے، چاندی وغیرہ کا انسانی شکل پر بنا ہوا بت ہے درست نہیں بلکہ صنم کا لفظ کسی بھی چیز سے کسی بھی شکل وصورت کے بنے ہوئے مجسمے کو کہا جاتا ہے۔ یہاں تک ہم نے آئمہ تفاسیر سے اس بات کو بیان کیا ہے، اب آیئے لغتِ عرب کی طرف کہ عربی لغت میں بھی صرف سونے یا چاندی وغیرہ سے انسانی شکل کے بنے ہوئے مجسمے کو ہی صنم نہیں کہا جاتا بلکہ کسی بھی چیز سے کسی بھی شکل وصورت پر بنائے گئے مجسمے کو اہل لغت صنم کہتے ہیں، بلکہ آئندہ آنے والی عبارات میں آپ دیکھیں گے کہ بعض کے نزدیک تو صرف کسی چیز کے مجسمہ کو ہی نہیں بلکہ ہر اس چیز کو بھی صنم کہا گیا ہے جو بھی اللہ تعالی کی عبادت سے دور کرنے کا باعث بن جائے، خواہ وہ مجسمہ کی شکل وصورت میں ہو، یا زندہ انسان ہو، یا دنیا کا مال ودولت ہی کیوں نہ ہو۔

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

صنم : الصنم جثة متخذة من فضة أو نحاس أو خشب كانوا يعبدونها متقربين به إلى الله تعالى ، وجمعه أصنام . قال الله تعالى : ﴿أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً﴾[الأنعام : ٧٤] ﴿لَأَكِيدَنَّ أَصْنَامَكُمْ﴾[الأنبياء : ٥٧] قال بعض الحكماء : كل ما عبد من دون الله بل كل ما يشغل عن الله	''صنم'' ایسے جثہ کو کہا جاتا ہے جو کہ چاندی، تانبے، لکڑی وغیرہ سے بنایا گیا ہو، جس کی عبادت کی گئی اللہ تعالی کے قرب کو حاصل کرنے کے لئے، اور اس کی جمع ''اصنام'' ہے۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے بتوں کو معبود بنالیا ہے۔ ضرور بضرور توڑوں گا میں تمہارے بتوں کو۔ بعض حکماء نے کہا کہ اللہ تعالی کے سوا جس کی بھی عبادت کی

تعالى يقال له صنم، وعلى هذا الوجه قال إبراهيم صلوات الله عليه ﴿وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ﴾ [إبراهيم: ٣٥] فمعلوم أن إبراهيم مع تحققه بمعرفة الله تعالى وإطلاعه على حكمته لم يكن ممن يخاف أن يعود إلى عبادة تلك الجثث التي كانوا يعبدونها فكانه قال اجنبني عن الاشتغال بما يصرفني عنك. (1)

جائے بلکہ جو چیز بھی اللہ تعالی سے پھیر دے وہی صنم ہے، اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ"اور مجھے اور میری اولاد کو اصنام کی عبادت سے بچا" پس جاننا چاہئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالی کی معرفت اور اُس بات کی پوری پوری اطلاع تھی پھر اُنہیں یہ خوف کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ ان مورتیوں کی عبادت کی طرف لوٹیں گے تو اسی لئے آپ نے عرض کی مجھے (ہر اس چیز) سے بچا جو غافل کردے اور تجھ سے پھیر دے۔

امام ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

صنم: قد تقرر فيه ذكر الصنم و الأصنام وهو ما اتخذ إلها من دون اللّٰه تعالى. وقيل هو ماكان له جسم او صورة، فان لم يكن له جسم أو صورة فهو وثن. (2)

صنم وہ جو قرار پا گیا جن کے بارے میں صنم اور اصنام کا ذکر آیا، اور وہ جو اللہ تعالی کے سوا معبود بنا لئے گئے، اور کہا گیا ہے کہ وہ جس کا جسم اور صورت ہو وہ صنم ہے اور جس کا جسم و صورت نہ ہو پس وہ وثن ہے۔

---

(1) المفردات في غريب القرآن ٢٩٨

(2) النهاية في غريب الحديث والأثر ٥٢/٣

امام ابن منظور افریقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

صنم : الصنم : معروف واحد الأصنام يقال : إنه معرب شمن ، وهو الوثن ؛ قال ابن سيده : وهو ينحت من خشب و يصاغ من فضة ونحاس ، والجمع أصنام ، وقد تكرر في الحديث ذكر الصنم والأصنام ، وهو ما اتخذ إلها من دون الله ، وقيل : هو ما كان له جسم أو صورة ، فان لم يكن له جسم أو صورة فهو وثن . و روى أبو العباس عن الأعرابي: الصنمة والنصمة الصورة التي تعبد .وفي التنزيل العزيز ﴿وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ﴾ قال ابن عرفة ما اتخذوه من آلهة فكان غير صورة فهو وثن ، فإذا كان صورة فهو صنم وقيل الفرق بين الوثن والصنم أن الوثن ما كان له جثة من خشب أو حجر أو فضة ينحت و يعبد ،والصنم الصورة بلا جثة ، و من العرب من جعل

''صنم،،معروف ہے جس کی جمع ''اصنام،، ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ معرب ہے یعنی اصل کے لحاظ سے شمن اور وہ وثن ہے۔ ابن سیدہ نے کہا کہ وہ یعنی صنم بنایا جاتا ہے لکڑی سے اور ڈھالا جاتا ہے چاندی اور تانبے سے اور جمع اس کی اصنام ہے اور حدیث میں صنم اور اصنام کا ذکر بار بار آیا ہے، اور وہ وہ ہے جو اللہ کے سوا معبود بنایا جاتا ہے، اور کہا گیا ہے کہ وہ جس کا جسم اور صورت ہو، پس جس کا جسم اور صورت نہ ہو وہ وثن ہے، اور ابو العباس نے ایک اعرابی سے بیان کیا کہ صنمہ اور نصمہ ایسی صورت کو کہا جاتا ہے جس کی عبادت کی جائے، اور قرآن مجید میں (حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں ہے) اور بچا مجھے اور میری اولاد کو اصنام کی پوجا سے، ابن عرفہ نے کہا: جس کو انہوں نے معبود بنا رکھا ہے۔ پس اگر اس کی صورت نہیں تو وہ وثن ہے اور اگر اس کی صورت ہو تو

الوثن المنصوب صنما ، و روى عن
الحسن انه قال :لم يكن حي من
احياء العرب إلا و لها صنم يعبدونها
يسمونها أنثى بني فلان ؛ و منه قول
الله عزوجل :﴿إنْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ
إلَّا إنَاثًا﴾؛ والإناث كل شيْ ليس فيه
روح مثل الخشبة والحجارة،قال :
والصنمة الداهية ؛قال الأزهري :
أصلها صلمة.وبنو صنيم : بطن .(1)

صنم ہےاور کہا گیا ہے کہ وثن اور صنم میں فرق
ہے، وثن وہ ہے جس کے لئے جثہ ہو،لکڑی
،پتھر، یا چاندی سے بنایا گیا ہو اور اس کی
عبادت کی جائے ،اور صنم صورت بلا جثہ کو
کہتے ہیں اور عربوں نے بنا رکھے ہیں وثن
یعنی نصب کرر کھے ہیں صنم ،اورحسن سے روا
یت ہے فرمایا کہ عرب قبیلوں میں سے کوئی
قبیلہ بھی بت سے خالی نہیں تھا جس کی وہ
عبادت کرتے تھے اور اُن کا نام اُنہوں نے
انثـــی بنی فلاں رکھا ہوا تھا،اوراسی سے اللہ
تعالی کا قول ,,نہیں پکارتے (یعنی عبادت
کرتے)وہ مگر اس کے سوا اناث کو،اوراناث
کہتے ہیں ہراس چیز کوجس میں رُوح نہ ہو مثل
لکڑی اور پتھر کے،کہااور صنمہ داہیہ بڑا بت،
ازہری نے کہا اسکی اصل صلمہ ہے اور بنو صلیم
،شاخ ہے۔

علامہ محمد مرتضی زبیدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

[صنم] الصنم ، محركة : خبث الرائحة

صنم یعنی حرکت کے ساتھ ،بری ہوا اور ایسے

---

(۱)لسان العرب ۱۲/۲۰۶

وايضا:قوة العبد وقد صنم، وهو صنم ككتف . والصنم : واحد الأصنام ، وقد تكرر ذكره في القرآن والحديث .قال الجوهري : هو الوثن وهو صريح في إنهما مترادفان . وفرق بينهما هشام الكلبي في كتاب الأصنام له بأن المعمول من الخشب أو الذهب والفضة أو غيرها من جواهر الأرض صنم ؛و إذا كان من حجارة فهو وثن وقال ابن سيده : هو ينحت من خشب و يصاغ من فضة و نحاس . وذكر الفهرى : أن الصنم ماكان له صورة جعلت تمثالا ،والوثن ما لا صورة له. قلت : وهو قول ابن عرفة .و قيل : أن الوثن ما كان له جثة من خشب أو حجر أو فضة ينحت و يعبد ، والصنم الصورة بلا جثة .وقيل : الصنم ما كان على صورة خلقة البشر والوثن ما كان على غيرها كذا في شرح الدلائل

نیز بندے کی طاقت اور صنم ،صنم مثل کتف اور صنم واحد ہے اصنام کی ،اور قرآن و حدیث میں اس کا ذکر بار بار آیا ہے، جوہری نے کہا وہ وثن ہے اور وہ صریح ہے، بے شک دونوں مترادف ہیں ایک دوسرے کے ، اور ہشام کلبی نے اپنی کتاب الاصنام میں صنم اور وثن میں فرق بیان کیا ہے کہ جو لکڑی اور سونے چاندی وغیرہ جواہر ارضی سے بنایا گیا ہو وہ تو صنم ہے اور جو پتھر سے بنایا گیا ہو وہ وثن ہے۔اور ابن سیدہ نے کہا: جو لکڑی سے بنا ہوا ہو یا چاندی ،تانبہ وغیرہ سے ڈھالا گیا ہو ۔ فہری نے ذکر کیا ہے کہ صنم وہ ہے جس کے لئے صورت مورت بنائی گئی ہو اور وثن وہ ہے جس کی صورت نہ ہو، میں کہتا ہوں یہ قول ابن عرفہ کا ہے اور کہا گیا ہے کہ وثن وہ ہے جس کے لئے جسم ہو،لکڑی کا یا پتھر یا چاندی کا اور جو عبادت کرنے کے لئے بنایا گیا ہو،اور صنم وہ ہے کہ جو صورت بلا جسم و جثہ ہو،اور کہا گیا ہے کہ صنم وہ ہے جو خلقت بشر پر صورت

وقال آخرون : ماكان له جسم أو صورة فصنم ، فإن لم يكن له جسم أوصورة فهو وثن .وقيل : الصنم من حجارة أو غيرها ، والوثن : ما كان صورة مجسمة ،وقد يطلق الوثن على الصليب و على كل ما يشغل عن الله تعالى ، وعلى هذا الوجه قال إبراهيم عليه السلام : ﴿وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ أَنْ نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ﴾ لأنه عليه السلام مع تحققه بمعرفة الله عزوجل ، و إطلاعه على حكمته لم يكن ممن يخاف عبادة تلك الجثث التي كانوا يعبدونها ، فكأنه قال : اجنبني عن الاشتغال بما يصرفني عنك ؛ قاله الراغب . يقال إنه معرب شمن ، هكذا بالشين المعجمة ولا ادري أنه في أي لسان ، فانه في الفارسية بت (1).

رکھتا ہو اور وثن جو اس کے برعکس ہو ، اور دوسروں نے کہا ہے کہ جس کے لئے جسم اور صورت ہو وہ صنم ہے اور جس کے لئے جسم اور صورت نہ ہو وہ وثن ہے ، اور کہا گیا ہے کہ صنم وہ ہے جو پتھر وغیرہ سے بنایا گیا ہو ، اور وثن وہ ہے جو کہ صورت مجسمہ رکھتا ہو ، اور کبھی کبھی سخت ترین چیز پر بھی وثن کا اطلاق کیا جاتا ہے اور ہر اس چیز پر بھی جو اللہ تعالی سے دور کر دے اور اسی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی تھی ، اور بچا مجھے اور میرے بیٹوں کو اصنام کی عبادت سے ، کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالی کی معرفت اور اس بات کی پوری پوری اطلاع تھی پھر انہیں یہ خوف کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ ان مورتیوں کی عبادت کی طرف لوٹیں گے ، اسی لئے آپ نے عرض کی مجھے (ہر اس چیز) سے بچا جو غافل کردے اور تجھ سے پھیر دے ۔ یہ امام راغب نے کہا ، اور کہا گیا ہے کہ معرب

---

(1)(تاج العروس مع جواهر القاموس ۱۷/۴۲۱)

ہے ثمن اور شین معجمہ کے ساتھ ،اور میں نہیں
جانتا کہ یہ کون سی زبان میں ہے، بے شک
فارسی میں بت ہے۔

مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ صنم صرف انسانی شکل وصورت کی مورتی کو ہی نہیں کہاجاتا بلکہ یہ یہاں تک عام ہے کہ جو چیز بھی انسان کواللہ تعالی سے غافل کردے وہی صنم ہے۔

اب ہم ان کی حقیقت کے بارے میں ذکر کرتے ہیں کہ یہ بت کیسے تھے۔ان کی شکلوں کے بارے میں وضاحت کے بعد یہ بات مزید پختہ ہو جائے گی یہ صالحین کے مجسمے نہیں تھے، بلکہ مشرکین کے من گھڑت قسم کے معبود تھے جن کو اُنہوں نے خود گھڑا ہوا تھا اور اپنے خیال کے مطابق ان کو مختلف شکلیں دی ہوئیں تھیں،اور انہی مجسم شکلوں کو وہ معبود خیال کرتے تھے اور انہی کی عبادت کرتے تھے۔وہ ان کے خود ساختہ معبود تھے جن کا نیکی واصلاح سے حقیقت میں کوئی تعلق نہیں تھا۔کسی کے بت کی مجسم صورت انسانی ساخت کے مطابق تھی تو کسی کا معبود کوئی خوبصورت پتھر تھا۔کسی کے معبود کی مجسم صورت اگر گائے کی ساخت پر تھی تو کسی کا معبود گھوڑے کی صورت کا تھا،کسی کے معبود کی صورت اگر گدھ کی مجسم صورت تھی تو کسی کا معبود شیر کی مجسم صورت کا تھا،کسی کا معبود اگر سورج تھا تو کوئی چاند کا پجاری تھا،اگر کوئی فلک بوس پہاڑوں کو معبود خیال کیے ہوئے تھا تو کوئی درختوں اور جھاڑیوں کے سامنے سجدہ ریز ہوتا تھا۔

سب سے پہلے ہم اُنہی کی شکلوں کے بارے میں ذکر کرتے ہیں جن کا ذکر سورہ نوح میں ود،سواع،یغوث،یعوق اور نسر کے ناموں کے ساتھ کیا گیا ہے،ان کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وحکی الواقدي قال : کان ود علی صورۃ رجل، وسواع علی صورۃ امرأۃ ویغوث علی صورۃ أسد، ویعوق علی صورۃ فرس، ونسر علی صورۃ طائر، وھذا شاذ والمشہور انھم کانوا علی صورۃ البشر. (۱)

اور واقدی سے حکایت کی گئی ہے، کہا کہ ود آدمی کی شکل پر تھا، سواع عورت کی شکل پر تھا اور یغوث شیر کی شکل پر تھا، اور یعوق گھوڑے کی شکل پر، اور نسر پرندہ کی شکل پر، اور یہ شاذ ہے اور مشہور یہ ہے کہ وہ آدمی کے شکل کے تھے۔

میں کہتا ہوں! کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا اس کو شاذ قرار دینا غالباً بخاری وغیرہ کی روایات کی وجہ سے ہے حالانکہ بخاری کی روایت میں بھی یہ صراحت تو موجود نہیں کہ ان کے بیٹھنے کی جگہوں پر جو بت نصب کیے گئے تھے، وہ اُنہی کی شکل پر بنائے گئے تھے اور دوسری روایت جس میں ہے کہ ان کی تصویریں بنائی گئی تھی اور ان کو ان کی عبادت گاہوں میں آویزاں کیا گیا تھا۔ اگر اس کی وجہ سے اس کو شاذ قرار دیا ہے تب بھی پچھلے صفحات میں بخاری اور دیگر روایت کی فنی حیثیت ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں کہ کسی پر اعتماد کرتے ہوئے حتمی طور پر یہ کہا جا سکے کہ وہ تمام بت انسانی شکل وصورت کے تھے جبکہ اکثر اہل تفاسیر نے ان کی صورتوں کا اسی طرح ذکر کیا ہے اور اس کا رد بھی نہیں کیا، ملاحظہ ہو:

علامہ ابوالقاسم الزمخشری [م ۵۳۸ھ] لکھتے ہیں:

"وقیل: کان ود علی صورۃ رجل، وسواع علی صورۃ امرأۃ، ویغوث

اور کہا گیا ہے کہ ود آدمی کی شکل کا تھا اور سواع عورت کی شکل پر اور یغوث شیر کی شکل پر

(۱) (فتح الباری ۱۰/۸۶۵)

علی صورة أسد ، ویعوق علی صورة فرس ، ونسر علی صورة نسر.(1)	اور یعوق گھوڑے کی شکل پر اور نسر گدھ کی شکل پر بنایا گیا تھا۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقال الواقدي : کان ود علی صورة رجل ، وسواع علی صورة امرأة ، و یغوث علی صورة أسد ویعوق علی صورة فرس ، ونسر علی صورة نسر من الطیر ، فالله أعلم.(2)	اور واقدی نے کہا کہ ود آدمی کی شکل پر تھا اور سواع عورت کی شکل پر اور یغوث شیر کی شکل پر اور یعوق گھوڑے کی شکل پر اور نسر پرندوں میں سے گدھ کی شکل پر بنایا گیا تھا۔ فاللہ اعلم

امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی رحمۃ اللہ علیہ [م ۵۹۷ھ] فرماتے ہیں:

قال الواقدي: کان ود علی صورة رجل وسواع علی صورة امرأة ، ویغوث علی صورة أسد ویعوق علی صورة فرس ، ونسر علی صورة نسر من الطیر.(3)	اور واقدی نے کہا کہ ود آدمی کی شکل پر تھا اور سواع عورت کی شکل پر اور یغوث شیر کی شکل پر اور یعوق گھوڑے کی شکل پر اور نسر پرندوں میں سے گدھ کی شکل پر بنایا گیا تھا۔

امام ابوحیان الاندلسی رحمۃ اللہ علیہ [۷۴۵ھ] لکھتے ہیں:

وقیل: کان ود علی صورة رجل ، و سواع علی صورة امرأة ، و یغوث	اور کہا گیا ہے کہ ود آدمی کی شکل کا تھا اور سواع عورت کی شکل پر اور یغوث شیر کی شکل پر

(1)(تفسیر الکشاف ۴/۱۰۷) .

(2) (الجامع لاحکام القرآن ۱۸/۲۶۶، ۲۶۷).

(3)(زاد المسیر في علم التفسیر ۸/۱۲۷).

على صورة أسد، ويعوق على صورة فرس، ونسر على صورة نسر.(1)

اور یعوق گھوڑے کی شکل پر اور نسر گدھ کی شکل پر بنایا گیا تھا۔

امام عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

﴿وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا﴾ بفتح الواو وضمها وهو قراءة نافع لغتان: صنم على صورة رجل ﴿وَلَا سُوَاعًا﴾ هو على صورة امرأة ﴿وَلَا يَغُوثَ﴾ هو على صورة أسد ﴿وَيَعُوقَ﴾ هو على صورة فرس ﴿وَنَسْرًا﴾ هو على صورة نسر...(2)

اور نہ چھوڑنا ودکو، واو، کی فتح اور ضمہ کے ساتھ اور وہ نافع کی قرات ہے دونوں لغتیں۔ (اس کا) بت آدمی کی شکل کا تھا، اور نہ سواع کو وہ عورت کی شکل کا بت تھا، اور نہ چھوڑنا یغوث کو وہ شیر کی شکل کا بت تھا، اور یعوق کو وہ گھوڑے کی شکل کا بت تھا، اور نسر کو وہ گدھ کی شکل کا بت تھا۔

امام ابن عادل دمشقی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ [م ۸۸۰ھ] فرماتے ہیں:

وقال الواقدي: كان ود على صورة رجل، وسواع على صورة امرأة، و يغوث على صورة أسد ويعوق على صورة فرس، ونسر على صورة نسر من الطير، فالله أعلم.(3)

اور واقدی نے کہا کہ ود آدمی کی شکل پر تھا اور سواع عورت کی شکل پر اور یغوث شیر کی شکل پر اور یعوق گھوڑے کی شکل پر اور نسر پرندوں میں سے گدھ کی شکل پر بنایا گیا تھا۔ فاللہ اعلم

(1) تفسير البحر المحيط ٨/٣٣٥

(2) تفسير نسفي ١٢٨٥

(3) اللباب في علوم الكتاب سورة نوح

امام ابوسعود محمد بن محمد بن مصطفیٰ العمادی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ [م ۹۸۲ھ] فرماتے ہیں:

وقيل : كان ود على صورة رجل ، و سواع على صورة امرأة ، و يغوث على صورة أسد، و يعوق على صورة فرس ، و نسر على صورة نسر.(1)

اور کہا گیا ہے کہ ود آدمی کی شکل کا تھا اور سواع عورت کی شکل پر اور یغوث شیر کی شکل پر اور یعوق گھوڑے کی شکل پر اور نسر گدھ کی شکل پر بنایا گیا تھا۔

علامہ صدیق بن حسن بن علی القنوجی [م ۱۳۰۷ھ] لکھتے ہیں:

قال الواقدي : كان ود على صورة رجل ، و سواع على صورة امرأة ، و يغوث على صورة أسد و يعوق على صورة فرس ، و نسر على صورة نسر الطائر .(2)

اور واقدی نے کہا کہ ود آدمی کی شکل پر تھا اور سواع عورت کی شکل پر اور یغوث شیر کی شکل پر اور یعوق گھوڑے کی شکل پر اور نسر پرندوں میں سے گدھ کی شکل پر بنایا گیا تھا۔

ابوالاعلیٰ مودودی نے لکھا:

قومِ نوح کے معبودوں میں سے یہاں اُن معبودوں کے نام لئے گئے ہیں جنہیں بعد میں اہل عرب نے بھی پوجنا شروع کر دیا تھا اور آغازِ اسلام کے وقت عرب میں جگہ جگہ ان کے مندر بنے ہوئے تھے، بعید نہیں کہ طوفان میں جو لوگ بچ گئے تھے ان کی زبان سے بعد کی نسلوں نے قوم نوح کے قدیم معبودوں کا ذکر سنا ہوگا اور جب از سرِ نو ان کی اولاد میں جاہلیت پھیلی ہوگی تو انہی معبودوں کے بت بنا کر انہوں نے پھر انہیں پوجنا شروع کر دیا ہوگا۔ ودقبیلۂ قضاعہ کی

---

(1)(تفسير أبو سعود أو إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم ۳،۱۰٦،۱۱٫۳)

(2) (فتح البيان في مقاصد القرآن ۱۸۷،۲)

شاخ بنی کلب بن دبرہ کا معبود تھا جس کا استھان انہوں نے دومۃ الجندل میں بنا رکھا تھا عرب کے قدیم کتبات میں اس کا نام ودم ابم (ود بابو) لکھا ہوا ملتا ہے۔

کلبی کا بیان ہے کہ اس کا بت ایک نہایت عظیم الجثہ مرد کی شکل کا بنا ہوا تھا قریش کے لوگ بھی اس کو معبود مانتے تھے اور اس کا نام ان کے ہاں ود تھا اسی کے نام پر تاریخ میں ایک شخص کا نام عبد ود ملتا ہے۔

سواع قبیلۂ ہذیل کی دیوی تھی اور اس کا بت عورت کی شکل کا بنایا گیا تھا ینبوع کے قریب رہاط کے مقام پر اس کا مندر واقع تھا۔

یغوث قبیلۂ طے کی شاخ انعم اور قبیلۂ مذحج کی بعض شاخوں کا معبود تھا مذحج والوں نے یمن اور حجاز کے درمیان جرش کے مقام پر اس کا بت نصب کر رکھا تھا جس کی شکل شیر کی تھی قریش کے لوگوں میں بھی بعض کا نام عبد یغوث ملتا ہے۔

یعوق یمن کے علاقہ ہمدان میں قبیلۂ ہمدان کی شاخ خیوان کا معبود تھا اور اس کا بت گھوڑے کی شکل کا تھا۔

نسر حمیر کے علاقے میں قبیلۂ حمیر کی شاخ آل ذوالکلاع کا معبود تھا اور بلخ کے مقام پر اس کا بت نصب تھا جس کی شکل گدھ کی تھی۔ سبا کے قدیم کتبوں میں اس کا نام نسور لکھا ہوا ملتا ہے اس کے مندر کو وہ لوگ بیت نسور، اور اس کے پجاریوں کو اہل نسور کہتے تھے قدیم مندروں کے جو آثار عرب اور اس کے متصل علاقوں میں پائے جاتے ہیں ان میں سے بہت سے مندروں کے دروازوں پر گدھ کی تصویر بنی ہوئی ہے۔(1)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس سے ملتی جلتی بات لکھی ہے اور علماء دیو بند

---

(1) تفہیم القرآن ۶/۱۰۳۔۱۰۴

میں سے اکثریت نے اسے اپنی تفاسیر میں بیان کیا ہے ملاحظہ فرمائیں:(1)۔
مفسر قرآن، شارح بخاری و مسلم علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی طویل کلام کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

واضح رہے کہ سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ نے اسی اصح روایت کو اختیار کیا ہے۔(2)

علامہ سلیمان ندوی نے اپنی کتاب ''تاریخ ارض القرآن'' میں لکھا کہ:

ایک غیر مرفوع روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بت گزشتہ بزرگوں کے مجسمے تھے جن کو اہل عرب نے بعد میں پوجنا شروع کر دیا تھا [حاشیہ میں لکھا کہ: ''صحیح بخاری تفسیر سورہ نجم و سورہ نوح''] ممکن ہے کہ ان میں بعض ایسے بھی ہوں لیکن زیادہ صحیح خیال یہ ہے کہ اصل میں یہ مختلف ستاروں کی خیالی صورتیں تھیں، نسر کے متعلق تو یہ تحقیق ثابت ہے کہ وہ ایک آسمانی شکل کا نام ہے اسی پر دوسرے بتوں کو بھی قیاس کرنا چاہئے بعد میں مرور زمانہ سے ان کی اصلیتیں ہی ذہنوں سے اُتر گئیں اور وہ صرف پتھر اور مٹی کا ڈھیر بن کر رہ گئے چنانچہ لات، عزیٰ اور مناۃ کی یہی صورت تھی۔

لات: گول سپید پتھر اور اس پر ایک عمارت تھی۔

عزیٰ: ایک درخت تھا اس کے نیچے ایک بت تھا چاروں طرف چار دیواری تھی۔

مناۃ: پتھر کی ایک چٹان تھی۔

دوسرے بتوں کی مختلف صورتیں تھیں

---

(1) (تفسیر عزیزی ۳/۲۲۵۔۲۲۶ مترجم، معالم العرفان فی دروس القرآن سواتی ۱۹/۲۲۷۔۲۲۸۔۲۲۹ عن شاہ عبد القادر، انوار القرآن، محمد نعیم شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند۔ تفسیر حقانی ۳/۵۸۷۔۵۸۸۔ مواہب الرحمٰن ۹/۱۰۷۔ وغیرہم۔)

(2) (تبیان القرآن ۱۲/۲۶۲)

ود: دراز قد مرد کی ایک مورت تہہ کر میں لپیٹے، ایک چادر اوڑھے گلے میں تلوار حمائل کمان لٹکی ہوئی، ایک طرف ترکش پڑا ہوا، سامنے نیزہ اس میں جھنڈا بندھا ہوا، ستارہ جبار کی تقریباً یہی شکل ہے۔

سواع: کی شکل عورت کی تھی، آسمان میں مراۃ سلسلہ ذات الکرسی وغیرہ عورت کی شکلیں ہیں۔

یغوث: (فریادرس) کی شکل شیر کی تھی، ستارہ اسد ہوگا، ایک فریادرس اور مددگار کی مورت شیر سے بہتر کیا خیال کی جاسکتی ہے؟

یعوق: (مصیبتوں کو روکنے والا) کی صورت گھوڑے کی تھی، ستاروں کی ایک شکل فرس بھی ہے عربوں کے نزدیک تو فرس حقیقۃً ان کے مصائب کا کا چارہ گر ہے۔(۱)

بقول مودودی صاحب عرب اور اس کے متصل علاقوں میں پائے جانے والے مندروں کے آثار اوران کے دروازوں پر گدھ کی تصاویر کا پایا جانا اس بات کو پختہ کرتا ہے کہ ان کے یہ خود ساختہ معبود صرف انسانی شکل وصورت کے ہی نہیں تھے بلکہ مختلف روپوں میں بنائے گئے تھے۔

مذکورہ بالا شکلوں کے بارے میں اگر کسی کو واقدی کی وجہ سے شک ہوتو عرض یہ ہے کہ قدیم مندروں کے جو آثار عرب اوراس متصل علاقوں میں پائے گئے ہیں ان میں ان کی شکلوں کا پایا جانا واقدی کی بات کی صحت کی دلیل ہے جبکہ اس کے خلاف کوئی صحیح روایت بھی موجود نہیں کہ جس سے ثابت ہوسکے کہ یہ انسانی شکل وصورت کے بت تھے۔

ایک بات مزید اس چیز کی تائید کرتی ہے کہ اگر وہ نیک وصالح انسانوں کے مجسمے تھے تو جب ان کی مذمت بیان کی گئی چاہیے تھا کہ ان کے پجاری ان کی تعریفوں میں ان کی بھلائیوں

---

(۱) (تاریخ ارض القرآن ۳۱۹، ۳۲۰)

اور صلاح کے پُل باندھتے لیکن اس بارے میں بھی ہمیں اس کا کوئی صحیح شاہد نظر نہیں آتا۔
مزید یہ کہ اگر ان لوگوں نے ان کی نیکی و صلاح کی وجہ سے ان کے مجسمے بنائے تھے تو اس میں انہیں سب سے پہلے حضرت آدم اور ادریس علیہما السلام جیسی شخصیات کے مجسمے بنانے چاہیے تھے جن کی مثل ان میں کوئی بھی نیک وصالح نہیں تھا۔
قرآن و احادیث اور آثار بھی اسی بات کی تائید کرتے ہیں کہ مشرکین جن بتوں کی پوجا کرتے تھے وہ صرف انسانی شکل وصورت کے ہی نہیں بلکہ مختلف شکلوں اور صورتوں کے مجسمے تھے جیسا کہ آگے شعریٰ اور عزیٰ وغیرہما نامی بتوں کے بارے میں ذکر ہوگا۔

بت پرستی کی ابتداء کے بارے میں

اس زمین پر انسانیت کے بسنے کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر اُتارے جانے کے ساتھ شروع ہوئی، اور پیدائشِ انسانیت کی ابتداء حضرت آدم اور حواء علیہما السلام کے زمین پر اُترنے کے بعد کافی عرصہ جدا جدا خطہ زمین پر رہنے کی وجہ سے نہ ہوئی۔

پس جب حضرت آدم و حواء علیہما السلام کی ملاقات ہوئی تو اس کے بعد پیدائش انسانیت کا سلسلہ شروع ہوا، تو سب سے پہلے انسانوں میں جو اختلاف پیدا ہوا اور اس کے جو نتائج برآمد ہوئے ان کے ساتھ ہی اس زمین پر کفر و عصیاں کا دور شروع ہو گیا۔

سب سے پہلے اولادِ آدم علیہ السلام میں جو اختلاف پیدا ہوا اس کو اللہ رب العزت نے اپنی مقدس کتاب میں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ . لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ . إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبُوءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ وَذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ﴾

اور انہیں پڑھ کر سناؤ آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کی سچی خبر، جب دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی تو اس قبول ہوئی دوسرے کی نہ قبول ہوئی، بولا قسم ہے میں تجھے قتل کر دوں گا کہا: اللہ اسی سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے بے شک اگر تو اپنا ہاتھ مجھ پر بڑھائے گا کہ مجھے قتل کرے تو میں اپنا ہاتھ نہ بڑھاؤں گا کہ تجھے قتل کروں، میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو مالک سارے جہاں کا میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے ہی پلہ پڑیں تو

تو دوزخی ہو جائے اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔(1)

حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں اس آیت مبارکہ کے بارے میں دونوں بھائیوں کے اختلاف کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

یقول تعالی مبینا وخیم عاقبة البغي والحسد والظلم في خبر ابني آدم لصلبه في قول الجمهور وهما قابيل وهابيل كيف عدا أحدهما على الآخر فقتله بغيا عليه وحسدا له ....شرع لآدم عليه السلام أن يزوج بناته من بنيه لضرورة الحال ولكن قالوا كان يولد له في كل بطن ذكر و انثى فكان يزوج انثى هذا البطن لذكر البطن الآخر و كانت أخت هابيل دميمة وأخت قابيل وضيئة فاراد أن يستأثر بها على أخيه فأبى آدم ذلك إلا أن يقربا قربانا فمن تقبل منه فهي له فتقبل هابيل ولم	اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کے دو صلبی بیٹوں قابیل اور ہابیل کی خبر میں سرکشی، حسد اور ظلم کے انجام کو بیان فرمایا جمہور کے قول کے مطابق کہ کیسے ایک دوسرے کا دشمن ہو گیا تو اس کو سرکشی اور حسد کی وجہ سے قتل کر دیا ـــــ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے یہ شریعت تھی (ابتداء دنیا کی وجہ سے) کہ وہ ضرورت حال کی وجہ سے اپنی ایک بیٹی کا نکاح اپنے ایک بیٹے سے کریں اور لیکن کہتے ہیں کہ ان کے ہاں ہر حمل میں سے ایک لڑکی اور ایک لڑکا پیدا ہوتے تھے تو اس حمل کے لڑکی کا نکاح دوسرے حمل کے لڑکے سے کرا دیا جاتا تھا اور ہابیل کی بہن (یعنی اس کے ساتھ ایک حمل میں پیدا ہونے والی) بہت خوبصورت

(1) [سورة المائدة : ۲۷ إلى ۲۹]

يتقبل من قابيل فكان من أمرهما ما قصه الله في كتابه .(1)

خوبصورت تھی،اور قابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی بہن خوبصورت نہ تھی،تو قابیل نے چاہا کہ اپنے ساتھ پیدا ہونے والی بہن کے ساتھ ہی نکاح کرلے،تو آدم علیہ السلام نے اس سے منع فرمایا مگر یہ کہ تم دونوں اللہ کی بارگاہ میں اپنی اپنی قربانی پیش کرو،پس جس کی قربانی قبول ہوگئی اس کا نکاح اسی سے ہو جائے گا،تو ہابیل کی قربانی قبول ہوگئی،اور قابیل کی قربانی قبول نہ ہوئی،پھران کا معاملہ وہ ہوا جس کا اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

حافظ ابن کثیر کی مذکورہ بالا عبارت سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ان آیات میں حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں کی اللہ تعالی کی بارگاہ میں پیش کی جانے والی قربانی کا ذکر ہے اور جب ایک کی قربانی کو اللہ تعالی نے قبول فرمالیا اور دوسرے کی قربانی کو قبول نہ فرمایا تو اس نے سرکشی کی اور بغاوت پر اتر آیا جس کی وجہ سے اس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا۔

پہلے زمانوں میں غنائم اور قربانی کی قبولیت کی علامت یہ تھی کہ آسمان سے آگ آتی اور غنائم وقربانی کو کھا جاتی یہ غنائم وقربانی کی قبولیت کی دلیل ہوتی۔

اسی لئے یہود نے نبی اکرم ﷺ سے بھی اس بارے میں کہا تھا جیسا کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید

---

(1)(تفسير ابن كثير ٥٨/٢، سورة المائدة)

فرقان حمید میں ارشاد فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَا اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ. (1)

وہ جو کہتے ہیں اللہ نے ہم سے اقرار کرلیا ہے کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں، جب تک ایسی قربانی کا حکم نہ لائے جسے آگ کھائے۔

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

وإنما طلبو القربان لأنه كان من سنن الأنبياء المتقدمين وكان نزول النار علامة القبول .قال ابن عباس كان الرجل يتصدق فإذا قبلت منه نزلت نار من السماء فأكلته وكانت نار لها دوي وحفيف . (2)

اور انہوں نے جو ایسی قربانی طلب کی اس وجہ سے کہ وہ پہلے انبیاء کی سنت تھی اور اس کے مقبولیت کی علامت یہ ہوتی تھی کہ آسمان سے آگ نازل ہوتی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی صدقہ کرتا اگر اس سے قبول ہوتا تو آسمان سے آگ آتی جو اس کو کھا جاتی اور آگ کے ساتھ بادل کی گرج اور سرسراہٹ ہوتی تھی۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

قال لما كان يوم بدر تعجل الناس إلى الغنائم فاصابوها فقال رسول الله ﷺ

جب بدر کے روز لوگوں نے مال غنیمت کی طرف بہت جلدی کی اور اس کو جمع کیا تو

(1) [سورة آل عمران ١٨٣]

(2)(زاد المسير ١/٥١٢ في تفسير سورة آل عمران ، آية :١٨٣،وما قاله ابن عباس : اخرجه الطبري في تفسيره ٥٣٧/٣ ، وعن الضحاک نحوه ، وابن ابي حاتم في تفسيره (٤٦٤٥) ، والشوكاني في الفتح القدير ٣٣١/١)

إن الغنيمة لا تحل لأحد سود الرؤس غيركم وكان النبي وأصحابه إذا غنموا الغنيمة جمعوها ونزلت نار من السماء فأكلتها فأنزل الله هذه الآية ﴿لَوْ لَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ﴾ إلى آخر الآيتين .(1)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مال غنیمت تمہارے علاوہ کسی امت کے لئے حلال نہ تھا اور سابقہ نبی اور ان کے ساتھی جب مال غنیمت جمع کر لیتے تو آسمان سے آگ آتی اور اس کو کھا جاتی تھی تو اللہ تعالی نے یہ آیت ﴿لَوْ لَا کِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ﴾ دو آیتوں کے آخر تک نازل فرمائی۔

پس جب حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں ہابیل اور قابیل نے اپنی اپنی قربانیاں پیش کیں، تو ایک کی قربانی اللہ تعالی کی بارگاہ میں قبول و منظور ہوئی، اور دوسرے کی نامنظور، جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا کہ:

فأرسل الله نارا بيضاء فأكلت قربان هابيل و تركت قربان قابيل و بذلك كان يقبل القربان قبله .(2)

تو اللہ تعالی نے آگ بھیجی، تو اس نے ہابیل کی قربانی کو کھالیا، اور قابیل کی قربانی کو چھوڑ دیا اور یہ اس وقت قربانی کی قبولیت کی علامت تھی۔

پس جب قابیل کی قربانی شرف قبولیت حاصل نہ کر سکی تو اس نے اپنے بھائی کو قتل کرنے کی ٹھان لی (یاد رہے کہ بعض مفسرین سے نکاح کی بات کو سبب قتل بیان نہیں کیا بلکہ صرف

(1) (اخرجه الطيالسي في مسنده ١٨ ٣(٢٣٢٩) ، و احمد في مسنده ٢/٢٥٢ ، كلاهما في مرويات ابي هريرة ، والترمذي في الجامع (٣٠٨٥) في التفسير ، وابن حبان في الصحيح ١١/١٣٣ (٢٨٠٦) ، والطبري في تفسيره ٦/٢٨٨ ، وغيرهم).

(2) (تفسير ابن كثير ٢/٥٨ ، سورة المائدة) .

قربانی کی قبولیت کو ہی سبب تسلیم کیا ہے کہ اس نے اس حسد میں کہ میری قربانی کیوں قبول نہیں ہوئی، اور اس کی کیوں مقبول ہوگئی یہی سبب تھا جس کے حسد کی وجہ سے قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا) اور اس موقع کا منتظر رہا کہ جب ہی موقع ہاتھ آئے میں اس کو قتل کردوں گا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا:

﴿فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ . (۱)	پس اس کو اس کے نفس نے اپنے ہی بھائی کے قتل پر آمادہ کردیا اور اس نے اسے قتل کر ڈالا پس وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہوگیا

ہابیل کو قتل کرنے کے بعد قابیل کے بارے میں امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

واما قابيل فقيل له اذهب طريدا شريدا فزعا مرعوبا لا تأمن من تراه فاخذ بيد اخته أقليما وهرب بها إلى عدن من أرض اليمن فأتاه إبليس فقال له إنما أكلت النار قربان هابيل لأنه كان يعبد النار فانصب أنت نارا أيضا تكون لك ولعقبك فبنى بيتا للنار فهو أول من عبد النار وكان لا يمر به أحد إلا رماه فاقبل ابن له اعمى و معه ابن له فقال ابنه :هذا	اور قابیل تو اس سے کہا گیا کہ (نکل) جا دھتکارہ ہوا، دہشت زدہ، ڈرا ہوا، نہ امن ملے تجھے اس سے جسے تو دیکھے، تو اس نے اپنی بہن اقلیما کا ہاتھ پکڑا اور اس کے ساتھ یمن کی زمین عدن کی طرف چلا گیا پس اس کے پاس ابلیس آیا، تو اس نے اس کو کہا آگ نے ہابیل کی قربانی اس لئے کھائی کیونکہ وہ آگ کی عبادت کرتا تھا پس تو بھی اسی طرح آگ جلا تا کہ وہ تیرے اور تیرے بعد والوں کے لئے ہو تو اس نے آگ کے لئے گھر بنایا

(۱)[سورۃ المائدۃ : ۳۰]

ابوک قابیل فرمی الأعمی أباه فقتله ابن الأعمی : قتلت أباک ؟ فرفع یده فلطم ابنه فمات فقال الأعمی : ویل لی قتلت ابی برمیتی و قتلت ابنی بلطمتی.(۱)

پس وہ پہلا آدمی تھا جس نے آگ کی عبادت کی اور جو کوئی بھی اس کے پاس سے گزرتا تو وہ اسے طعن کرتا، پس ایک دن اس کا اندھا بیٹا اس کے سامنے آیا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا تھا تو اس کے بیٹے نے اس سے کہا کہ یہ تیرا باپ قابیل ہے تو اندھے نے اپنے باپ کو تیر مارا اور قتل کر دیا، اندھے کے بیٹے نے کہا تو نے اپنے باپ کو قتل کر دیا تو اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو اپنے بیٹے کو تھپڑ مارا تو وہ مر گیا تو اندھے نے کہا میرے لئے ہلاکت ہے میں نے اپنے باپ کو اپنے تیر سے قتل کر دیا اور میں نے اپنے بیٹے کو اپنے تھپڑ سے مار ڈالا۔

مذکورہ بالا عبارت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شرک کی ابتداء اس دور سے شروع ہوئی اور اس کا سبب حضرت آدم علیہ السلام کے فرمان کی نافرمانی تھی اور نافرمانیاں اور گناہ ہی انسان کو گمراہی و بے راہ روی کی طرف لے جاتے ہیں اور انسان گناہوں کی دلدل میں ڈوبتا چلا جاتا ہے اگر خدا ہدیت عطا نہ فرمائے تو انہی گناہوں اور نافرمانیوں کی وجہ سے آہستہ آہستہ انسان ان کو ہلکا سمجھنے لگتا ہے جس کی وجہ سے اس کی طبیعت میں گناہ وعصیاں رچ بس جاتے ہیں اور وہ

---

(۱)تفسیر معالم التنزیل للبغوی سورۃ المائدۃ : ۳۱، والقرطبی فی تفسیرہ ۱۳۳/۶ ، مختصرا ،وابو سعود فی تفسیرہ ۲۹/۳ ، ومحمود الألوسی فی تفسیرہ ۱۱۵/۶)

گمراہی و بے راہ روی کی راہوں پر چلتا ہوا کفر و شرک جیسی لعنت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

پس قابیل کا معاملہ بھی ایسا ہی ہوا کہ اسی نافرمانی کے باعث وہ گمراہ ہوا اور بعد میں اصرار پر کفر و شرک جیسی لعنت میں گرفتار ہو گیا، واللہ اعلم۔

اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کو جب مبعوث کیا گیا اس وقت بت پرستی عام تھی، اور ان کے بتوں میں سے پانچ بتوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا، جن کے بارے میں تفصیلاً ذکر ہو چکا ہے، پس اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو نیست و نابود کر دیا، صرف وہ لوگ بچے جو آپ علیہ السلام کے ساتھی تھے، یعنی فقط اہل ایمان۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد قرآن مجید کی تاریخ امم سامیہ اولیٰ وثانیہ، بنو قحطان اور بنو ابراہیم کے بارے میں بیان کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔

امم سامیہ اولیٰ میں عاد، ثمود اور جرہم وغیرہ قبائل شامل ہیں ان کی آبادی عرب سے لے کر عراق و شام اور مصر تک تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد جس دور میں بت پرستی شروع ہوئی اس کے بارے میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

" وهم عاد الأولى كانوا أول من عبد الأصنام بعد الطوفان ، وكانت أصنامهم ثلاثة : صدا ، وصمودا و هرا ". (1)	یعنی وہ عاد اولیٰ ہیں، جنہوں نے طوفان کے بعد سب سے پہلے بت پرستی کو اختیار کیا، اور ان کے تین بت تھے، صدا، صمودا اور ہرا۔

صدا، صمودا اور ہرا کی حقیقت کیا تھی؟

اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کا اپنی قوم کو توحید کی دعوت دینا بیان کرنے کے بعد آپ علیہ

(1) (البداية والنهاية ، قصة هود عليه السلام ، ١/١٣١)

السلام کی قوم کے لوگوں کی بات کو حکایت کے طور پر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ . قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ . (1)

بولے: کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم ایک اللہ کو پوجیں، اور جو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے انہیں چھوڑ دیں، تو لاؤ جس کا ہمیں وعدہ دے رہے ہو، اگر سچے ہو، کہا: ضرور تم پر تمہارے رب کا عذاب اور غضب پڑ گیا۔ کیا مجھ سے خالی ان ناموں میں جھگڑ رہے ہو، جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے، اللہ نے ان کی کوئی سند نہ اُتاری، تو راستہ دیکھو میں بھی تمھارے ساتھ دیکھتا ہوں

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

﴿وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا، قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ﴾(2)

عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہود کو بھیجا اس نے کہا: اے میری قوم! خدا کو پوجو، اس کے سوا کوئی خدا نہیں، دوسرے خداؤں کا نام تمہارا افتراء ہے۔

اللہ کے فرمان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انکے وہ معبود جن کی وہ عبادت کرتے تھے، وہ صرف ان کے رکھے ہوئے فرضی نام ہی تھے جن کی اور کوئی حقیقت نہیں تھی۔

---

(1) (سورۃ الأعراف: ۷۰، ۷۱)

(2) (سورۃ ھود: ۵۰)

اگر ان کی کوئی اور حقیقت ہوتی تو آپ علیہ السلام کی قوم ضرور ان کے بارے میں کچھ نا کچھ کہتی۔
قوم عاد کی تباہی و بربادی کے بعد قوم ثمود کو شہرت اور سیاسی جانشینی حاصل ہوئی۔
جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ:

﴿وَاذْكُرُوْا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ﴾(1) اور یاد کرو جب تم کو عاد کا جانشین کیا۔

قوم ثمود عرب مغربی وشمالی میں آباد تھے جس کو اس زمانہ میں ''وادی القریٰ'' کہا جاتا تھا، اور یہ اس لئے کہ اس دور میں یہ وادی چھوٹی چھوٹی آبادیوں سے آباد تھی، قوم ثمود کے ملک کا دارالحکومت حجر تھا اور یہ شہر اس قدیم راستہ پر واقع ہے جو حجاز سے شام کو جاتا ہے۔
پس یہ قوم بھی بت پرستی کی لعنت میں مبتلاء ہوگئی ان کی طرف بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مبعوث فرمائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

﴿وَإِلٰى ثَمُوْدَ أَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُ﴾(2) اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔

قوم ثمود کی بت پرستی کے بارے میں تو قرآن مجید واضح بیان فرما رہا ہے لیکن وہ قوم کن بتوں کی عبادت کرتے تھی اس کے بارے میں کوئی واضح دلیل موجود نہیں ہے۔
لیکن علامہ سلیمان ندوی نے اپنی کتاب ''تاریخ ارض القرآن'' میں لکھا کہ:

---

(1) (سورۃ الأعراف: ۷۴)

(2) (سورۃ الأعراف: ۷۳)

قوم کی آخری زندگی میں جو مرض عام پیدا ہوتا ہے ثمود بھی اس سے مستثنیٰ نہ تھے، خدائے واحد کی پرستش چھوڑ کر انہوں نے ستاروں کے مادی ہیکلوں کے سامنے سر جھکایا۔(1)

علامہ سلیمان ندوی کی عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس قوم کے بتوں کے مجسمے بھی کسی نیک وصالح انسان کی صورت پر نہیں تھے بلکہ وہ ان کی اپنی خیالی صورتیں تھی جو انہوں نے اپنے خیالات کے مطابق مختلف ستاروں کی شکلوں پر بنائے ہوئے تھے۔

اس کے بعد اللہ تعالی کے جس نبی علیہ السلام کا دور ہمیں تاریخی اعتبار سے قرآن مجید میں نظر آتا ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات ہے جو انہی سامیہ قبائل کی طرف مبعوث کئے گئے تھے آپ کی قوم میں بھی بت پرستی جاری تھی اللہ تعالی نے کئی مقامات قرآنِ مجید میں اس ہتا ہتہ کو فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیں:

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً إِنِّي أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ . وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ . فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَىٰ كَوْكَبًا قَالَ هَٰذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ . فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هَٰذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ

اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو بے شک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں پاتا ہوں، اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی، اور اس لئے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے، پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا ایک تارا دیکھا بولے: اسے میرا رب ٹھہراتے ہو، پھر جب وہ ڈوب گیا بولے:

---

(1) تاریخ ارض القرآن ۱۵۲

الضَّآلِّيْنَ . فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ أَكْبَرُ فَلَمَّآ أَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ إِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ. إِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾(۱)

مجھے خوش نہیں آتے ڈوبنے والے، پھر جب چاند چمکتا دیکھا بولے: اسے میرا رب بتاتے ہو، پھر جب وہ ڈوب گیا کہا: اگر مجھے میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں بھی انہی گمراہوں میں ہوتا پھر جب سورج جگمگاتا دیکھا بولے: اسے میرا رب کہتے ہو، یہ تو ان سب سے بڑا ہے، پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اے قوم! میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو، میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے ایک اسی کا ہو کر میں مشرکوں میں نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم پر حجت پیش کرنے کے لئے ان کے معبودوں کی لاچارگی و بے بسی کو بیان کرتے ہوئے ستارے، چاند اور سورج کا ذکر فرمانا، اس بات کو واضح کرتا ہے کہ وہ قوم ستاروں، چاند اور سورج کی پجاری تھی، اُنہی کے بت تھے، جو انہوں نے اپنے خیالات کے مطابق بنائے ہوئے تھے اور ان کو اپنا معبود خیال کرتے تھے اور ان آیات کی ابتداء میں آپ علیہ السلام کا اپنے چچا کو خاص کر مُخاطب کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ علیہ السلام کا چچا جو بت بناتا تھا وہ بھی کسی انسانی مجسمے کے نہیں ہوتے تھے بلکہ ان کی سوچ، عقل و فہم کے مطابق مخلوقات سماوی میں سے کسی نہ کسی کی تشبیہ ہوتی تھی جو ان کی خیالات کے مطابق

---

(۱) (سورۃ الأنعام: ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹)

ان کا معبود ہونا جس کی وہ پوجا کرتے تھے۔

حافظ ابن کثیر " البداية والنهاية " میں لکھتے ہیں کہ:

فبين لهم أولا عدم صلاحية الكواكب لذلك ، قيل هو الزهرة ، ثم ترقى منها إلى القمر الذي هو أضوأ منها و أبهى من حسنا ، ثم ترقى إلى الشمس التي هي أشد الأجرام المشاهدة ضياء وسناء و بها ، فبين أنها مسخرة مسيرة مقدرة مربوبة ، كما قال تعالى ﴿وَمِنْ آيٰتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ (2.1)

پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں سب سے پہلے یہ بات سمجھائی کہ یہ ستارے خدا نہیں ہو سکتے، کہا گیا ہے کہ وہ "زہرہ" کی عبادت کرتے تھے، پھر آپ چاند کی طرف متوجہ ہوئے جس کی روشنی اور چمک دمک زہرہ سے کہیں زیادہ تھی، پھر سورج کی طرف متوجہ ہوئے جو تمام اجرام فلکی سے روشنی، خوبصورتی اور حجم بڑا نظر آتا ہے آپ نے ان کو متوجہ کرکے فرمایا کہ یہ اس کا مسخر کیا ہوا ہے اسی نے اس کا محور اور مرکز متعین کیا ہے یہ معبود نہیں بلکہ مخلوق ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے کہ: "اور اس کی نشانیوں میں سے ہیں رات اور دن اور سورج اور چاند، سجدہ نہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو، اور اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا اگر تم اس کے بندے ہو

---

(1) (سورة فصلت : ٣٧)

(2) البداية والنهاية ،قصة ابراهيم عليه الصلاة و السلام ١٦٥/١)

یہاں تک یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عام طور پر امم سامیہ میں جن بتوں کی پوجا کی جاتی تھی ان میں مختلف ستاروں، چاند اور سورج کی ان کے وہم گمان کے مطابق بنائی ہوئی مورتیاں تھیں جن کا کسی نیک و صالح انسان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔

آخر میں ہم علامہ سلیمان ندوی کی کتاب ''تاریخ ارض القرآن'' سے کچھ نقل کرتے ہیں کہ ندوی صاحب کی تحقیق کے مطابق بت پرستی کی ابتداء کیسے ہوئے اور ان کی تحقیق ہماری گزشتہ تمام بحث کی تائید بھی کرتی ہے ملاحظہ فرمائیں:

''مغرور انسان کی اندرونی حالت یہ ہے کہ وہ قدم قدم پر اپنے عجز اور بیچارگی کے اعتراف پر مجبور ہے اور اس کا یہی اعتراف ایسی طاقتوں کی تلاش پر آمادہ کرتا ہے جو اس کے عجز و بیچارگی کی تلافی کر سکے انسان آغاز تخلیق میں اپنے سوا ہر شے سے جھجکتا تھا اور ڈرتا تھا اور اس لئے ہر شے سے وہ اپنی مدد کا طالب تھا، گھنا درخت، اونچا پہاڑ، پُر شور دریا، خوفناک جانور ان میں سے ہر چیز اُس کا خدا تھی۔ وہ ایک مدت بعد جب ان سے آشنا ہوا اور ان دتوں کو اچھی طرح آزما چکا تو زمین سے اوپر آسمان کی طرف اس کی نظر اُٹھی، یہاں ہر ستارہ اُس کو اپنا معبود نظر آیا، سب سے بڑے ان میں سات سیارے دکھائی دیئے یہ ساتوں آسمان و زمین کے تمام مہمات کے کارکن سمجھے گئے، انسان کی مختلف ضرورتوں کا ایک ایک قادر علی الاطلاق مانا گیا، کوئی حسن کی دیوی تھی، کوئی لڑائی کا دیوتا تھا، کوئی زندگی اور موت کا خزینہ دار تھا، کوئی علم و کمال کا خدا تھا۔ آفتاب کا جاہ جلال اور چاند کا حسن و جمال خداوند اعظم ہونے کا بہترین استحقاق تھا یہ سورج، چاند اور مختلف الاشکال ستاروں کے جھرمٹ اس کی نگاہوں سے اتنی دور تھے کہ انسان ان کو پیار نہیں کر سکتا تھا، اور نہ ان کی خدمت گذاری کا فرض ادا کر سکتا تھا اس لئے ان کی خیالی مورتیں بنا کر اپنے بتخانوں کی اس نے بنیاد ڈالی۔ ان ستاروں کی کمزوری کا راز بھی جب افشا ہوا تو غیر محسوس روحوں کا تسلط

شروع ہوا اور چونکہ وہ بھی آنکھ سے اوجھل تھے، متخیلہ نے جن اشکال میں چاہا اُن کی تصویر کھینچ کر سامنے رکھی ان کی عظمت واقتدار کے لحاظ سے مٹی، پتھر، چاندی، سونے اور جواہرات کے اُن کے مجسمے تیار کئے ـــــــ ہم نے آغاز باب میں لکھا ہے کہ جب انسانوں میں کسی قدر تہذیب وتمدن پیدا ہوا تو مخلوقات ارضی سے ہٹ کر دیکھا تو آسمان کے بلند اور روشن ستارے ان کو خداوندی کے بہترین مستحق نظر آئے چنانچہ ان کی پرستش شروع ہوئی، مشہور عرب مؤرخ مسعودی نے لکھا ہے کہ چونکہ یہ ستارے نکلتے اور ڈوبتے رہتے تھے اس لئے ان کی متخیل شبیہیں بنا بنا کر لوگوں نے ان کو پوجنا شروع کیا اور اسی طرح بت پرستی کی ابتداء ہوئی، یہ نظریہ بظاہر غلط معلوم نہیں ہوتا اس لئے لائق قبول ہے ـــــ قرآن مجید کہتا ہے کہ ستارہ پرستی کے ساتھ بت پرستی بھی اس قوم کا شیوہ تھا ـــــ اُصول مذکورہ کے مطابق یہ بت ان ہی کواکب کی شبیہ ہوں گے ـــــ اس زمانہ کے سامیوں کا یہ اعتقاد تھا کہ تمام ارواح سے بھری ہوئی ہے جن میں زیادہ تر ارواح خبیثہ اور کچھ ارواح طیبہ ہیں ان کے مذہب کا خلاصہ یہ تھا کہ ارواح خبیثہ کو نذر و نیاز قربانی اور چڑھاوے سے خوش رکھنا اور ارواح طیبہ کی مدح وثنا گا کر ان کے مقابلہ کے لئے تیار کرنا ان میں ہر روح کا مسکن ایک ستارہ ہے ـــــ مصر میں بھی سامیہ اولی کے زمانہ میں اسی قسم کی ستارہ پرستی جاری تھی بنو قحطان جو امم سامیہ اولی کے بعد جنوبی عرب میں برسر اقتدار ہو گئے تھے، واقعات تاریخی اور آثار عتیقہ دونوں کی بنا پر ستارہ پرست تھے مختلف قبائل میں مختلف ستاروں کی پرستش ہوتی تھی ان ستاروں کے نام سے ہیکل قائم تھے اور وہاں ان کی خیالی مورتیں بنا کر رکھی گئی ہیں۔(۱)

ندوی صاحب کی عبارت پر تبصرۃ اور اس بارے میں تفصیل آئندہ کروں گا ان شاء اللّٰہ العزیز

---

(۱) تاریخ ارض القرآن ۳۵۹، ۳۶۱، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۷)

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

اس بارے میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک روایت بیان کی جاتی ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہے۔

عن ابن عباس قال كان بين آدم و نوح عشرة قرون كلهم على السلام. (1)	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ حضرت آدم اور نوح علیہما السلام کا درمیانی فاصلہ دس قرن تھا اور ان کے درمیانی وقت کے تمام لوگ اسلام پر تھے۔

امام حاکم نے اس کی تصحیح فرمائی ہے اور کہا کہ یہ امام بخاری کی شرائط پر ہے لیکن اس کا بخاری اور مسلم نے اخراج نہیں کیا اور حافظ ذہبی نے ان کی موافقت فرمائی ہے۔

و به نستعين :

اولاً: اللہ رب العزت نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرمایا کہ:

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ إِلَّا الَّذِيْنَ أُوْتُوْهُ مِنْ بَعْدِ مَا	لوگ ایک دین پر تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء (علیہم السلام) بھیجے خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے اور ان کے ساتھ سچی کتاب اُتاری کہ وہ لوگوں میں اُن کے اختلافوں کا فیصلہ کر دے اور کتاب میں اختلاف اُنہی نے ڈالا

(۱) اخرجه الطبري في تفسيره سورة البقرة ، و سورة النوح ، والحاكم في المستدرک ۴۸۰/۲ (۳۶۵۴) ،في التفسير تفسير سورة حم عسق، و ۵۹۶/۲ (۴۰۰۹) ،في ذكر نوح النبي ،فيه :" على شريعة من الحق "،وابن عساكر في تاريخه ۲۴۲/۶۲ ، وغيرهم).

جَآءَ تْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ .(1)

جن کو دی گئی تھی۔ بعد اس کے کہ ان کے پاس روشن حکم آچکے آپس کی سرکشی سے، تو اللہ نے ایمان والوں کو وہ حق بات سُوجھا دی جس میں جھگڑ رہے تھے اپنے حکم سے، اور اللہ جسے چاہے سیدھی راہ دکھائے۔

مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ تمام لوگ ایک امت تھے یعنی ایک ہی دین پر تھے پس جب ان میں اختلاف واقع ہوا تو ہم نے ان کی طرف نبی مبعوث فرمائے جو ان کو بشارتیں دیتے اور اللہ کے عذاب سے ڈراتے تھے اب ہم سب سے پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے انسانیت کی ابتداء ہوئی ہے حضرت آدم علیہ السلام کے دنیا میں اترنے کے بعد کون سا دور ہے کہ جس میں اختلاف واقع ہوا تو جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے صلبی بیٹوں میں ہی اختلاف پڑھ گیا تھا تو جب ان میں اختلاف واقع ہوا اور قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا تو حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ہابیل کے بدلہ میں ایک نیک و صالح بیٹا عطا فرمایا جن کو شیث علیہ السلام کہا جاتا ہے۔

جیسا کہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ:

" ومعنى " شيث ،، هبة اللّٰه وسماه بذلک لأنهما رزقاه بعد أن قتل هابيل قال أبو ذر في حديثه عن رسول اللّٰه ﷺ : ان اللّٰه أنزل مائة صحيفة و

اور شیث کے معنی ہیں عطائے ربانی، اور انہوں نے ان کا نام شیث اس لئے رکھا کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے ہابیل کے قتل کے بعد یہ (نیک و صالح بیٹا) عطا فرمایا تھا۔ حضرت سیدنا ابوذر

---

(1)[سورة البقرة: ٢١٣]

اربع صحف ، علی شیث خمسین صحیفة .(1)

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک طویل حدیث میں ہے، جس کو وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے سو صحیفہ اور چار صحف نازل فرمائے، حضرت شیث علیہ السلام پر پچاس صحیفے نازل کئے۔

پس اختلاف تو واقع ہو چکا تھا ہابیل کے قتل پر ہی، تو اس کے بعد حضرت شیث علیہ السلام کی ولادت ہوئی، جو کہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر صحیفے بھی نازل فرمائے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ لوگوں میں اختلاف حضرت آدم علیہ السلام کے دور میں ہی شروع ہو گیا تھا، اور وقوع اختلاف کے بعد انبیاء کی بعثت کا سلسلہ حضرت شیث علیہ السلام سے شروع ہو گیا، جن کو اللہ تعالیٰ نے صحیفوں کے ساتھ مبعوث فرمایا تھا۔

پس وہ عرصہ جس میں اختلاف نہیں تھا اور لوگ ایک ہی خدا کی عبادت کرتے تھے اور ایک ہی دین پر تھے وہ بعثت شیث علیہ السلام سے پہلے کا دور ہے۔

یہاں ایک بات ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہوگا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں سوال پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ " ﴿وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ﴾ " اور ان کے ساتھ کتاب حق نازل فرمائی''۔

لہٰذا حضرت شیث علیہ السلام پر تو کتاب نازل نہیں ہوئی بلکہ صحیفے نازل کئے گئے ہیں، تو اس آیت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک لوگ ایک دین پر تھے جب تک کوئی صاحب کتاب نبی مبعوث نہیں ہوا۔

---

(1)(البداية والنهاية ۱ /۱۱۳، و في القصص الأنبياء ٥٠)

تو عرض یہ ہے کہ اگر اس سے مراد وہی کتاب لی جائے، تو لازم آتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے قبل کوئی اختلاف نہ ہو کیونکہ کتابوں کا نزول حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شروع ہوا کیونکہ پہلی کتاب تورات اُن پر نازل کی گئی۔

کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے لوگ ایک خدا کی ہی عبادت کرنے والے تھے؟۔

نہیں ہرگز نہیں، کیونکہ یہ بات نص سے ثابت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت سے قبل دین میں اختلاف شروع ہو چکا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ تو حضرت ابراہیم، اسماعیل، یعقوب، یوسف، ایوب اور یونس علیہم السلام وغیرہم انبیاء کے بھی بعد کا زمانہ ہے اور ان کے زمانوں میں ان کی اقوام میں بت پرستی کی لعنت عام تھی، جیسا کہ قرآن مجید کا ایک عام قاری بھی اس سے واقف ہے۔

لہذا ایہ ماننا پڑے گا کہ ﴿وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ﴾ میں کتاب سے مراد تورات، زبور، انجیل یا قرآن مجید نہیں بلکہ صحیفے مراد ہیں، اور صحیفوں کا نزول حضرت شیث علیہ السلام سے شروع ہو گیا تھا۔

حافظ ابن کثیر نے یہاں لفظ " صحیفة " استعمال فرمایا ہے جبکہ وہ حدیث جس میں اس بات کا ذکر ہے اس کو حافظ ابو نعیم وغیرہ نے حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور وہ ایک طویل حدیث ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ:

قلت : يا رسول الله ﷺ كم كتاب أنزله الله تعالى ؟ قال : مائة كتاب و أربعة كتب أنزل على شيث خمسون صحيفة، وأنزل على خنوخ ثلاثون	میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ نے کتنی کتابیں نازل فرمائیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سو کتاب اور چار کتب حضرت شیث علیہ السلام پر پچاس اور خنوخ

صحيفة وأنزل على إبراهيم عشر صحائف وأنزل على موسى قبل التوراة عشر صحائف وأنزل التوراة والإنجيل والزبور والفرقان ....(١)

علیہ السلام پر تیس اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات کے نزول سے پہلے دس صحیفے نازل ہوئے اور تورات، انجیل، زبور اور فرقان

پس معلوم ہو گیا کہ صحیفہ کے لئے بھی لفظ کتاب استعمال کیا جاتا ہے۔

پس مذکورہ بالا آیت کریمہ میں کتاب کی وجہ سے صحیفہ کی نفی نہیں کی جاسکتی اگر یہی کہا جائے کہ نہیں وہ جن کے ساتھ کتابیں ہی نازل فرمائیں تو پھر کسی طرح بھی وہ زمانہ شرک وعصیاں سے خالی ثابت نہیں کیا جاسکتا کیونکہ پہلی کتاب تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اور ان کی بعثت بالاتفاق حضرت نوح علیہ السلام سے کافی عرصہ بعد ہے جب کہ کفر شرک کی موجودگی تو آپ کے زمانہ میں نص سے معلوم ہوتی ہے۔

ثانیا: حضرت آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیان فاصلہ کے بارے میں تو نبی اکرم ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ دس قرن کا فاصلہ تھا لیکن اس میں یہ بات ثابت نہیں کہ ان دس قرنوں کے درمیان عرصہ میں تمام لوگ ایک دین پر تھے۔

---

(١)أخرجه أبو نعيم في الحلية الأولياء ١٦٦/١-١٦٨، في ترجمة: أبو ذر، وابن حبان في الصحيح ٧٧/٢، و في الثقات ١٢٠/٢، في ثم بعث رسول الله ﷺ، ابن عساكر في تاريخه ٢٧٣/٢٣-٢٧٨، في ترجمة: شيث بن آدم، والطبري في تاريخه ٩٦/١، وذكره ابن كثير في تفسيره ٧٧٨/١، في سورة النساء: ١٦٣، والقرطبي في تفسيره ٢٢٧/١ في سورة البقرة: ٣، و الشوكاني في الفتح القدير ٩٨٩/٢، في سورة الأعلى: ١٩، والسيوطي في الدر المنثور ٤٨٩/٨ في سورة الأعلى: ١٩، والألوسي في تفسيره ١١١/٣٠، و المتقي في كنز العمال ١٧٢/١٦ (٤٣١٥٨).

جیسا کہ حضرت سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

ان رجلا قال : يا رسول الله ﷺ انبي كان آدم؟ قال : نعم مكلم، قال : فكم كان بينه وبين نوح؟ قال عشرة قرون . (1)

بے شک ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کیا حضرت آدم علیہ السلام نبی تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اللہ سے کلام کرنے والے، اس نے عرض کی تو حضرت آدم اور نوح علیہما السلام کے درمیان کتنا عرصہ تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا دس قرن۔

اسی طرح حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ:

قال بين آدم ونوح عليهما السلام

فرمایا حضرت آدم ونوح علیہما السلام کے درمیان

---

(1) (اخرجه ابن حبان في الصحيح ۱۴/ ۶۹(۶۱۹۰) في كتاب التاريخ، باب : بدء الخلق، والدارمي في الرد على الجهمية ۱۲۲ ـ ۱۲۷(۲۹۹)، والحاكم في المستدرك ۲۸۸/۲ (۳۰۳۹)، في من سورة البقرة، والطبراني في الكبير ۱۱۸/۸ (۷۵۴۵)، وفي الأوسط ۱۲۸/۱ (۴۰۳)، وفي مسند الشاميين ۱۰۵/۳ (۱۸۷۲)، وابن عساكر في تاريخه ۳۲۶/۷.

وقال الهيثمي في المجمع الزوائد ۱۹۶/۱ : رواه الطبراني في الأوسط ورجاله رجال الصحيح .

وقال أيضا ۲۱۰/۸ : رواه الطبراني و رجاله رجال الصحيح غير أحمد بن خليد الحلبي، وهو ثقة .

وقال الحافظ في الفتح الباري ۳۷۲/۶ باب: قول الله تعالى ولقد أرسلنا نوحا الى قومه : و صحح بن حبان من حديث ابي أمامة .

وقال ابن كثير في البداية والنهاية ۱۱۷/۱ : قلت : وهذا على شرط مسلم و لم يخرجه .

عشرة قرون و بين نوح و إبراهيم عشرة قرون .(1)

دن قرنوں کا فاصلہ اور حضرت ابراہیم اور نوح علیہما السلام کا درمیانی فاصلہ دن قرن ہے۔

حافظ ابن کثیر حضرت سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث مبارکہ اور حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کے فرمان کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فإن كان المراد بالقرن مائة سنة كما هو المتبادر عند كثير من الناس فبينهما ألف سنة لا محالة ، لكن لا ينفي أن يكون أكثر ، باعتبار ما قيد به ابن عباس بالإسلام ، اذ قد يكون بينهما قرون اخرى متأخرة لم يكونوا على الإسلام لكن حديث أبي أمامة يدل على الحصر في عشرة قرون وزادنا ابن عباس أنهم كانوا على الإسلام .(2)

پس اگر قرن سے مراد سو سال ہو جیسا کہ لوگوں میں سے اکثریت کا خیال ہے تو لامحالہ حضرت آدم اور نوح علیہما السلام کا درمیانی فاصلہ ہزار سال ماننا پڑے گا لیکن اگر ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کی قید (اسلام) کا اعتبار جائے تو اتنی مدت صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ اتنی مدت گزرنے کے باوجود ان لوگوں کا اسلام پر قائم رہنا محال نظر آتا ہے لیکن ابوامامہ رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث دس قرنوں کی ہی مدت پر دلالت کرتی ہے اور ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کے یہ الفاظ زائد ہیں کہ وہ تمام اسلام پر تھے۔

(1) (أخرجه العقيلي في الضعفاء ۲۹۸/۴ في ترجمة : نصر بن عاصم الانطاكي)

(2)(البداية والنهاية ۱۱۷/۱ ، وفي القصص الأنبياء ۶۳)

یاد رہے کہ حافظ ابن کثیر نے حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت کو بخاری کی صحیح کی طرف منسوب کیا ہے جو کہ ان کا وہم ہے یہ روایت صحیح بخاری میں نہیں ہے مذکورہ بالا لفظوں کے ساتھ، واللہ اعلم۔)

حافظ ابن کثیر کے بقول اگر ہزار سال کا فاصلہ تسلیم کیا جائے تو اس عرصہ میں تمام لوگوں کا اسلام پر رہنا محال نظر آتا ہے۔

جبکہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رسول اللہ ﷺ سے بیان کردہ حدیث مبارکہ اس پر دال ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کا درمیانی فاصلہ ہزار سال ہے، اور اتنے عرصہ تک بالخصوص اس دور میں لوگوں کا ایک دین پر رہنا محال ہی نہیں بلکہ محال تر ہے۔ یہ بھی محال ہے کہ تعلیمات آدم وشیث وادریس علیہم السلام جن کو اس دنیا سے پردہ فرمائے ایک طویل عرصہ گزر چکا تھا کو لوگوں نے یاد رکھا ہو اور ان کو ان کی حالت اصلی پر رہنے دیا ہو، جبکہ یہ بات ہمارے سامنے ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو کئی صدیاں نہیں بلکہ ایک صدی کے اندر اندر ہی بدل دیا گیا تھا۔

پس عقلاً یہ بات بالخصوص اس دور کے پیش نظر محال نظر آتی ہے کہ اتنے طویل عرصہ تک لوگ ایک دین اسلام پر قائم رہے ہوں، بلکہ اس کی تائید قرآن مجید کی آیت مبارکہ سے بھی ہوتی ہے کہ جس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کی توحید کی طرف بلایا تو آپ کی قوم کے کافر سرداروں نے جو کہا اس کو اللہ تعالیٰ نے حکایتاً بیان فرمایا ہے کہ:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ أَفَلَا تَتَّقُونَ . فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ مَا هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيدُ أَن يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنزَلَ مَلَائِكَةً مَّا سَمِعْنَا بِهَٰذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ	اور بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا، تو اس نے کہا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کو پوجو، اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں، تو کیا تمہیں ڈر نہیں، تو اس کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا کہ یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی چاہتا ہے کہ تمہارا بڑا بنے، اور اللہ چاہتا تو

إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ بِهِ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوا بِهِ حَتّٰى حِيْنٍ .(1)

فرشتے اُتارتا، ہم نے تو یہ اپنے اگلے باپ داداؤں میں سے نہیں سنا، وہ تو نہیں مگر ایک دیوانہ مرد، تو کچھ زمانہ تک اس کا انتظار کئے رہو۔

امام ابن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ ﴿مَاسَمِعْنَا بِهٰذَا﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

﴿مَاسَمِعْنَا بِهٰذَا﴾ الذي يدعونا إليه نوح، من أنه لا إله لنا غير الله في القرون الماضية و هي آباؤهم الأولون .(2)

یعنی ہم نے نہیں سنی یہ بات جس کی طرف ہمیں نوح علیہ السلام بلاتے ہیں کہ ہمارے لئے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، پچھلے زمانوں میں اور نہ ہی اپنے آباؤ اجداد سے۔

امام سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

﴿مَاسَمِعْنَا بِهٰذَا﴾ يعني مما يدعونا إليه نوح من التوحيد .(3)

یعنی ہم نے نہیں سنی یہ بات یعنی ایسی توحید کہ جس کی طرف ہمیں نوح علیہ السلام بلاتے ہیں۔

امام مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿مَاسَمِعْنَا بِهٰذَا﴾ التوحيد .(4)

یعنی ہم نے ایسی توحید نہیں سنی۔

---

(1) [سورة المؤمنون : ٢٣، ٢٥].

(2) (تفسير الطبري ٢٠٩/٩ سورة المؤمنون : ٢٣).

(3)(بحر العلوم للسمرقندى سورة المؤمنون : ٢٣).

(4)(تفسير مقاتل سورة المؤمنون : ٢٣).

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا﴾ الذي يدعونا إليه نوح ﴿فِيْ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ﴾ (1)

یعنی ہم نے نہیں سنی ایسی بات اپنے پہلے آباء و اجداد سے، جس کی طرف ہمیں نوح بلاتے ہیں۔

امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ﴾ فيه وجهان : أحدهما : ما سمعنا بمثل دعوته . والثاني : ما سمعنا بمثله بشرا أتى برسالة من ربه وفي ابائهم الأولين وجهان : أحدهما : أنه الأب الأدنى ، لأنه أقرب فصار هو الأول. والثاني : أنه الأب الأبعد لأنه أول أب ولدک . (2)

نہیں سنی ایسی بات ہم نے اپنے پہلے آباء و اجداد سے، اس کی دو وجہ ہیں: ان میں ایک یہ کہ ہم نے ایسی دعوت (یعنی توحید کی طرف بلانا) ان کی طرح کی نہیں سنی۔ اور دوسری ہم نے نہیں سنا اس کی مثل کہ کسی بشر کو اس رب نے رسول بنا کر بھیجا ہو، اور ان کے پہلے باپ دادا اس کی بھی دو وجہ ہیں۔ ایک یہ کہ وہ ان کے قریبی باپ ہوں، پس وہ ان کے پہلے ہیں، اور دوسرا یہ کہ ان کے دور کے باپ دادا کیونکہ وہ ان کے پہلے باپ ان کے بیٹے ہیں

امام ابن عجیبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا﴾ أي بمثل هذا الكلام ، الذي هو الأمر بعبادة الله

ہم نے یہ بات نہیں سنی، یعنی اس بات کی طرح کی وہ جو ہمیں حکم دیتے ہیں ایک اللہ کی

(1) معالم التنزیل سورۃ المؤمنون : ۲۴

(2) النکت والعیون سورۃ المؤمنون : ۲۴

وحده وترک عبادة ما سواه ، .. (1) . عبادت کا، اور اس کے سواء کی عبادت کے ترک کا۔

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

﴿مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا﴾ الذي يدعونا إليه نوح من التوحيد ﴿فِيْ اٰبَآئِنَا الْأَوَّلِيْنَ﴾ (2) ہم نے نہیں سنی ایسی بات یعنی توحید میں سے کہ جس کی طرف نوح ہمیں بلاتے ہیں اپنے پہلے باپ داداؤں میں سے کسی سے۔

اما قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

﴿مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا﴾ أي بمثل دعوته . وقيل و ما سمعنا بمثله بشرا ، أتى برسالة ربه . ﴿فِيْ اٰبَآئِنَا الْأَوَّلِيْنَ﴾ اي في الأمم الماضية قاله ابن عباس . (3) ہم نے نہیں سنی یہ بات، یعنی ان کی دعوت کی طرح کی، اور کہا گیا ہے کہ ہم نے نہیں سنا اس کی مثل بشر کہ وہ اپنے رب کی طرف سے پیغمبر بنایا گیا ہو، اپنے پہلے باپ داداؤں میں سے، یعنی ماضی کے لوگوں سے یہ کہا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے۔

ابن عادل حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

﴿مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْ اٰبَآئِنَا الْأَوَّلِيْنَ﴾ فقولهم " بهذا " اشارة إلى نوح عليه السلام أي : بارسال بشر رسولا نہیں سنا یہ ہم نے اپنے پہلے باپ داداؤں سے، پس ان کا قول " بھذا " اس میں حضرت نوح علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے،

(۱)(البحر المديد سورة المؤمنون : ۲۴)

(۲)(زاد المسير سورة المؤمنون : ۲۴)

(۳)(الجامع لأحكام القرآن سورة المؤمنون : ۲۴)

أو بهذا الذي يدعوإليه نوح وهو عبادة الله وحده ، لأن آبائهم كانوا يعبدون الأوثان . (1)

یعنی کہ بشر کو رسول بنا کر بھیجا، یا یہ کہ جس کی دعوت نوح دیتے ہیں، اور وہ عبادت ہے ایک خدا کی، کیونکہ ان کے باپ دادا بتوں کی پوجا کرتے تھے۔

سید طنطاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

﴿مَاسَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ﴾ أي ما سمعنا بهذا الكلام الذي جاء نا به نوح في آبا ئنا الأولين الذين ندين باتباعهم ونقتدي بهم في عبادتهم لهذه الأصنام .(2)

نہیں سنا ہم نے اپنے پہلے باپ داداؤں سے ایسا، یعنی جو کلام ہم سنتے ہیں جو لے کر آئے ہیں ہمارے پاس اپنے پہلے باپ داداؤں سے، وہ جماعت جن کی ہم اتباع کرتے ہیں اور جن کی ہم ان بتوں کی پوجا میں اقتداء کرتے ہیں۔

شوکانی نے لکھا کہ:

﴿مَاسَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ﴾ أي بمثل دعوى هذا المدعي للنبوة من البشر ، أو بمثل كلامه وهو الأمر بعبادة الله وحده أو ما سمعنا ببشر يدعى هذه الدعوى في ابائنا الأولين

نہیں سنا ہم نے اپنے پہلے باپ داداؤں سے ایسا یعنی انسانوں میں سے اس مدعی نبوت کے دعوے کی طرح کا دعویٰ یا اس کی طرح کا کلام، اور وہ یہ کہ ایک اللہ کی عبادت کریں، یا نہیں سنا ہم نے اپنے پہلے باپ داداؤں سے

---

(1)(تفسير اللباب سورة المؤمنون : ٢٣)

(2)(الوسيط سورة المؤمنون :٢٣)

اي في الأمم الماضية قبل هذا .(1)   کہ کسی بشر نے ایسا دعویٰ کیا ہو یعنی ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں میں سے۔

صلاح الدین یوسف نے اپنی تفسیر " احسن البیان "، جس کو غیر مقلدین کے عالمی ادارہ " دار السلام " نے شائع کیا، اور اس کی جلد پر لکھا کہ "صحیح احادیث کی روشنی میں تفسیر"، اس میں لکھا ہے کہ:

(فائدہ نمبر ۳) یعنی اس کی دعوت توحید ایک نرالی دعوت ہے اس سے پہلے ہم نے اپنے باپ دادوں کے زمانے میں تو یہ سنی ہی نہیں۔

(فائدہ نمبر ۴) یہ ہمیں اور ہمارے باپ دادوں کو بتوں کی عبادت کرنے کی وجہ سے، بیوقوف اور کم عقل سمجھتا ہے۔۔۔۔(2)

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافر سرداروں کی بات جس کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ "ہم نے تو یہ اپنے اگلے باپ داداؤں میں سے نہیں سنا"، اور اس کے بارے میں آئمہ تفاسیر کی عبارات یہ ظاہر کرتی ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان سے پہلے مبعوث ہونے والے نبی کے درمیان کافی فاصلہ تھا جس کی وجہ سے ان سے پہلے نبی کی تعلیمات سے وہ لوگ بے خبر ہو چکے تھے ورنہ وہ ایسا نہ کہتے اور پھر ان کا اس بات کو اپنے باپ داداؤں سے سننے کی نفی کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ لوگ اور ان کے باپ دادا اسلام پر نہیں تھے، اگر وہ اسلام پر ہوتے تو ان کی اولاد ان کی طرف سے اس بات کے سننے کی نفی نہ کرتی۔

لہذا یہ آیتِ مبارکہ جہاں حضرت نوح اور ان سے پہلے مبعوث ہونے والے نبی کے درمیانی

---

(1) (فتح القدير ۳ /۱۷۵)

(2) (احسن البیان ۹۴۴ سورۃ المؤمنون : ۲۴،۲۵)

فاصلہ کی طوالت کو ظاہر کرتی ہے اسی طرح اس بات کو بھی ظاہر کرتی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام جس قوم میں مبعوث ہوئے تھے اس قوم کے آباؤ اجداد اسلام پر نہیں تھے اور لفظ ﴿ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴾ سے ظاہر ہے کہ ان سے پہلی ان کی ایک اصل یعنی باپ ہی نہیں بلکہ کئی اصلیں یعنی اجداد اللہ رب العزت کی توحید اور اس کی تعلیمات سے ناآشنا ہو چکیں تھیں، اور وہ بتوں کے پجاری بن چکے تھے، ورگرنہ وہ ایسا نہ کہتے اگر انہوں نے ایسا غلط بیانی کی وجہ یا فقط ضد وعناد کی بناء پر ہی کہا تھا، تو اللہ تعالی ان کا رد فرماتا، اور ان کے بارے میں حضرت نوح علیہ السلام سے ان پر کوئی حجت قائم کرواتا کہ اے نوح علیہ السلام تم ان کو کہو کہ تم اپنی اس بات میں جھوٹے ہو، کیونکہ تمہارے باپ دادا تو ایک خدا کی عبادت کرتے تھے۔ لیکن ایسا بھی نہیں کیا گیا جو کہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد ادریس علیہم السلام کے زمانہ میں لوگ کفر وشرک کی دلدلوں میں گر چکے تھے جس کی وجہ سے انہوں نے اپنے باپ داداؤں سے ایسی کوئی بات نہیں سنی تھی جو حقیقی توحید کی حقیقت کی بارے میں ہو۔

پس یہ کہنا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیانی زمانے کے لوگ ایک دین اسلام پر تھے جہاں عقلاً محال ہے وہاں قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت مبارکہ اور آئمہ تفاسیر کی مذکورہ عبارات بھی اس کی نفی کرتی ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیانی زمانے کے سب لوگ ایک دین اسلام پر نہیں تھے۔

پس قابیل کا واقعہ اس بات پر شاہد ہے کہ وہ حق سے پھرا اور گمراہ ہوا تو لامحالہ جب اس کی اولاد ہوئی ہوگی تو انہوں نے اپنے باپ کو جیسا کرتے دیکھا وہ بھی اسی ڈگر پر چل نکلے ہوں گے جس کی وجہ سے کفر وشرک جیسی لعنت اس دنیا میں شروع ہوگئی ہوگی، واللہ تعالی اعلم۔

کیاانبیاء، اولیاء اور صالحین کی تعظیم و محبت بت پرستی کا باعث بنی؟

تعلیمات اسلامیہ اس بات پر شاہد ہیں کہ اہل اسلام کو انبیاء، اولیاء اور صالحین کی تعظیم ومحبت کا ہمیشہ درس دیا گیا ہے، ان کی تعظیم ومحبت کو یہ کہہ کر رد کرنا یا ان کی تعظیم ومحبت سے اہل اسلام کو روکنا اسلامی تعلیمات کو رد کرنے کا مصداق ہے۔

انبیاء، اولیاء اور صالحین تو بڑے مقام و درجات کے مالک ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے تو ان چیزوں کی بھی تعظیم کا حکم فرمایا ہے جو ان کے ساتھ نسبت رکھتی ہیں، اور ان کی تعظیم کو دلوں کا تقوی قرار دیا ہے۔

قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کی دو پہاڑیوں صفا و مروہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ﴾(۱)

بے شک صفا اور مروہ اللہ کے نشانوں میں سے ہیں، تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے پھیرے کرے، اور جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے کرے تو اللہ نیکی کا صلہ دینے والا خبردار ہے

بعض کے نزدیک ان دونوں پہاڑیوں کی نسبت حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء علیہا السلام کے ساتھ ہے اور بعد میں ان کی نسبت حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کے ساتھ ہوگئی کہ انہوں نے ان پر چکر لگائے ہیں، تو وہ پہاڑیاں جن پر اللہ کے نیک بندوں نے

(۱)[سورۃ البقرۃ : ۱۵۸]

قدم لگائے ہیں ان کو اللہ تعالی نے اپنی نشانیاں قرار دیا اور اللہ تعالی نے اپنی نشانیوں کی تعظیم کرنے کے فائدہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾(۱) اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

ایسی مثالیں قرآنِ مجید اور حدیثِ مبارکہ میں بیشمار موجود ہیں کہ کسی مقام کو کسی اللہ کے نیک بندے سے نسبت ہوگئی تو وہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں بھی مقام ومرتبہ کا حامل ہوگیا۔ جیسا کہ مقام ابراہیم، وادی طور سینا وغیرہم۔

پس یہ کہہ کر کہ تعظیم ومحبت ہی بت پرستی کا باعث بنتی ہے، اس کی وجہ سے اللہ والوں کی تعظیم ومحبت سے روکنا غلط محض ہے، اگر ایسا ہی درست ہوتا تو وہ پہاڑیاں جن کو صفا ومروہ کہا جاتا ہے ان کی تعظیم ومحبت تو قطعاً حرام قرار دی جانی چاہئے تھی کہ اُن پر تو بتوں کو نصب کیا گیا تھا اور وہ لوگ اپنے معبودوں کے مقام ہونے کی وجہ سے ان کی تعظیم اور ان سے محبت رکھتے تھے، لہذا اس کو حرام قرار دیا جانا چاہئے تھا، جب کہ ان کی تعظیم ومحبت سے نہیں روکا گیا بلکہ اُن پر نصب کیے جانے والے بتوں اور ان کے پجاریوں کی مذمت کی گئی ہے، اسی طرح اگر کوئی تعظیم ومحبت کے نام پر ایسا کام کرتا ہے تو اس کے اس رنگ کو تو غلط قرار دیا جاسکتا ہے اور اُس کی مخالفت کی جاسکتی ہے لیکن ان کے ساتھ تعظیم ومحبت کے رشتے کو قطعاً غلط نہیں کہا جاسکتا اور نہ ہی اس کو روکا جاسکتا ہے۔

بلکہ اگر ہم تعلیماتِ اسلامیہ میں غور وفکر کریں تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ تعظیم ومحبت ہی بت پرستی کا باعث نہیں بنی بلکہ اس بات پر کئی دلائل موجود ہیں کہ فاسقین، متکبرین، اور کفار بلکہ جانوروں تک کے بت بنائے گئے اور اُن کی پوجا کی گئی ہے جس کا سبب یا تو ان کا ظلم وستم تھا

---

(۱) [سورة الحج: ۳۲]

یا اُن کی جاہ وحشمت یا کوئی ایسی بات جو عام حالات سے ہٹ کر واقع ہوتی۔

جیسا کہ کسی غیر ناطق چیز سے آواز کا آنا، اور اس کا سبب عام طور پر یہ تھا کہ اُس چیز یا مجسمے میں کوئی شیطان صفت جن وغیرہ حلول کرتا، اور اس میں بولتا تو لوگ اس کو معبود بنالیتے اور اس کی عبادت ہونے لگتی۔

قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ رب العزت نے "سورة النجم" میں ارشاد فرمایا:

﴿أَفَرَءَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزّٰى . وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰى أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنْثٰى تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزٰى .﴾(۱)

تو کیا تم نے دیکھا لات اور عزی اور اس تیسری منات کو، کیا تم کو بیٹا اور اس کو بیٹی جب تو یہ سخت بھونڈی (غلط) تقسیم ہے۔

حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں اسی آیتِ مبارکہ کے تحت لکھتے ہیں:

يقول تعالى مقرعا للمشركين في عبادتهم الأصنام والأنداد والأوثان ، واتخاذهم لها البيوت مضاهاة للكعبة التي بناها خليل الرحمن عليه الصلاة والسلام ﴿أَفَرَءَيْتُمُ اللَّاتَ﴾؟ وكانت اللات صخرة بيضاء منقوشة وعليها بيت بالطائف له أستار و سدنة وحوله فناء معظم عند أهل الطائف ، وهو ثقيف و من تابعها ،

یعنی اصنام، انداد، اور اوثان کی عبادت اور کعبۃ اللہ جس کو خلیل اللہ علیہ السلام نے بنایا تھا کے گرد ان کے گھر بنانے پر اللہ تعالیٰ مشرکین کی زجر وتوبیخ فرما رہا ہے۔ ﴿أَفَرَءَيْتُمُ اللَّاتَ﴾ اور لات یہ سفید رنگ کا منقش پتھر تھا اور اس کا گھر یعنی مقام طائف میں تھا، اس پر پردے پڑے ہوئے تھے اور مجاور مقرر تھے اور اس کے اردگرد کی جگہ اہل طائف کے نزدیک بہت مقدس تھی۔ اور وہ ثقیف اور ان

---

(۱)[سورة النجم: ۱۹، ۲۲]

يفتخرون بها على من عداهم من أحياء العرب بعد قريش . قال ابن جرير و كانوا قد اشتقوا اسمها من اسم الله تعالى ، فقالوا :اللات ، يعنون مؤنثة منه ، تعالى الله عن قولهم علوا كبيرا .وحكى عن ابن عباس ،ومجاهد ، والربيع بن أنس : أنهم قرؤوا اللات بتشديد التاء وفسروه بأنه كان رجلا يلت للحجيج في الجاهلية السويق ، فلما مات عكفوا على قبره فعبدوه . وقال البخاري : حدثنا مسلم هو ابن إبراهيم حدثنا أبو الأشهب ، حدثنا أبو الجوزاء ، عن ابن عباس : ﴿اَللّٰتَ وَالْعُزّٰى﴾قال : كان اللات رجلا يليت السويق ، سويق الحاج . قال ابن جرير : و كذا العزى من العزيز .وكانت شجرة عليها بناء و أستار بنخلة ، وهي بين مكة

کے ہم نوا تھے اور وہ قریش کے بعد تمام عرب قبائل میں اپنے آپ پر فخر کرتے تھے ۔ابن جریر نے کہا کہ انہوں نے اس کا نام اللہ تعالی کے اسم سے مشتق کیا اور اسے لات کہتے تھے اور وہ اسے اللہ تعالی کی مؤنث سمجھتے تھے، اللہ تعالی کی ذات ان کے اس قول سے پاک، بلند وبالا ہے ۔ اور حضرت ابن عباس ،مجاہد ،ربیع بن انس رضی اللہ عنہم سے بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے ''اللات'' کو تشدید کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کی وضاحت یہ بیان کی ہے کہ دورِ جہالت میں ایک آدمی حاجیوں کے لئے ستو تیار کیا کرتا تھا جب وہ مرگیا تو لوگوں نے اس کی قبر پر مجاورت شروع کر دی اور اس کی عبادت کرنے لگے ۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کی کہ '' اللات والعزی '' فرمایا لات ایک آدمی تھا جو حاجیوں کے لئے ستو تیار کرتا تھا۔اور ابن جریر نے کہا کہ اسی طرح

والطائف كانت قريش يعظمونها..و أما ,,مناة ،، فكانت بالمشلل عند قديد بين مكة والمدينة وكانت خزاعة والأوس والخزرج في جاهليتها يعظمونها ، و يهلون منها للحج إلى الكعبة . وروى البخاري عن عائشة نحوه ...قلت : بعث إليها رسول الله ﷺ خالد بن الوليد فهدمها ، وجعل يقول :

عزیٰ یہ عزیز سے مشتق ہے اور یہ ایک درخت تھا جس پر عمارت بنائی گئی تھی اور اُس پر پردے ڈالے گئے تھے اور یہ مکہ اور طائف کے درمیان میں تھا اور قریش اس کی تعظیم کرتے تھے۔۔۔۔اور منات یہ قدید کے نزدیک مکہ اور مدینہ کے درمیان مشلل کے مقام پر تھا اور بنو خزاعہ، اوس، اور خزرج کے لوگ اس کی تعظیم کرتے اور یہاں سے حج کے لئے احرام باندھتے تھے، اسی طرح امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔۔۔۔(آگے عزیٰ کے بارے میں لکھتے ہیں)میں کہتا ہوں (یعنی حافظ ابن کثیر) کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید کو اُس کی طرف بھیجا تھا، پس آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس کو منہدم کر دیا اور یہ شعر کہا:

يا عز كفرانك لا سبحانك
إني رأيت الله قد أهانك

وقال النسائي :أخبرنا علي بن المنذر

اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا سند

اخبرنا ابن فضيل ، حدثنا الوليد بن جميع ، عن ابى الطفيل قال (1): لما فتح رسول الله ﷺ مكة بعث خالد بن الوليد الى نخلة ، و كانت بها العزى فأتاها خالد و كانت ثلاث سمرات ، وهدم البيت الذى كان عليها . ثم أتى النبى ﷺ فأخبره فقال ارجع فانك لم تصنع شيئا . فرجع خالد ، فلما أبصرته السدنة وهم حجبتها امنعوا فى الجبل وهم يقولون : يا عزى، يا عزى فأتاها خالد فاذا امرأة عريانة ناشرة شعرها تحفن التراب على رأسها فغمسها بالسيف حتى قتلها ، ثم رجع الى رسول الله ﷺ فأخبره ، فقال : تلك العزى . (2) .

سے حضرت ابوطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح فرمایا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نخلہ کی طرف بھیجا جہاں عزی کا مقام تھا، حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی طرف آئے یہ کیکر کے تین درخت تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درخت کاٹ دیے اور مکان جو اُن پر تھا اُس کو گرادیا، پھر نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اس کی خبر دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: واپس جاؤ تم نے کچھ نہیں کیا، پس آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس ہوئے تو جب اس کے دربانوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو حیلہ سازیاں کرنے لگے اور وہ کہتے تھے اے عزی، اے عزی! جب حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے پاس آئے تو دیکھا کہ ایک برہنہ عورت بال

(1) (اخرجه النسائي في الكبرى ١٠/٢٧٩(١١٣٨٣) كتاب التفسير ، وابو يعلى في مسنده ١/٢٩١ (٩٠٣)، والضياء في الأحاديث المختارة ٨/٢١٩. ٢٢٠،وابن سعد في الطبقات الكبرى ٢/ ١٣٥).

(2)(تفسير ابن كثير ٣/ ٢٧٣٣. ٢٧٣٥)

پھیلائے کھڑی ہے اور اپنے سر پر مٹی ڈال
رہی ہے، پس آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس
پر تلوار کا وار کیا اور اس کو قتل کر دیا، پھر رسول اللہ
علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اس کی خبر
دی تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہی عزی
تھی۔

حافظ ابن کثیر کی مذکورہ بالا عبارت سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں
(۱) ان میں سے کوئی بھی انسانی شکل وصورت پر نہیں تھا جبکہ اکثریت آئمہ تفاسیر نے ان کے
لئے لفظ صنم بھی استعمال کیا ہے۔
(۲) "لات" اگرچہ بقول حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آدمی تھا لیکن اُس کا وہ فعل
کہ حجاج کے لئے ستو تیار کرنا انسانی ہمدردی کے تحت تھا، باقی اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا
کہ صالحین میں سے تھا، اور لات کی جگہ انسانی مجسمہ نہیں بلکہ بقول حافظ ابن کثیر ایک سفید رنگ کا
منقش پتھر تھا۔
امام ابن جریر کے بقول مشرکین نے اس کو اسم الٰہی سے مشتق کیا ہوا تھا اور اس کو اللہ تعالیٰ کی
مؤنث خیال کرتے تھے۔
قرآنِ مجید کی اگلی آیاتِ مبارکہ بھی اس کی تائید کرتی ہیں:

﴿ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ. إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ	کیا تم کو بیٹا اور اُس کو بیٹی جب تو یہ سخت بھونڈی (غلط) تقسیم ہے وہ تو نہیں مگر کچھ نام

سَمَّيْتُمُوْهَا اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ﴾(1) کہ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں اتاری۔

سید احمد حسن دہلوی نے اپنی تفسیر " احسن التفاسیر " میں لکھا:

" حالانکہ ان کی عقل مندی کا یہ حال ہے کہ بلا سند اللہ کے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتاتے ہیں اور ان کی مورتیں بنا کر ان مورتوں کے عورتوں کے مناۃ اور لاۃ نام رکھتے ہیں اور ان کی پوجا کرتے ہیں،،(2)

(۳) " عزیٰ " تین کیکر کے درخت تھے اور جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی طرف بھیجا تو آپ نے اُن کو کاٹ دیا اور اُس کے مکان کو گرادیا۔

پس جب دوبارہ حکمِ نبوی ﷺ کے مطابق تشریف لے گئے تو اُس کی حقیقت عیاں ہو گئی کہ وہاں ایک خبیث مادہ جن یا چڑیل کا قبضہ تھا جو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک برہنہ عورت کی شکل میں بال پھیلائے ہوئے اور سر پر مٹی ڈالتے ہوئے آئی تو آپ نے تلوار کا وار کر کے اُس کو قتل کر دیا اور یہ ماجرا جب رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہی عزیٰ تھی۔

پس اس بات سے یہ حقیقت عیاں ہوگئی کہ خبیث جنات کسی چیز میں حلول کرتے اور پھر ایسی حرکات کرتے جن کو دیکھ کر لوگوں میں تعجب پیدا ہوتا، جس کی وجہ سے کمزور عقائد و یقین کے مالک لوگ اُنہیں ہی خدا سمجھ بیٹھتے اور اُن کے سامنے سجدے کرنے لگتے اور اُن کو اپنا معبود تصور کرنے لگتے تھے۔ اور اکثر ایسے معاملات ہوتے تھے کہ کسی چیز میں خبیث جنوں کے حلول کرنے

---

(1) [سورۃ النجم : ۲۳۔۲۱]

(2)(احسن التفاسیر جز۲/۲۴۴، سورۃ الصفت تفسیر آیت ۱۴۹۔۱۵۷، المکتبۃ السلفیۃ شیش محل روڈ لاہور)

اور مختلف قسم کی آوازیں نکالنے کی وجہ سے لوگ ان بے جان و بے زبان اشیاء کو معبود خیال کرنے لگتے تھے۔

بعض مشرکین کا تو یہ عقیدہ تھا کہ یہ جن اللہ تعالی کے رشتہ دار ہیں، جیسا کہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالی نے بیان فرمایا کہ:

﴿ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ . سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾(1)

اور اس میں اور جنوں میں رشتہ ٹھہرایا اور بے شک جنوں کو معلوم ہے کہ وہ ضرور حاضر لائے جائیں گے پاکی ہے اللہ کو ان باتوں سے کہ یہ بتاتے ہیں۔

اور اس بات پر تعلیماتِ اسلامیہ میں دلائل موجود ہیں کہ اکثر و بیشتر جنات و شیاطین مختلف مجسموں، جمادات اور نباتات میں حلول کرتے اور ان میں کلام کرتے۔

جیسا کہ کئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے اسلام قبول کرنے کے واقعات میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔

اور اس پر قرآنِ مجید بھی گواہ ہے کہ غیر عادی واقعہ رونما ہونے کی وجہ سے ہی بنی اسرائیل کے کمزور عقائد و ایمان والوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا اور اس کی پوجا کرنے لگے، جیسا کہ اللہ تعالی نے قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا اور آپ کی قوم کا ذکر کئی مقامات پر کیا ہے اور قوم موسیٰ علیہ السلام کا گاؤ پرستی میں ملوث ہونا اس کا بھی تذکرہ کیا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرعونیوں کے ظلم و ستم سے نکالا، اُس وقت اُن کے حالات کچھ اس طرح کے تھے کہ مصر میں رہتے ہوئے اس ماحول سے وہ بہت متاثر

---

(1) [سورة الصفت: ۱۵۸۔۱۵۹]

ہو چکے تھے اور انہی کی طرح گائے کا تقدس اُن کے دلوں میں جگہ لے چکا تھا۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:

﴿وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ﴾(1) اور بچھڑا اُن کے دلوں میں بسا ہوا تھا۔

اور اس بات کو مزید ہوا اس سے ملی کہ جب وہ ایک ایسی قوم پر سے گزرے جو اپنے بتوں کے گرد جمع تھی اور اُن کے بتوں کی شکل بھی گائے، بیل کی تھی۔

پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر تشریف لے گئے تو اُن کی غیر موجودگی میں سامری نے زیورات سے بچھڑا بنایا تو مصریت زدگی کا اثر اور راستے میں ایک دوسری قوم کو بھی گائے، بیل کی عبادت میں مگن دیکھنا، یہ ہی ان کے ایمانوں کی کمزوری کا سبب تو تھا ہی لیکن جب اُس بچھڑے سے آواز نکلی۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ﴾(2) بے جان کا دھڑ گائے کی طرح آواز کرتا۔

تو ایک بے جان چیز سے آواز نکلنے نے اُن کو مزید گمراہی میں مبتلا کر دیا جس کے سبب وہ بت پرستی کا شکار ہو گئے۔

اللہ رب العالمین نے قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں مُختلف مقامات پر فرعون لعین کا ذکر کیا ہے اور قرآن مجید میں یہ واضح بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو معبود اور بڑا رب کہتا تھا۔

جیسا کہ اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا:

﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ مَا اور فرعون بولا: اے درباریو! میں تمہارے لئے

---

(1)[سورۃ البقرۃ: ۹۳]

(2)[سورۃ الأعراف: ۱۴۸]

عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْ اَطَّلِعُ اِلٰى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴾(۱)

اپنے سوا کوئی خدا نہیں جانتا تو اے ہامان! میرے لئے گارا پکا کر ایک محل بنا کہ شاید میں موسیٰ کے خدا کو جھانک آؤں، اور بے شک میرے گمان میں تو وہ جھوٹا ہے۔

اور قرآن مجید میں ہی دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ يَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَ نَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴾(۲)

اور فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا (اے فرعون) کیا تو (یونہی) چھوڑے رکھے گا موسیٰ اور اس کی قوم کو، تا کہ فساد برپا کرتے رہیں زمین میں، اور چھوڑے رہے موسیٰ تجھے اور تیرے معبودوں کو، اس نے کہا: ہم تہ تیغ کر دیں گے ان کے بیٹوں کو، اور زندہ چھوڑ دیں گے ان کی عورتوں کو، اور بے شک ہم ان پر غالب ہیں۔

ان ہر دو آیات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ فرعون اپنی عبادت کرواتا تھا اور اپنے آپ کو معبود ٹھہراتا تھا اور لوگ اُس کی عبادت کرتے تھے۔ اس آیہ کریمہ کے تحت علماء تفاسیر لکھتے ہیں:

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ [۳۱۰ھ] لکھتے ہیں:

وقد ذكر ابن عباس أنه كان له بقرة

اور تحقیق حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

---

(۱) [سورۃ القصص: ۳۸]

(۲) [سورۃ الأعراف: ۱۲۷]

يعبدوها ..عن السدي : ﴿وَيَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ﴾ وآلهته فيما زعم ابن عباس كانت البقرة كانوا إذا رأوا بقرة حسناء أمرهم أن يعبدوها ، فلذلك أخرج لهم عجلا و بقرة ..... وعن الحسن قال : كان لفرعون جمانة معلقة في نحره يعبدها و يسجد لها ... وعنه يقول : بلغني أن فرعون كان يعبد إلها في السر ...عن ابن عباس قال : إنما كان فرعون يعبد ولا يعبد .(1)

سے ذکر کیا گیا ہے کہ اس کے لئے گائے تھی جس کی وہ عبادت کرتا تھا، اور سدی سے روایت ہے کہ ﴿وَيَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا خیال ہے، کہا کہ اُس کا معبود گائے تھی، جب وہ کوئی حسین گائے دیکھتا تو اُس کی عبادت کرنے کا حکم دیتا، اور حسن سے روایت ہے کہ فرمایا کہ فرعون ایک موتی کو گلے میں لٹکائے رکھتا تھا جس کی عبادت کرتا اور جس کو سجدہ کرتا تھا، اور اُنہی سے ہے کہا کہ مجھے یہ بات پہنچی کہ فرعون کا معبود تھا جس کی وہ چھپ کر عبادت کرتا تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا بے شک فرعون اپنی عبادت کرواتا تھا اور خود کسی کی عبادت نہیں کرتا تھا۔

امام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ [۲۰۴ھ] فرماتے ہیں:

فقيل إن فرعون كان قد وضع لقومه أصناما صغارا ، أمرهم بعبادتها

پس کہا گیا ہے کہ فرعون نے اپنی قوم کے لئے چھوٹے چھوٹے بت بنا رکھے تھے اوران

(1)(جامع البيان ٦/٣٠. ٣١)

وقال أنا ربكم الأعلى و رب هذه الأصنام فذلك قوله ﴿أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلٰى﴾ وقال الحسن : كان فرعون يعبد الأصنام .(1)

ان کوان کی عبادت کرنے کا حکم دے رکھا تھا، اور کہتا تھا کہ میں تمہارے اور ان بتوں کا سب سے بڑا رب ہوں، اسی لئے اس کا قول ہے میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں، اور حسن نے کہا کہ فرعون بتوں کی پوجا کرتا تھا۔

صدیق حسن قنوجی[۱۳۰۷ھ] نے لکھا:

وقيل نه كان يعبد بقرة ، وقيل كان يعبد النجوم وقيل كان له أصنام يعبدها قومه تقربا إليه فنسبت إليه ، ولهذا قال ﴿أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلٰى﴾ قاله الزجاج .(2)

اور کہا گیا ہے کہ وہ گائے کی عبادت کرتا تھا، اور کہا گیا ہے کہ وہ ستاروں کی عبادت کرتا تھا، اور کہا گیا ہے کہ اس کے لئے بت تھے جن کی اس کی قوم اس کے تقرب کے لئے عبادت کرتی، پس وہ اس کی طرف منسوب تھے اور اسی لئے اس نے کہا میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں، یہ زجاج نے کہا ہے۔

''جواہر القرآن'' میں غلام اللہ نے لکھا:

فرعون کے بت یہ تھے کہ اپنی صورت بنا دیتا تھا لوگوں کو کہ اس کو پوجا کریں۔(3)

سید احمد حسن دہلوی نے ''احسن التفاسیر'' میں لکھا:

فرعون نے اپنی صورت کے بت بنا کر لوگوں کو پوجا کے لئے دے رکھے تھے اور اپنے آپ کو بڑا

(1)(التفسير الكبير او مفاتيح الغيب جزء ۱۴ ۱۷۲)

(2) (فتح البيان في مقاصد القرآن ۲/ ۵۶۱)

(3)(جواهر القرآن ۱/ ۳۸۱)

خدااوران مورتوں کو چھوٹے خدا کہتا تھا۔(1)

دیوبندی مکتبہ فکر کے شیخ التفسیر والحدیث محمد ادریس کاندھلوی نے لکھا:

فرعون دہری تھا اور صانع عالم کا منکر تھا اور تاثیر کواکب کا قائل تھا، خود چاند اور سورج اور ستاروں کو پوجتا تھا اور لوگوں سے اپنی عبادت کراتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ زمین میں میں ہی تمہارا سردار اور پروردگار اور رب اعلیٰ ہوں اور اپنی صورت کے بت بنوا کر لوگوں میں تقسیم کر دیئے تھے اور ان سے ان کی عبادت کراتا تھا اور اپنے کو سب کا سردار بتاتا تھا اور اسی وجہ سے ﴿أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ﴾ یعنی یہ بت تمہارے چھوٹے خدا ہیں اور میں تمہارا بڑا خدا ہوں، بہر حال وہ اپنے آپ کو بڑا معبود کہلواتا تھا۔(2)

دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث محمد نعیم نے لکھا:

﴿وَآلِهَتَكَ﴾ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ فرعون جو خوبصورت گائے دیکھتا خود بھی اس کی پوجا کرتا اور دوسروں سے بھی کراتا، اور سدی کہتے ہیں کہ فرعون نے بت بنوا کر تقسیم کرا رکھے تھے، ان کی پوجا کی جاتی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ اپنی مورتیاں بنوا کر تقسیم کر رکھی تھیں۔(3)

عبدالحمید سواتی کی "معالم العرفان فی دروس القرآن" میں ہے:

"فرعون اپنے آپ کو تو سب سے اعلیٰ معبود کہتا تھا بلکہ خود کو سورج دیوتا مشہور کر رکھا تھا اور اپنی ذاتی پوجا بھی کراتا تھا، اس کے علاوہ اس نے اپنے مجسمے بنا کر لوگوں کو مہیا کر رکھے تھے کہ جہاں کہیں ہو ان کے ذریعے میری پوجا کر لیا کرو۔(4)

(۱) (أحسن التفاسير ۲/۲۸۵)

(۲) (معارف القرآن ۳/۱۸۱)

(۳) (أنوار القرآن ۳/۵۲۹)

(4) (معالم العرفان في دروس القرآن ۸/۳۷۵)

اور بعض روایات میں اس۔کے پہلے اور دوسرے اعلان کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہے یعنی پہلے اس نے الٰہ ہونے کا اعلان کیا اور چالیس سال بعد رب ہونے کا، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

﴿فَحَشَرَ فَنَادٰی . فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلٰى﴾ (1) پس لوگوں کو (اس نے) جمع کیا پھر پکارا، پھر بولا میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں۔

فرعون جو کہ ایک ظالم کافر حکمران تھا، وہ خود الوہیت اور ربوبیت کا دعویدار تھا اور لوگوں سے اپنی عبادت کرواتا تھا، اور لوگ اُس کی عبادت کرتے تھے جبکہ وہ خود کسی کی عبادت نہیں کرتا تھا (بعض روایات کے مطابق ستاروں، سورج، گائے، یا گردن میں لٹکائی ہوئی کسی چیز کی عبادت کرتا تھا) اپنے دربار میں آنے والوں سے وہ اپنی عبادت کرواتا تھا اور جو دربار میں نہیں آتے تھے یعنی دور کی رعایا یا وہ لوگ جن کی پہنچ دربار تک نہیں تھی ان کے لئے اس کا حکم تھا کہ میرے بنائے ہوئے بتوں جن میں بعض روایات کے تحت گائے کی صورت کے بت اور اس کی اپنی مورتیاں تھیں، کی عبادت کرو۔ (جیسا کہ گذشتہ اوراق میں مذکور ہوا)

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ﴾ (2) بے شک صفا اور مروہ اللہ کے نشانوں میں سے ہیں تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے پھیرے کرے اور جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے

---

(1)[سورة النازعات : ٢٣،٢٤]

(2)[البقرة : ١٥٨]

کرے تو اللہ نیکی کا صلہ دینے والا خبردار ہے۔

صفا اور مروہ کعبہ شریف کے سامنے دو پہاڑیاں ہیں جن کا مندرجہ بالا آیت کریمہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ ان دونوں پہاڑیوں پر عہد جاہلیت میں جو بت نصب تھے ان کے نام اساف اور نائلہ ہیں، جن کے متعلق روایات میں یہ بات موجود ہے کہ انہوں نے حرم کعبہ میں زنا کیا تو ان کو پتھروں میں مسخ کر دیا گیا جن کو اٹھا کر لوگوں نے صفا اور مروہ پر رکھ دیا اور ان کی پرستش کی جانے لگی۔

جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ:

" ما زلنا نسمع أن اسافا ونائلة رجل وامرأة من جرهم ، زنيا في الكعبة ، فمسخا حجرين .(1)

ہم ہمیشہ سنتے کہ اساف اور نائلہ بنی جرہم سے آدمی اور عورت تھے، انہوں نے کعبہ میں زنا کیا پس دونوں کر دیے گئے دو پتھروں کی صورت میں۔

مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ مشرکین جن کو اپنا معبود خیال کرتے تھے وہ ان کی من گھڑت مورتیاں تھیں یا کسی ظالم و جابر کا مجسمہ یا پھر کوئی ایسا مکان اور چیز جس میں خبیث جنوں کا اثر تھا۔

---

(1) (كشف الأستار (١١٤٣) ،وقال الهيثمي في المجمع ٢٩٦/٣: رواه البزار و فيه : أحمد بن عبد الجبار العطاردي، وهو ضعيف .وابن إسحاق في السيرة ٢ ،وابن هشام في السيرة ٢٠٨/١، وذكره ابن كثير في تفسيره ٥٠٠/١ ، ٥٠١ ،وابو عبد الله ، ياقوت الحموي في معجم البلدان ١٧٠/١ ،باب الهمزة والسين .

واخرجه الطبراني في الأوسط ٢٦٠/٦ (٦٣٥٠)،عنها مرفوعا ، بلفظ :أن النبي ﷺ قال : كان اساف و نائلة رجلا وامرأة فمسخهما الله حجرين فكانا بمكة . = =

= = وقال الهيثمي في المجمع ۲۹٦/۳: رواه الطبراني في الأوسط : و فيه خالد ابن
يزيد العمري ، و هو كذاب .
واخبار مكة للفالكهي ١٦٣/٥ ، عن ابي مجلز، وقال الحافظ في فتح الباري ٩٥٩/١،
وفي نسخة : ٥٠١/٣ :وروى الفاكهي باسناد صحيح إلى ابي مجلز . و فيه : يزعم أهل
الكتاب انهما زنيا ...الخ .
وقال : و ذكره الواحدي في اسبابه ،عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما .)

مُشرکینِ مکّہ واکثریت اھلِ عرب کس کی عبادت کرتے اور کس وجہ سے کرتے ؟

حافظ ابن کثیر " البداية والنهاية " میں "باب بنی اسماعيل وما كان من أمور الجاهلية إلى زمان البعثة " میں عمرو بن حارث کی سرداری کے بعد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" ثم بغت جرهم بمكة ، واكثرت فيها الفساد ، والحدوا بالمسجد الحرام ، حتى ذكر أن رجلا منهم يقال له : إساف بن بغي . وامرأة يقال لها : نائلة بنت وائل . اجتمعا في الكعبة ، فكان منه إليها الفاحشة ، فمسخهما الله حجرين فنصبهما الناس قريبا من البيت ليعتبروا بهما ، فلما طال المطال بعد ذلك بمدد، عُبِدا من دون الله ، في زمن خزاعة ، كما سيأتي بيانه في موضعه ، فكانا صنمين منصوبين ، يقال لهما : إساف ونائلة .(1)

پھر مکّہ مکرمہ میں جرہمی بغاوت پر اُتر آئے اور بیت اللہ میں فساد والحاد کی فضائیں قائم ہو گئیں حتّٰی کہ یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ ایک آدمی جس کو اساف بن بغی کہا جاتا تھا اور ایک عورت جس کو نائلہ بنت وائل کہا جاتا تھا یہ دونوں کعبہ میں اکھٹے ہوئے اور اُنہوں نے بیت اللہ میں بدکاری کی ، پس اللہ تعالیٰ نے ان کو پتھروں میں مسخ کر دیا تو لوگوں نے عبرت ونصیحت کے لئے ان کو بیت اللہ کے قریب نصب کر دیا، پھر جب ایک عرصہ دراز گُزر گیا تو ان کو عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی بجائے معبود بنا لیا گیا، جیسا کہ اس کے مقام پر اس کا بیان عنقریب آئے گا، پس یہ

---

(1)(البداية والنهاية ۲/۷۷،۷۸ ، والسيرة النبوية ۱/۵۷)

یہ دونوں بُت جو نصب کیے گئے تھے ان کو
اساف اور نائلہ کہا جاتا۔

حافظ ابن کثیر کی مذکورہ بالا عبارت سے یہ بات تو واضح ہوتی ہے کہ یہ دَور ایسا تھا کہ مکّہ مکرمہ میں عصیان و نافرمانی تو شروع ہوگئی تھی لیکن ابھی تک بُت پرستی نے ڈیرے نہیں جمائے تھے، اسی عصیان و نافرمانی کے دَور میں یہ المناک واقع رُونما ہوا کہ اساف اور نائلہ نے کعبہ میں بدکاری کی جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان کو پتھروں کی صورت میں مسخ کر دیا، پس اس وقت کے اہلِ مکّہ نے ان دونوں کے مسخ شُدہ مجسموں کو نشانِ عبرت کے طور پر بیتُ اللہ کے قریب نصب کر دیا تاکہ لوگ ان سے عبرت حاصل کریں لیکن جب ان کو نصب کئے ہوئے ایک مُدّت گزر گئی تو خزاعہ کے زمانہ میں ان کی عبادت کی جانے لگی اور ان کو معبود بنالیا گیا۔

گویا کہ سب سے پہلے بُت جن کا وجود مکّہ مکرمہ میں ملتا ہے وہ ان دونوں نافرمانوں کے مجسمے تھے کہ جن کو ان کی بدکرداری کی وجہ سے پتھروں کی صورت میں مسخ کر دیا گیا تھا۔

اب یہ دونوں بت پہلے تو نشانِ عبرت تھے لیکن بعد میں یہی معبود بنالئے گئے، آخر کیوں؟

کیا ان کی نیکی و صلاح کی وجہ سے ان کو اہلِ مکّہ نے اپنا معبود بنایا تھا؟

نہیں۔

لہٰذا سب سے پہلے بُت جن کا وجود مکّہ مکرمہ میں پایا جاتا ہے [حافظ ابن کثیر کی مذکورہ بالا روایت کے مطابق] اُن میں سے کوئی بھی کسی نیک و صالح انسان کا مجسمہ نہیں تھا بلکہ ظالم، بدکار اور عذابِ الٰہی کے مُستحق انسانوں کے مجسمے تھے۔

لہٰذا یہ کہنا کہ مکّہ والوں کے بُتوں کے پیچھے یہ چیز کارفرما تھی کہ وہ نیک و صالح لوگوں کی بزرگی و صلاح کی وجہ سے ان کی تعظیم میں غلُو کرتے کرتے بُت پرستی کا شکار ہوئے، محض غلط و

بے بنیاد ہے۔

آخر یہ کیسے معبود بنے؟۔

ان کے معبود بنا لئے جانے کی صرف اور صرف ایک ہی وجہ ہے کہ شیاطین عام طور پر بتوں میں حلول کرتے اور ان میں طرح طرح کے کلام کرتے تھے۔

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

جس کو حافظ ابن کثیر نے " البداية والنهاية " میں ہی نقل کیا ہے کہ:

عن ابن عباس ، قال : هتف هاتف من الجن على ابي قبيس ، فقال :

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جبلِ ابوقبیس پر ایک بار کسی جن کی غیبی آواز آئی کہ:

قبح الله رأيكم آل فهر
ما أرق العقول والأفهام

حين تعصى لمن يعيب عليها
دين آبائها الحماة الكرام

حالف الجنُّ جنُّ بُصرى عليكم
و رجال النخيل والآطام

توشك الخيل أن تروها تهادى
تقتل القوم في حرام بهام

هل كريم منكم له نفس حر
ماجد الوالدين والأعمام

ضـــارب ضـــربة تـــكـــون نـــكـــالًا

وروا حـــــا مــــن كـــربة واغـــتـــمـــام

"اے آلِ فہر! اللہ تعالیٰ تمہاری رائے کو بُرا کرے، (تمہاری) عقلیں اور فہم کتنا کمزور ہے، جب تمہاری خلاف ورزی کی جاتی ہے، جو نکتہ چینی اور حرف گیری کرتا ہے (تمہارے) غیرت مند اور معزز آباء کے دین کی، حلف لیا ہے اُس نے تمہارے خلاف بصری کے جنّات، نخلستان اور عالی شان محلات میں رہنے والے لوگوں سے، قریب ہے کہ تم دیکھو گے کہ اس کا لشکر یہاں آئے گا اور (تمہاری) قوم کو حرم میں قتل کر دے گا۔

کیا تم میں کوئی کریم، آزاد منش ہے، جس کے باپ دادا اور چچے معزز ہوں، اور وہ ایسی عبرت آمیز ضرب کاری لگائے کہ سب رنج و غم دُور ہو جائیں۔

قال ابن عباس : فأصبح هذا الشعر حديثًا لأهل مكة يتناشدونه بينهم ، فقال رسول الله ﷺ: " هذا شيطان يكلم الناس في الأوثان ، يقال له : مسعر . والله مخزيه . فمكثوا ثلاثة أيام فاذا هاتف على الجبل يقول :

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ پس صبح یہ اشعار اہلِ مکّہ کے درمیان مشہور ہو گئے اور اُنہوں نے ان کو اپنا حرزِ جان بنا لیا پس رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "یہ شیطان ہے جو بتوں کے اندر بول کے لوگوں سے باتیں کرتا ہے، اس کو مسعر کہتے ہیں اور اللہ اس کو ذلیل کرے گا، پس ابھی تین دن ہی گزرے تھے کہ جب پہاڑ سے ایک غیبی آواز آئی جو کہہ رہا تھا۔

نـــحـــن قـــتـــلـــنـــا فـــي ثـــلاث مـــســـعـــرًا

إذ سفه الجن ومن المنكرا

قنعته سيفا حسامًا مشهرًا

بشتمه نبينا المطهرا

''ہم نے متواتر تین دن کی کوشش کے بعد مسعر کو قتل کر دیا کیونکہ اُس نے جنوں کو احمق بنا دیا اور بُرے راستے پر چلایا، میں نے اُس کے جسم میں قاطع برہنہ تلوار گھونپ دی ہے کیونکہ اُس نے ہمارے پاک نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے۔''

فقال رسول الله ﷺ : هذا عفريت من الجن ، إسمه سمج ، آمن بی ، سميته عبد الله ، أخبرني أنه في طلبه ثلاثة أيام. فقال علي: جزاه الله خيرًا، يا رسول الله ﷺ. (1)

تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ جنات میں سے بہت بڑا جن ہے اس کا نام سمج تھا، مجھ پر ایمان لایا تو میں نے اس کا نام عبداللہ رکھا، اس نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ تین دن تک مسعر کو تلاش کرتا رہا، تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ اس کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شیاطین اکثر و بیشتر بُتوں میں داخل ہو کر لوگوں سے باتیں کرتے تھے اور پتھروں کی مورتیوں سے آواز کا پیدا ہونا ان لوگوں کو تعجب میں ڈالتا اور وہ ان پتھروں کی مورتیوں کو معبود خیال کرنے لگتے اور اُن کی عبادت کرنے لگتے تھے۔ ان اساف اور نائلہ کی پرستش کا باعث بھی یہی چیز بنی ہوگی کہ اہل مکہ جن کے سامنے وہ واقع رُونما ہوا کہ ان کی بدکرداری کی وجہ سے اُن کو مسخ کیا گیا، لازماً اپنی آنے والی نسلوں کو ان کے

(1) (البداية والنهاية ٣/ ٢٥٠، ٢٥١، والسيرة النبوية ١/ ٣٧٠، والصارم المسلول لابن تيمية ١٥٦، الاصابة في تميز الصحابة ٣/ ١٤٦)

بارے میں بتاتے ہونگے، تو اس بات کے باوجود لوگوں کا ان کو معبود بنالینا اس بات پر دلیل ہے کہ بعد والوں کے سامنے کوئی ایسا واقعہ رُونما ہوا جس نے ان کے آباواجداد کی بتائی ہوئی باتوں کو بھی ان کے دلوں سے بھلا دیا اور اُنہوں نے اُن کو خدا سمجھ لیا، لہٰذا ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ ان پر کوئی شیطان جن مسلط ہوا اور اُس نے ان میں کلام کیا جس کی وجہ سے لوگوں نے ان کو معبود بنالیا۔

اس پر وہ روایت بھی دلالت کرتی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے نائلہ کے بُت کو توڑنے کا حکم صادر فرمایا تو اس سے ایک بھوت نکلا جو اپنے چہرے کو نوچ رہا تھا اور واویلا کر رہا تھا۔

جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے ہی "البداية و النهاية" میں لکھا کہ:

وقد ذكر الواقدى أن رسول الله ﷺ لما أمر بكسر نائلة يوم الفتح: خرجت منها سوداء شمطاء تخمش وجهها وتدعو بالويل والثبور .(1)	اور تحقیق واقدی نے ذکر کیا ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ کے حکم سے جب نائلہ (بت) کو توڑا گیا تو اُس سے ایک سیاہ فام، سفید بالوں والی چڑیل نکلی جو اپنے چہرے کو نوچ رہی تھی اور واویلا کررہی تھی۔

واقدی کی سند کے علاوہ ایک دُوسری سند کے ساتھ بھی یہ روایت موجود ہے، جس کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "دلائل النبوة" میں بیان کیا ہے۔ جس کی سند و متن مندرجہ ذیل ہے:

أخبرنا أبو الحسين بن بشران ببغداد قال : أخبرنا أبو عمرو بن السماك، قال : حدثنا حنبل بن إسحاق قال حدثنا أبو الربيع قال: حدثنا يعقوب القمي،

(1)(البداية والنهاية ٢ /٨٥ ، والسيرة النبوية ٥٧٢/٣،والتاريخ الاسلام للذهبي ، و تاريخ مكة المشرفة لابن الضياء ٣١ ، باب ما جاء في أول نصب الأصنام ،و اخبار مكة للأزرقي ١٦٢/١ ، والمغازي للواقدي)

قال حدثنا جعفر بن أبي المغيرة عن ابن أبزي قال: كما افتتح رسول الله ﷺ مكة جاءت عجوز حبشية شمطاء تخمش وجهها و تدعو بالويل فقيل: يا رسول الله ﷺ رأينا عجوزا شمطاء حبشية تخمش وجهها وتدعو بالويل فقال: تلك نائلة أيست أن تعبد ببلدكم هذا أبدا. (1)

بسندِ مذکور یعنی جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ کو فتح کیا تو ایک بوڑھی سیاہ فام، سفید بالوں والی چڑیل آئی جو اپنے چہرے کو نوچ رہی تھی اور واویلا کر رہی تھی، پس کہا گیا اے اللہ عزّ وجلّ کے رسول ﷺ! ہم نے سفید بالوں والی ایک سیاہ فام چڑیل دیکھی ہے جو اپنے چہرے کو نوچ رہی تھی اور واویلا کر رہی تھی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ نائلہ تھی یہ نا اُمید ہوگئی ہے کہ اب کبھی بھی تمہارے شہروں میں اس کی عبادت کی جائے۔

اِس روایت کی سند کے تمام راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔

ان روایات سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ ان میں بھی خبیث جنوں اور چڑیلوں کا قبضہ ہوا اور یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ ان کے قبضہ کرنے کے بعد ان کی عبادت کی گئی۔

جب اُنہوں نے اِن سے کلام سنا تو اِس نے اُن کو تعجب میں ڈالا ہوگا کہ پتھر کی مورتی باتیں کرتی ہے تو اس غیر عادی واقعہ کی وجہ سے اُنہوں نے اُس کو معبود خیال کر لیا اور زیادہ تر بتوں کی عبادت کا یہی باتیں سبب بنی۔

مذکورہ بالا دونوں روایات پر اگر کوئی اعتراض کرتا ہے کہ ان میں واقدی اور یعقوب قمی ہیں لہٰذا یہ دونوں ضعیف ہیں اور ضعیف سے استدلال کیونکر کیا جا سکتا ہے۔

---

(1) دلائل النبوة ٥/٧٥، وذكره ابن كثير في البداية والنهاية، صفة دخوله مكة، ٣/٩٩٩

تو عرض یہ ہے کہ اس بارے میں حافظ ابن کثیر کی تفسیر کے حوالے سے " العزی " کے منہدم کیے جانے کی روایت بحوالہ امام نسائی ذکر ہو چکی ہے جس کی تصحیح امام ضیاء الدین المقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے ہم طوالت کے خوف سے اس کے الفاظ یہاں ذکر نہیں کر رہے ملاحظہ فرمائیں (1)

حافظ ابن کثیر ہی "البداية والنهاية" میں " قصة خزاعة وعمرو بن لحي وعبادة العرب للأصنام ،، کا عنوان قائم کرنے کے بعد اس میں لکھتے ہیں:

وذلک لأن في زمانهم كان أول عبادة ا. وثان بالحجاز ،وذلک بسبب رئيسهم عمرو بن لحي لعنه الله، فإنه أول من دعاهم إلى ذلک، وكان ذا مال جزيل جدًا، يقال : إنه فقأ أعين عشرين بعيرًا ، وذلک عبارة عن أنه ملک عشرين الف بعير، وكان من عادة العرب أن من ملک الف بعير فقأ عين واحد منها ، لأنه يدفع بذلک العين عنها . وممن ذكر ذلک الأزرقي . وذكر السهيلي : أنه ربما	اور یہ کہ ان کے زمانہ حکومت میں حجازِ مقدس میں بُت پرستی کی ابتداء ہوئی اور اُن کے عہد میں عمرو بن لحی لعین نے بت پرستی کی طرف لوگوں کو بلایا اور وہ بہت بڑا مالدار تھا، کہتے ہیں کہ اُس نے بیس اُونٹوں کی آنکھیں پھوڑی تھیں اور یہ اس سے عبارت ہے کہ وہ بیس ہزار اُونٹوں کا مالک تھا کیونکہ عربوں کی یہ عادت تھی کہ ان میں سے کوئی اگر ہزار اونٹ کا مالک بن جاتا تو ایک اُونٹ کی آنکھ پھوڑ دیتا تھا تا کہ اُس کے باقی اُونٹ نظرِ بد سے محفوظ رہیں، اور یہ ذکر کیا ہے ازرقی نے ،اور سہیلی

(1) (أخرجه النسائي في الكبرى ١٠/٢٧٩(١١٤٨٣) كتاب التفسير ، والضياء في الأحاديث المختارة ٨/٢١٩. ٢٢٠، و أبو يعلى في مسنده ١/٢٩١ (٩٠٣)، وابن سعد في الطبقات الكبرى ٢/١٤٥) .

ذبح أيام الحجيج عشرة آلاف بدنة،
وكسا عشرة آلاف حلة ، في كل
سنة يطعم العرب ، و يحيس لهم
الحيس بالسمن والعسل ،ويلت لهم
السويق . قالوا : وكان قوله وفعله
فيهم كالشرع المتبع ، لشرفه فيهم ،
ومحلته عندهم وكرمه عليهم . قال
ابن هشام : حدثني بعض أهل العلم ،
أن عمرو بن لحي خرج من مكة إلى
الشام في بعض أموره ، فلما قدم
مآب من أرض البلقاء ، وبها يومئذ
العماليق ، وهم ولد عملاق ، ويقال
ولد عمليق بن لاوذ بن سام بن نوح
رآهم يعبدون الأصنام ، فقال لهم : ما
هذه الأصنام التي أراكم تعبدون ؟
قالوا له : هذه الأصنام نعبدها،
فنستمطرها فتمطرنا ، ونستنصرها
فتنصرنا . فقال لهم : ألا تعطونني
منها صنما، فأسير به إلى أرض

نے ذکر کیا کہ وہ حج کے موسم میں عربوں کو ہر
سال دس ہزار اُونٹ ذبح کر کے کھلایا کرتا تھا
اور دس ہزار حلے پہناتا ،اور گھی اور شہد کا حلوہ
کھلاتا اور ستو پلاتا تھا، کہتے ہیں کہ اس کا قول و
فعل قوم میں شریعت کی طرح قابل اتباع تھا،
اس کی عظمت جو ان میں تھی اور سرمایہ داری
کے باعث اور جود وہ ان پر عنایات کرتا تھا۔
ابن ہشام نے کہا کہ مجھ سے بعض اہلِ علم نے
بیان کیا کہ عمرو بن لحیی کسی اپنی غرض کے لئے
ایک بار مکّہ سے شام گیا، پس جب وہ بلقاء
کے شہر میں آیا جو عمالقہ کے زیرِ نگیں تھا جو اولادِ
عملاق اور کہا گیا ہے کہ عملیق بن لاوذ بن سام
بن نوح میں سے تھے،اس نے ان کو بتوں کی
عبادت کرتے دیکھا تو ان سے پوچھا: یہ بت
جن کی تم پوجا کرتے ہو ان میں کیا فائدہ ہے؟
اُنہوں نے اس سے کہا کہ یہ بت جن کی ہم
پوجا کرتے ہیں، پس ان سے ہم بارش طلب
کرتے ہیں تو یہ ہمیں بارش دیتے ہیں،ان
سے ہم فتح مانگتے ہیں تو یہ ہمیں فتح

العرب فيعبدوه؟ ، فأعطوه صنمًا يقال
لـه: هبـل . فقدم به مكة فنصبه ، وأمر
النـاس بعبـادتـه وتـعظيمه . قال ابن
إسحاق : ويزعمون أن أوّل ما كانت
عبادة الحجارة في بني إسماعيل عليه
السلام، أنـه كـان لا يـظعن من مكة
ظاعـن منهـم ، حيـن ضـاقت عليهم
والتمسـوا الفسـح في البلاد، إلا حمل
معه حجرًا من حجارة الحرم ، تعظيمًا
للحرم ،فحيثما نزلوا وضعوه، فطافوا
بـه كطوافهـم بـالكعبة ، حتى سلخ
ذلك بهـم إلى أن كـانـوا يعبدون ما
استحسنـوا من الحجارة وأعجبهم،
حتى خلفت الخلوف ونسوا ما كانوا
عليـه .وفي الصحيح وفي نسخة
[صحيح البخاري] ، عن أبي رجاء
العطاردي، قال : كنا في الجاهلية إذا
لم نجد حجرًا ، جمعنا حثية من
التراب، وجئنا بالشاة فحلبناهم عليه

سے ہمکنار کرتے ہیں، پس اس نے ان سے
کہا: تم مجھے بھی کوئی بت دے دو، میں اس کو
سرزمین عرب میں لے جاؤں گا، پس وہ بھی
اس کی عبادت کریں گے،تو انہوں نے اس کو
بھی ایک بُت دے دیا جس کو " هبـل " کہتے
تھے۔پس وہ اس کو مکہ لایا اور اس کو نصب کردیا
اور لوگوں کو اس کی عبادت اور تعظیم کا حکم دیا۔
ابن اسحاق نے کہا اور ان کا خیال ہے کہ بنی
اسماعیل میں سب سے پہلے بت پرستی کی
ابتداء یوں ہوئی کہ مکہ مکرمہ سے جب کوئی
آدمی سفر پر جاتا تو احترام حرم کی وجہ سے حرم کا
کوئی پتھر اپنے ساتھ لے جاتا اور جہاں کہیں
وہ ٹھہرتا تو کعبہ کی طرح اُس کا طواف کرتا حتی
کہ آہستہ آہستہ وہ ہر عُمدہ پتھر کی پوجا کرنے
لگے اور اصل حقیقت کو بھول گئے ۔اور صحیح
بخاری میں ابو رجاء عطاردی سے روایت ہے
فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں ہمیں جب کوئی پتھر
نہ ملتا تو ہم مٹی کا ڈھیر بنا کر اس پر بکری کا
دودھ دوہتے اور اس کا طواف کرتے۔

ثم طفنا بها . (1)

حافظ ابن کثیر کی مذکورہ بالا عبارت سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں:

نمبر(1)

سب سے پہلے حجاز مقدس میں بت پرستی کا لوگوں کو حکم دینے والا عمرو بن لحیی تھا اور اس نے یہ بت پرستی عمالقہ کی سلطنت میں سے ایک شہر " بلقاء ،، کے باشندوں سے مرغوب ہو کر شروع کروائی تھی۔

اوّلاً: یہ عمرو بن لحیی کون تھا؟۔

حافظ ابن کثیر کی مذکورہ بالا عبارات کے مطابق یہ ایک مالدار آدمی تھا جس کا حکم اپنی قوم میں اس لئے نہیں کہ وہ ایک نیک سیرت تھا بلکہ وہ تو ایک بدکردار اور برا بلکہ جہنمی انسان تھا (جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کی احادیث اس پر شاہد ہیں) اس کی دولت و جاہ اور ان پر نوازشات کی وجہ سے شریعت کی طرح تسلیم کیا جاتا تھا اور اس نے صنم پرستی کو " بلقاء ،، میں دیکھا تو اس سے مرغوب ہو کر اپنے ساتھ وہاں سے بت لایا اور اس کی پرستش کرنے کا لوگوں کو حکم دیا۔

اس بت پرستی کی ابتداء میں نہ تو کسی صالح و نیک کی صلاح و بزرگی کو عمل دخل تھا اور نہ ہی ان لوگوں کے سامنے اس مجسمہ کا کوئی انسانی کردار تھا بلکہ اس کی پوجا میں صرف ایک مالدار کے حکم کی تکمیل تھی جس کی وجہ سے وہ اس بت کی عبادت کرتے تھے۔

لہٰذا یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حجازِ مقدس میں بت پرستی کی ابتداء کا باعث نہ تو کسی بزرگ و نیک انسان کی بزرگی کارفرما تھی اور نہ ہی کسی قبر والے کی تعظیم و احترام اس کا باعث تھا۔

---

(1) (البداية والنهاية ١ /٥٨٣.٥٨٣، وفي نسخة ٢/٨١، والسيرة النبوية ١/٦٠. ٦١)

ثانیا:

عمرو بن لحی جو بت لایا تھا وہ " ھبل " تھا جیسا کہ حافظ ابن کثیر کی عبارت میں موجود ہے اب ہمیں اس بات کی جستجو کرنی چاہئے کہ جس علاقے سے یہ بت لایا گیا تھا اس علاقہ میں اس بت کے بارے میں کیا کہانی موجود تھی جب ہم اس کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے تو حقیقت عیاں ہو جائے گی کہ مکہ مکرمہ میں جس بت کی سب سے پہلے پوجا کی گئی اس کی حقیقت کیا تھی کیا وہ کسی نیک، وصالح انسان کا مجسمہ تھا یا اس کی حقیقت کچھ اور تھی؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے کہ:

﴿وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۔ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ ۔ أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ۔ اللَّهُ رَبَّكُمْ وَرَبَّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ﴾(1)

اور بے شک الیاس پیغمبروں سے ہے جب اس نے قوم سے فرمایا کیا تم ڈرتے نہیں کیا بعل پوجتے ہو اور چھوڑتے ہو سب سے اچھا پیدا کرنے والے اللہ کو جو رب ہے تمہارے اور تمہارے اگلے باپ دادا کا۔

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نبی حضرت الیاس علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر کیا ہے علماءِ ملتِ اسلامیہ میں ان کے بارے میں دو قول پائے جاتے ہیں ایک گروہ اس طرف گیا کہ یہی حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔

جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تعلیقاً بیان کیا ہے کہ:

عن ابن مسعود وابن عباس ان إلياس

حضرت ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ

---

(1) (الصّٰفّٰت: ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶)

هو إدريس [عليه السلام] (1) تعالٰی عنہم سے روایت ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام ہی ادریس علیہ السلام ہیں۔

جب کہ دوسری جماعت کا میلان اس طرف ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام دو علیحدہ علیحدہ شخصیات کے نام ہیں۔

الف:

اگر پہلے قول کو تسلیم کیا جائے تو یہ بات واضح ہوگی کہ بت پرستی کی ابتداء حضرت ادریس علیہ السلام کی بعثت سے قبل شروع ہو چکی تھی۔ اگر دوسرے قول کو تسلیم کیا جائے تو یہ زمانہ عمرو بن لحیی کے زمانہ کے قریب کا بنتا ہے۔

ب:

مفتی محمد شفیع نے اپنی تفسیر "معارف القرآن" میں لکھا کہ:

"بعل" کے لغوی معنی شوہر اور مالک وغیرہ ہیں لیکن یہ اس بت کا نام تھا جسے حضرت الیاس علیہ السلام کی قوم نے معبود بنایا ہوا تھا بعل کی پرستش کی تاریخ بہت قدیم ہے شام کے علاقہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اس کی پرستش ہوتی تھی اور یہ ان کا سب سے زیادہ مقبول دیوتا تھا۔ شام کا مشہور شہر "بعلبک" بھی اسی کے نام سے موسوم ہوا، اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اہل حجاز کا مشہور بُت "ھبل" بھی یہی "بعل" ہے۔ قصص القرآن ص ۲۸ ج ۲۔(2)

"بعل" کے بارے میں سلیمان ندوی نے اپنی کتاب "تاریخ ارض القرآن" میں لکھا کہ:

"ہمارے مفسرین نے عکرمہ، مجاہد اور قتادہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ "بعل" یمن کی زبان

---

(1) (صحيح البخاري، كتاب الأنبياء، ١/ ٤٧٠)

(2) (معارف القرآن ٧/ ٤٧٣)

میں ''آقا'' اور ''مالک'' کو کہتے ہیں اور یہ حضرت الیاسؑ (علیہ السلام) کی قوم کا بت تھا اور اسی لئے عربی میں شوہر کو " بعل " کہتے ہیں، ہمارے مفسرین اور اہل لغت کا بیان بالکل صحیح ہے لیکن صرف اس تخصیص سے انکار ہے کہ ''یہ صرف یمن کی زبان کا لفظ ہے'' صحیح یہ ہے کہ یہ لفظ تمام سامی زبانوں میں پایا جاتا ہے یہ بھی اوپر معلوم ہو چکا کہ "بعل" صرف قوم الیاسؑ (علیہ السلام) میں نہیں بلکہ مشرقی سامی قوموں میں پوجا جاتا تھا "بعلبک" ملک شام کا ایک قدیم شہر ہے جو اسی بعل دیوتا کی طرف منسوب ہے روایتوں میں ہے کہ یہ دیوتا سونے کا تھا چودہ ہاتھ لمبا تھا اور اس کے چار منہ تھے۔۔۔۔ مستشرقین یورپ کی تحقیق کے مطابق "بعل" ستارہ زحل کا نام تھا جس کی دوسری مانوس عربی شکل "ھبل" ہے۔(1)

مزید آگے چل کر لکھا کہ:

"بعل" کی نسبت یہ تحقیق گذر چکا ہے کہ یہ دیوتا شام کا معبود تھا قرآن مجید بھی اسی ضمن میں اس کا ذکر کرتا ہے" بعل" کے لغوی معنیٰ قوت کے ہیں، اسی سے مجازاً آقا کے معنیٰ اور اس کے بعد شوہر کے معنیٰ میں یہ لفظ مستعمل ہوا، چنانچہ دوسرے معنیٰ میں یہ لفظ قرآن میں بکثرت آیا ہے عرب کا مشہور دیوتا" ھبل" جو قریش کا خدائے اعظم تھا اسی بعل کی تحریف ہے عبرانی میں ھ کلمہ تعریف ہے بعل کو وہ" ھبعل" کہتے تھے عمرو بن لحیی شام کے دیوتاؤں کو جب عرب لے کر چلا تو مکہ پہنچتے پہنچتے" ھبعل" کی صورت" ھبل" سے بدل گئی۔(2)

علامہ سلیمان ندوی صاحب ہی لکھتے ہیں کہ:

''قیس جو عدنانی قبائل میں بہت بڑا ہیلہ تھا شعیری پوجتا تھا، قبیلہ کنانہ چاند کا پرستار تھا،

---

(1) (تاریخ ارض القرآن ۳۷۶،۳۷۷)

(2) (تاریخ ارض القرآن ۴۱۹)

اسد کا قبیلہ عطارد کی پرستش کرتا تھا، تمیم ستارہ دبران پوجتے تھے، قریش اور ان کے دیگر ہم نسب قبائل جس "ہبل" کو پوجتے تھے، ہمارے دیم علمائے لغت تو کچھ نہیں بتاتے، مگر تحقیقات موجودہ (کے مطابق) درحقیقت ستارہ زحل تھا۔ (1)

پس معلوم ہوا کہ کہ ندوی صاحب کی تحقیق کے مطابق یہ "ہبـــل" نامی بت جو کہ ملہ مکرمہ میں سب سے بڑا بت تھا یہ کسی انسان کا مجسمہ نہیں تھا بلکہ ایک ستارہ زحل کی مورتی تھی جس کو قدیم ستارہ پرستوں نے اپنے تخیلات کے مطابق ستارہ زحل کی مورتی بنایا ہوا تھا۔

یہی بات زیادہ صحیح بھی معلوم ہوتی ہے کیونکہ عمرو بن لحی جہاں سے اس کو لایا تھا یہ وہ خطہ زمین ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے جس میں انہوں نے چاند، سورج اور ستاروں کی پوجا سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا ﴿يَا قَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ﴾ (2) جیسا کہ پیچھے ذکر ہو چکا۔

ج:

عمرو بن لحی جہاں سے وہ بت لایا تھا وہ قریہ "بلقاء" ہے جو کہ شام کے علاقہ میں واقع تھا اور ان دنوں ان علاقوں پر قوم عمالقہ کی حکومت تھی اور یہ لوگ عملیق کے اولاد میں سے تھے اور عملیق، اوذ کا بیٹا تھا اور اوذ، سام کا اور سام نوح علیہ السلام کا اور عملیق کو ہی ابو العمالیق کہا جاتا ہے۔

حافظ ابن کثیر "السیرۃ النبویۃ" میں ابتداءً لکھتے ہیں کہ:

قيل إن جميع العرب ينتسبون إلى إسماعيل بن إبراهيم عليهما السلام — یعنی کہا گیا ہے کہ تمام عرب حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام والتحیۃ والاکرام کی

---

(1) (تاریخ ارض القرآن ۳۸۲)

(2) (سورۃ الأنعام: ۷۸)

والتحية والإكرام والصحيح المشهور أن العرب العاربة قبل إسماعيل وقد قدمنا أن العرب العاربة منهم عاد وثمود وطسم وجديس و أميم و جرهم والعماليق وأمم آخرون لا يعلمهم إلا الله .(1)

طرف منسوب ہیں ،اور صحیح و مشہور یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے پہلے عرب عاربہ آباد تھے اور ان میں عاد ، ثمود ، طسم ،جدیس ، امیم ، جرہم ،عمالقہ اور دیگر اقوام تھیں جن کا علم اللہ تعالی کو ہی ہے۔

معلوم ہوا کہ قوم عمالقہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دور سے پہلی کی تھی ،اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے لے کر عمرو بن حارث بن مضاض الاصغر کے دور تک مکہ مکرمہ میں بت پرستی نہیں پائی جاتی تھی اس کے بعد جب بنوخزاعہ نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مل کر بنو جرہم سے بیت اللہ شریف کی تولیت چھین لی اور قابض ہوگئے تو اس کے بعد ان کے دور میں یہ کام شروع ہوا۔

اور بنوخزاعہ نے اپنے ہمراہیوں سے مل کر مکہ مکرمہ پر جب قبضہ کیا تھا اس وقت مکہ مکرمہ کا والی عمرو بن حارث بن مضاض تھا۔

جیسا کہ علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ:

عن ابن اسحاق ان الذي اخرج جرهم من البيت ليست خزاعة وحدها انما تصدى للنكير عليهم خزاعة و كنانة و تولى كبره بنو بكر بن عبد مناة بن كنانة وبنو غبشان

یعنی ابن اسحاق سے روایت ہے کہ بے شک قبیلہ جرہم کو بیت اللہ سے نکالنے والے صرف بنوخزاعہ اکیلے نہیں تھے بلکہ ان کی گمراہیوں پر نفرت کا اظہار کرنے والوں میں خزاعہ اور کنانہ اور غبشان بھی تھے، پس وہ ان سے

---

(1)(السيرة النبوية ۱/۳،والبداية والنهاية ۲/۴۳)

بن عبد عمرو بن بوی بن ملكان بن افصی بن حارثة فاجتمعوا لحربهم واقتلوا و غلبهم بنو بكر و بنو غبشان ...وخزاعة علی البيت ونفوهم من مكة فخرج عمرو وقيل عامر بن الحارث بن مضاض الأصغر بمن معه من جرهم الی اليمن بعد أن دفن حجر الركن و جميع اموال الكعبة بزمزم .(1)

جنگ کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے، اور ان سے قتال کیا اوران پر غالب ہوئے۔۔۔پس عمرو اور کہا گیا ہے کہ عامر بن حارث بن مضاض اصغر اپنے ساتھیوں کے ساتھ جو جرہمی تھے یمن کی طرف نکل گئے اور ترک وطن سے پہلے انہوں نے حجر اسود اور کعبہ کے تمام اموال کو زمزم کے کنویں میں پھینک کر دفن کر دیا۔

حافظ ابن کثیر نے " البداية و النهاية " میں "باب ذكر بنی اسماعيل " کے تحت جو کچھ لکھا ہے اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ "عمرو بن الحارث بن المضاض بن عمرو بن سعد بن الرقیب بن ہین بن نبت بن جرہم تھا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے ثابت کا نام مضاض تھا اس کا بیٹا حارث تھا اور اس کا بیٹا عمرو تھا(2)

اس کا زمانہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد زیادہ دور کا نہیں بنتا۔

لہذا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ہی بنو خزاعہ نے مکہ مکرمہ پر قبضہ کرلیا تھا اور انہی کے دور میں بت پرستی کا آغاز ہوا لہذا اب ہم یہ دیکھتے ہے اس کے قریب ترین زمانہ میں عمالقہ میں سے جو لوگ بلقاء وشام پر حکمران تھے۔

اور جب ہم اس بات کو دیکھتے ہیں کہ اس دور میں شام وغیرہ کے علاقوں میں قریب ترین دور میں

---

(1) (تاريخ ابن خلدون ٢/٢٨٦۔٢٨٧)

(2) (البداية والنهاية ٢/٧٧)

کس نبی کی بعثت ہوئی تو ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ وہ دور ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت یوشع بن نون علیہ السلام مبعوث کیے گئے تھے یا اس کے قریب کا زمانہ ہے۔

اور اس میں تو شک نہیں کہ ان علاقوں میں فرعونوں اور جبارین کی حکومتیں قائم تھیں جو کہ اپنی عبادت کرواتے تھے، اور ان کے ساتھ ساتھ چاند و سورج کے بھی پجاری تھے۔

لہذا زیادہ سے زیادہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ اگر کسی انسان کا مجسمہ تھا بھی تو کسی فرعون و جبار کا مجسمہ ہوگا، جس میں کوئی نیکی وصلاح نہیں یہ بات بھی فرض محال ہے کیونکہ بقول سلیمان ندوی اس مجسمہ کے چار منہ تھے۔

د:

ایک قول کے مطابق عمرو بن لحیی کا تعلق قبیلہ خزاعہ سے تھا اور یہ لوگ سبا سے آئے تھے یعنی جب سد مارب کے ٹوٹنے کا ان کے کسی کاہن نے بتایا یا ان میں سے کسی نے خواب دیکھا تو وہاں سے دیارِ غیر کی طرف رخ کرنے والوں میں سے یہ لوگ تھے اور وہاں سے چلتے چلاتے حرم مکہ میں آئے اور یہاں آکر جرہم سے قتال کرنے کے بعد یہ مکہ مکرمہ کے متولی بن گئے اور ان کے دور حکومت میں مکہ مکرمہ میں بت پرستی کی لعنت شروع ہوئی اور اس بات پر نص موجود ہے کہ قوم سبا سورج کی پُجاری تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

﴿وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾(1) میں نے اسے اور اس کی قوم کو پایا کہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔

اس سے یہ بات مزید واضح ہو جاتی ہے کہ وہ اس خاندان سے تعلق رکھتا تھا جو سورج وغیرہ کا پُجاری تھا۔ اور اسی خاندان کے کچھ لوگ شام میں بھی آکر آباد ہوئے تھے تو ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے

(1)(سورۃ النمل : ۲۴)

انہی رشتہ داروں کے پاس شام میں گیا ہوا اور انہی سے یہ بت لے کر آیا ہو۔

پس مذکورہ بالا دلائل کے ہوتے ہوئے اس بت کو کسی انسان کا مجسمہ کہنا اور اس کو تسلیم کرنا کئی حقائق پر پردہ ڈالنا اور ایک ایسی راہ اختیار کرنا ہے جس کا کوئی سراغ نہیں ملتا سوائے اس کے کہ وہ ایک انسانی صورت کا مجسمہ تھا جبکہ بقول ندوی صاحب اس کی بھی عجیب صورت تھی کہ جس کے چار منہ بنائے گئے تھے، واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

نمبر (2)

مکہ مکرمہ کے باشندے جب بھی سفر پر جاتے تو حرم کا ایک پتھر اُس کی تعظیم واحترام کی وجہ سے ساتھ لے جاتے، جس کے بعد وہ ہر پتھر کی پوجا کرنے لگے اور پھر نوبت یہاں تک آگئی کہ اگر انہیں کوئی پتھر نہ ملتا تو مٹی کا ڈھیر لگا کر اُس پر بکری کا دُودھ دُوہ کر اسی کو اپنا معبود خیال کرنے لگے۔ اگر تعظیم واحترام ذریعہ شرک تھا تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کو حرم مکہ کی تعظیم واحترام کو منع قرار دینا چاہیے تھا کہ لوگ حرم کے احترام کی وجہ سے پتھر پرستی میں مبتلاء ہو گئے تھے، جبکہ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے صفا و مروہ کو اپنی نشانیاں قرار دیا ہے، اور اپنی نشانیوں کی تعظیم کرنے کو دلوں کا تقویٰ قرار دیا ہے فرمایا:

﴿وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾(1) اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

پس اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ تعلیماتِ خداوندی کے مطابق اللہ عزوجل کی کسی نشانی کی تعظیم واحترام کرنا نہ تو ناجائز وممنوع ہے اور نہ ہی شرک وحرام۔

لہٰذا کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی ایسے فعل کو ذریعہ شرک کہہ کر حرام وناجائز قرار دے دے۔

---

(1) [سورة الحج : ۳۲]

اہل عرب میں جہاں مذکر مجسموں کی پوجا ہوتی تھی وہیں اہل عرب مؤنث مجسموں کی بھی عبادت کرتے تھے۔

جیسا کہ اللہ تبارک وتعالی نے اپنی مقدس کتاب میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا لَعَنَهُ اللَّهُ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ وَمَنْ يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُبِينًا﴾ (۱)

یہ مشرک لوگ اللہ کے سوانہیں پوجتے مگر کچھ عورتوں کو اور نہیں پوجتے مگر سرکش شیطان کو جس پر اللہ تعالی نے لعنت کی اور بولا: قسم ہے، میں ضرور تیرے بندوں میں سے کچھ ٹھہرایا ہوا حصہ لوں گا، قسم ہے میں ضرور بہکادوں گا اور ضرور انہیں آرزوئیں دلاؤں گا، اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں گے، اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے، اور جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے وہ صریح خسارے میں پڑا۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالی نے واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ یہ مشرکین جن کی عبادت کرتے ہیں ان میں کچھ عورتیں ہیں اور کچھ سرکش شیطان ہیں عورتوں سے مراد دیویاں ہیں۔

جیسا کہ امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی ہے کہ:

---

(۱) (پ۵ ،سورۃ النساء ۱۱۷ الی ۱۱۹)

﴿إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا﴾ مع كل صنم جنية (1)

یعنی یہ مشرک لوگ نہیں پوجتے مگر کچھ عورتوں کو، یعنی مشرکین ہر بت کے ساتھ ایک دیوی کی پوجا بھی کرتے تھے۔

اور وہ دیویاں اُنہوں نے اپنے زعمِ باطل کے تحت فرشتوں کی مورتیاں بنائی ہوئی تھی اور ان کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ تھا کہ یہ اللہ تعالی کی بیٹیاں ہیں، اور بعض نے جنوں کی مؤنث صورتوں کی مورتیاں بنا رکھی تھیں اور اُن کے بارے میں ان کا خیالِ باطل یہ تھا کہ یہ اللہ تعالی کے رشتہ دار ہیں اور یہ سب غلط قسم کی باتیں ان کو شیطان نے سکھائی تھیں۔

قاضی شوکانی اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

﴿إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا﴾ اي: ما يدعون من دون الله إلا أصناما لها أسماء مؤنثة كاللات والعزى و مناة؛ وقيل المراد بالاناث الموات التي لا روح لها كالخشبة والحجر؛ وقيل: المراد بالاناث الملائكة لقولهم: الملائكة بنات الله.....و اخرج عبد بن حميد وابن جرير وابن المنذر عن ابي مالك في قوله: ﴿إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا﴾ قال: اللات والعزى

یعنی یہ مشرک لوگ نہیں پوجتے مگر کچھ عورتوں کو، یعنی وہ اللہ کے علاوہ ایسے بتوں کی پوجا کرتے تھے جن کے نام لات، عزیٰ اور منات کی طرح مؤنث تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''اناث'' سے مراد ہے ایسی مورتی جس میں روح نہ ہو جیسے لکڑی اور پتھر کی، اور کہا گیا ہے ''اناث'' سے مراد فرشتے ہیں ان کے قول کے مطابق کہ فرشتے اللہ تعالی کی بیٹیاں ہیں۔۔۔۔اور عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر نے ابو مالک سے اس کے بارے

(1) أخرجه احمد في مسنده ١٣٥/٥ (٢١٢٦٩) وقال شعيب الأرنؤوط: إسناده حسن

و منـاة كلها مؤنثة . وأخرج عبد الله بـن أحـمـد فـي زوائـد المسند و ابن الـمـنـذر وابـن أبي حاتم والضياء في الـمـخـتـارة عن أبي بن كعب في الآية قـال :مع كل صنم جنية .وأخرج ابن جرير وابن المنذر وابن أبي حاتم عن ابـن عـبـاس ﴿إِنْ يَّـدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ إِلَّا إِنَـاثًـا﴾قال : موتى .وأخرج مثله عبد بـن حـمـيـد وابـن جـريـر عن قـتـادة واخـرج سـعيد بن منصور وابن جرير وابـن الـمـنـذر عن الحسن قال : كان لـكـل حـي مـن أحـيـاء الـعـرب صـنـم يـعـبـدونـهـا يـسـمـونـهـا أنثى بني فلان فـانـزل الله :﴿إِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ إِلَّا إِنَـاثًـا﴾.وأخرج ابن المنذر و ابن أبي حـاتم عن الضحاک قال المشركون ان الـمـلائكة بنات الله ،وإنما نعبدهم لـيـقـربـونـا إلـى الله زلفى ، قـال : اتـخـذوهـن أربـابـا وصوروهن صور

میں بیان کیا کہ ﴿إِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ إِلَّا إِنَـاثًـا﴾ فرمایا کہ لات،عزیٰ اور منات تمام مؤنث ہیں ،اور عبد اللہ بن احمد نے زوائد مسند میں اور ابن منذر،ابن ابی حاتم اور ضیاء نے مختارہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت بیان کی کہ ہر مذکر بت کے ساتھ ایک دیوی کی بھی پوجا کرتے تھے، اور ابن جریر،ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے بیان کی ہے کہ ﴿إِنْ يَّـدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ إِلَّا إِنَاثًا﴾ فرمایا کہ مردے،اور اسی کی مثل عبد بن حمید،ابن جریر،ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حسن سے بیان کیا ہے،اور اسی کی مثل عبد بن حمید،ابن جریر نے قتادہ سے ،اور سعید بن منصور،ابن جریر اور ابن منذر نے حسن سے بیان کیا فرمایا،کہ عرب کے تمام قبیلوں کے بت تھے جن کی وہ عبادت کرتے تھے اور وہ ان کو " اُنْثٰـی " بنی فلاں کہتے تھے،پس اللہ تعالی نے نازل کی ﴿إِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ

الجواري فحلوا وقلدوا وقالوا : هؤلاء يشبهن بنات الله الذي نعبده يعنون الملائكة . (1)

﴿إِلَّا إِنَاثًا﴾ اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے ضحاک سے بیان کیا فرمایا کہ مشرک کہتے تھے کہ بے شک ملائکہ اللہ تعالی کی بیٹیاں ہیں اور ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ کا قرب حاصل ہو جائے، فرمایا: انہوں نے ان کو رب بنا لیا تھا اور ان کی عورتوں کی مثل مورتیاں بنالیں تھیں ۔۔۔اور وہ کہتے تھے کہ یہ اللہ تعالی کی بیٹیوں کے مشابہ ہیں جس کی ہم عبادت کرتے ہیں یعنی ملائکہ۔

حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں مذکورہ بالا آیت مبارکہ کے تحت شوکانی کی طرح چند پہلے اقوال نقل کرنے کے بعد ضحاک کے قول کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وهذا التفسير شبيه بقوله تعالى ﴿أَفَرَءَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّى. وَمَنَوٰةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَى. أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثَى تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَى. إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ﴾ [النجم : ۱۹۔۲۳] وقال تعالى :

اور یہ تفسیر اللہ تعالی کے ارشاد'' کیا تم نے دیکھالات، عزی اور تیسری منات کو، کیا تم کو بیٹا اور اس کو بیٹی، جب تو یہ سخت بھونڈی (غلط) تقسیم ہے، وہ تو نہیں مگر کچھ نام کہ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں اتاری'' کے مثل ہے اور اللہ تعالی کے فرمان'' اور انہوں نے

(1) (تفسیر فتح القدير ۱/ ۶۷۳ و ۶۷۵)

﴿وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ إِنٰثًا أَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ سَتُكْتَبُ شَهٰدَتُهُمْ وَيُسْئَلُونَ﴾[الزخرف : ١٩] وقال تعالى : ﴿وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ . سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُونَ﴾ [الصافات : ١٥٨،١٥٩] وقال علي بن أبي طلحة والضحاك، عن ابن عباس :﴿إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُوْنِهٖ إِلَّا إِنٰثًا﴾قال يعني موتى .وقال مبارك يعني ابن فضالة عن الحسن ﴿إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُوْنِهٖ إِلَّا إِنٰثًا﴾، قال الحسن : الاناث كل شيء ميت ليس فيه روح ،إما خشبة يابسة واما حجر يابس ورواه ابن أبي حاتم وابن جرير وهو غريب .وقوله : ﴿وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا﴾اي : هو الذي امرهم بذلك وحسنه لهم و زينه ، وهم إنما يعبدون إبليس في نفس

فرشتوں کو کہ رحمٰن کے بندے ہیں عورتیں ٹھہرایا، کیا ان کے بناتے وقت یہ حاضر تھے اب لکھ لی جائے گی ان کی گواہی اور ان سے جواب طلب ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرمان ''اور اس میں اور جنوں میں رشتہ ٹھہرایا، اور بے شک جنوں کو معلوم ہے کہ وہ ضرور حاضر لائے جائیں گے، پاکی ہے اللہ کو ان باتوں سے کہ یہ بتاتے ہیں،، اور بسند مذکور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ''یعنی یہ مشرک لوگ نہیں پوجتے مگر کچھ عورتوں کو،، فرمایا: یعنی مُردوں کو، اور مبارک نے حسن سے اسی آیت ''یعنی یہ مشرک لوگ نہیں پوجتے مگر کچھ عورتوں کو،، کے تحت روایت کی، حضرت حسن نے فرمایا کہ ''اس سے مراد ہر وہ مُردہ ہے جس میں روح نہ ہو خواہ وہ خشک لکڑی ہو، یا وہ پتھر ہو، اور اس کو ابن ابو حاتم اور ابن جریر نے بھی روایت کیا ہے اور یہ غریب ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ''اور نہیں پوجتے مگر سرکش شیطان کو،، یعنی شیطان نے

الامر، كما قال تعالى ﴿أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَبَنِيْ آدَمَ أَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾[يس : ٦٠] وقال تعالى اخبارا عن الملائكة أنهم يقولون يوم القيامة عن المشركين الذين ادعوا عبادتهم في الدنيا : ﴿بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ﴾ [سباء ۴۱]. (1)

ہی ان کو حکم دیا کہ وہ فرشتوں کو اللہ تعالی کی بیٹیاں قرار دیں اور اسی نے ان کے سامنے اس کو مزین کر کے پیش کیا، اس لئے حقیقت میں وہ اسی شیطان کو پوجتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے" اے اولاد آدم! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے،، اور اللہ تعالی نے فرشتوں کے بارے میں خبر دی ہے کہ قیامت کے روز وہ ان مشرکین کے بارے میں کہیں گے جو ان کی عبادت کرتے تھے کہ" بلکہ وہ جنوں کی عبادت کرتے تھے اور ان میں سے اکثر ان پر ایمان رکھتے تھے۔

اللہ تعالی کے فرمان اور محولہ تفاسیر کی عبارات سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ مشرکین عرب جن کی پوجا کرتے تھے وہ چند عورتیں یعنی عورتوں کی شکل کے مجسے یا دیویاں تھیں اور شیاطین تھے۔
عورتوں کی شکل کے مجسے یا تو فرشتوں کی صورت پر بنائی ہوئی ان کے خیال کے مطابق دیویاں تھیں، جن کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ تھا کہ یہ اللہ تعالی کی بیٹیاں ہیں یا پھر جنات میں سے مؤنثات کی صورتوں کی دیویاں تھیں جن کی وہ عبادت کرتے تھے، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ عام طور پر خبیث قسم کی چڑیلیں مختلف اشیاء میں داخل ہو کر کلام کرتی تھیں اور وہ ان اشیاء میں ان کے

---

(۱) تفسیر القرآن العظیم ۱/ ۸۲۱

کلام کرنے کی وجہ سے ان اشیاء سے مرعوب ہوجاتے اوران کے سامنے اپنی پیشانیاں جھکا دیتے اورانہیں ہی اپنا معبود خیال کرنے لگتے۔

اور دوسری قسم میں شیاطین مختلف مجسموں اور اشیاء میں سے کلام کرتے اور اُن کے کلام سے وہ لوگ گمراہ ہوکران کو اپنا معبود خیال کرنے لگتے تھےاور جب وہ لوگ اپنے کوئی معاملات لے کر ان کے پاس آتے تو بعض اوقات وہ شیاطین ان مجسموں میں سے ان سے کلام کرتے اور وہ سمجھتے کہ یہ ہمارے معبود کا فیصلہ وحکم ہے اور تعلیماتِ اسلامیہ میں اس پر کئی دلائل موجود ہیں جو کہ تعلیماتِ اسلامیہ سے واقفیت رکھنے والے کسی انسان سے بھی پوشیدہ نہیں ہیں۔

جیسا کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

"قلت : فالظاهر أن المراد بالجبت	یعنی میں کہتا ہوں کہ بظاہر یہاں جبت سے
ههنا الأوثان اذ لا خير فيها أصلا	مراد بت ہیں جن کے اندر کوئی خیر نہیں ہوتی،
وبالطاغوت شياطين الأوثان و كان	اور طاغوت سے مراد بتوں کے شیطان ہیں،
لكل صنم شيطان يعبر عنه فيغتر به	اور ہر بت کا ایک شیطان ہوتا تھا جو اس کے
الناس .(١)	اندر سے بولتا اور اس سے لوگوں کو دھوکہ ہوتا تھا

حافظ ابن کثیر نے " البداية والنهاية " میں امام خرائطی کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے جس کو محمد بن اسحاق نے ایک انصاری شیخ جس کو عبداللہ بن محمود کہا جاتا تھا جو کہ آل محمد بن مسلمہ سے تھا سے روایت کیا کہ اس نے کہا:

بلغني أن رجالا من خثعم كانوا	یعنی مجھے خثعم قبیلہ کے ایک آدمی سے یہ بات
يقولون : إن مما دعانا إلى الإسلام أنا	پہنچی وہ کہتے تھے کہ بے شک ہمارے اسلام

(١) تفسير المظهري ٢/٥٧ سورة النساء : ٥١)

كنا قوما نعبد الأوثان ، فبينا نحن ذات يوم عند ولن لنا ، إذا أقبل نفر يتقاضون إليه ، يرجون الفرج من عنده لشي ' شجر بينهم ، إذ هتف بهم هاتف من الصنم ، فجعل يقول :

قبول کرنے کا سبب یہ بنا کہ ہم بتوں کی پوجا کرنے والی ایک قوم تھے پس ایک دن ہم اپنے ایک بت کے پاس جمع تھے کہ ایک گروہ اس کے پاس اپنا کوئی معاملہ لے کر آیا ۔۔۔۔۔ جب اس بت سے ایک غیبی آواز آئی پس وہ کہہ رہا تھا۔

يا أيها الناس ذووا الأجسام
من بين أشياخ إلى غلام
ما أنتم و طائش الأحلام
و مسند الحكم إلى الأصنام
أكلكم في حيرة النيام
أم لا ترون ما أرى أمامي
من ساطع يجلو دجى الظلام
قد لاح للناظر من تهام
ذاك نبي سيد الأنام
قد جاء بعد الكفر بالإسلام
أكرمه الرحمن من إمام
و من رسول صادق الكلام
أعدل ذي حكم من الأحكام

يأمر بالصلاة والصيام والبر والصلات للأرحام

ويزجر الناس عن الآثام والرجس والأوثان والحرام

من هاشم في ذروة السنام

مستعلنا في البلد الحرام

اے تومند، بوڑھے اور نوجوان لوگو! تم اور کم عقل لوگ برابر ہو کہ اپنے مقدمات کو بتوں کے پاس لاتے ہو، کیا تم سب حیرت زدہ سوئے ہوئے ہو یا تم نہیں دیکھتے جو سامنے ہے تہامہ کی سرزمین سے ظاہر ہونے والی روشنی جو تاریکیوں کو منور کر رہی ہے، اور دیکھنے والے کے لئے واضح ہے یہ نبی سید عالم ﷺ ہیں جو کفر کے بعد اسلام کا پیغام لائے ہیں، رحمٰن نے اس امام اور سچے رسول ﷺ کو تکریم بخشی ہے، تمام احکام میں وہ انصاف پرور ہے، نماز اور روزے کا حکم دیتا ہے، نیکی اور صلہ رحمی کا بھی، اور لوگوں کو گناہوں سے زجر و توبیخ کرتا ہے پلیدی، بتوں اور حرام سے روکتا ہے، وہ بنو ہاشم میں عالی مرتبہ ہے، مکہ مکرمہ میں حق بات اعلانیہ کرتا ہے۔

قال : فلما سمعنا ذالک تفرقنا عنه ، وأتينا النبي ﷺ فأسلمنا .(١)

فرمایا پس یہ اشعار سن کر ہم وہاں سے چلے اور نبی اکرم ﷺ کی طرف عزم سفر باندھا تو اسلام قبول کیا۔

مذکورہ بالا روایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ لوگ بتوں کے پاس اپنے مقدمات لاتے اور

(1)(اخرجه ابو نعيم في الدلائل ١/١٢٦ ، وابن عساكر في تاريخ مدينة دمشق ٣/٢٥٣ وذكره ابن كثير في البداية والنهاية ٢/٢٢٣ باب في هواتف الجان ،والسيرة النبوية)

ان سے فیصلہ کرواتے تھے پس جب تک رسول اللہ ﷺ مبعوث نہیں ہوئے تھے اُس وقت تک شیاطین و جنات ان مجسموں اور اشیاء میں سے گمراہ کن کلام کرتے رہے جس کی وجہ سے وہ لوگ ان کی عبادت پرڈٹے رہے اور ان کو معبود خیال کرتے ہوئے ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتے رہے لیکن جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے [illegible] ہوئے یا اسلام قبول کر چکے وہ انہی مجسموں اور اشیاء میں کلام کر کے ان لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کرتے تھے جیسا کہ اس بارے میں بھی کئی روایات تعلیمات اسلامیہ میں موجود ہیں اور اکثر آئمہ وعلماء سیرت نے اپنی اپنی کتابوں میں ایسے ابواب قائم کئے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ:

قال ما سمعت عمر لشيٍّ قط يقول إني لأظنه كذا إلا كان كما يظن بينهما عمر جالس إذ مر به رجل جميل فقال لقد أخطأ ظني أو إن هذا على دينه في الجاهلية أو لقد كان كاهنهم على الرجل فدعي له فقال له ذلك فقال ما رايت كاليوم استقبل به رجل مسلم قال فاني أعزم عليك إلا ما اخبرتني قال كنت كاهنهم في الجاهلية قال فما اعجب ما جاء تك

فرمایا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی شے کے بارے میں یہ کہتے نہیں سنا کہ میرا خیال ایسا ہے مگر جیسے وہ خیال کرتے تھے ہو جاتا [illegible] کا ذکر [illegible] بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے قریب سے ایک حسین و جمیل آدمی گزرا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یا تو میرا گمان غلط ہے یا یہ آدمی اپنے جاہلیت کے دین پر ہے یا یہ ان کا کاہن تھا، اس کو میرے پاس لاؤ۔ پس اس کو بلایا گیا تو اس سے آپ نے یہی کہا۔ اس نے کہا: میں

به جنيتك قال بينهما أنا يوما في السوق جاء تني أعرف فيها الفزع فقالت ألم تر الجن و ابلاسها و يأسها من بعد انكاسها و لحوقها بالقلاص و احلاسها قال عمر صدق بينهما أنا عند آلهتهم إذ جاء رجل بعجل الذبحه فصرخ به صارخ لم اسمع صارخا قط أشد صوتا منه يقول يا جليح أمر نجيح رجل فصيح يقول لا إله إلا أنت فوثب القوم قلت لا ابرح حتى أعلم ما وراء هذا ثم نادى يا جليح أمر نجيح رجل فصيح يقول: لا إله إلا أنت فقمت فما نشبنا عن قيل هذا نبي (1)

نے آج کی طرح کبھی نہیں دیکھا کہ مسلمان سے ایسی باتیں کی گئی ہوں۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ مجھے ضرور خبر دو اس نے کہا کہ میں زمانہ جاہلیت میں کاہن تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اس سے کہا کہ تیرے جن نے جو باتیں تجھے بتائیں ہیں ان میں عجیب ترین بات کون سی ہے؟ اس نے کہا کہ ایک دن میں بازار میں تھا کہ میرا جن میرے پاس آیا اور اس نے کہا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جن سخت غمگین اور حیرت زدہ ہیں فرط غم سے اوندے پڑے ہیں اور انتہائی مایوس ہیں، اور وہ اونٹنیوں کے پالانوں کے پاس جا پہنچے ہیں (یعنی نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد)۔حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا ہے۔ایک مرتبہ میں مشرکوں کے بتوں کے پاس سو رہا تھا کہ ایک

(1) أخرجه البخاري في الصحيح جزء ٥ /٤٨(٣٨٦٦) وابن بشكوال في الغوامض الاسماء المبهمة ٢ / ٤٢١، و ابن عساكر في تاريخ مدينة دمشق ١٠٧/٤٣)

آدمی بچھڑا لے کر آیا اور اس نے اس کو ذبح
کیا، پھر ایک چیخنے والا سخت چیخا، میں نے کسی
چیخنے والے کی آواز اس سے سخت نہیں سنی، وہ
کہہ رہا تھا: اے دشمن! امر واضح ہے ایک فصیح
آدمی کہتا ہے کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود
برحق نہیں، تو لوگ اچھل کر دوڑ پڑے۔ میں
نے کہا: میں تو یہیں رہوں گا حتی کہ اس کے
پس پردہ کچھ جانوں گا۔ پھر اس نے آواز دی:
اے دشمن! معاملہ واضح ہے آدمی فصیح ہے، وہ
کہتا ہے لا إلـه إلا الـلّـه، میں اٹھ کھڑا
ہوا، ہمیں زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ کہا گیا کہ یہ
نبی ﷺ ہے۔

مذکورہ بالا روایت سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ بعض انسان جو کہ کاہن تھے ان کے پاس جنات آتے تھے اور ان کو جھوٹی و سچی خبریں دیتے تھے اور ان میں سے کئی اپنی کمائی کا ذریعہ سمجھتے ہوئے ان جنات کی باتوں میں بہت کچھ اپنی طرف سے ملا کر لوگوں کو بتاتے اور وہ لوگوں کو راہ حق سے ہٹانے کا باعث بنے ہوئے تھے۔

ہر قبیلہ کا ایک کاہن ہوتا تھا جس کے پاس شیاطین آتے اور اس کو جھوٹ و سچ بتاتے اور ان کے کہنے پر وہ لوگوں کو گمراہی و ضلالت کی طرف بلاتا تھا۔

جیسا کہ اللہ تعالی نے قرآنِ مجید فرقان حمید میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَٰؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا﴾ (1)

کیا تم نے وہ نہ دیکھے جنہیں کتاب کا ایک حصہ ملا، ایمان لاتے ہیں بت اور شیطان پر، اور کافروں کو کہتے ہیں کہ یہ مسلمانوں سے زیادہ راہ پر ہیں۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ﴿اَلْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ﴾ کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ﴿اَلْجِبْتِ﴾ السحر و ﴿الطَّاغُوْتِ﴾ الشیطان. (2)

یعنی "جبت" سے مراد جادو اور "طاغوت" سے مراد شیطان ہے۔

ایسے ہی مجاہد، شعبی، ابن زید وغیرہم کا بھی یہی قول ہے(3)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا کہ:

"وسئل عن الطواغيت التي كانوا

یعنی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طواغیت

---

(1) (سورةالنساء : ۵۱)

(2)(ذكره البخاري في الصحيح جزء ۲/۳۵:في التفسير ،باب :وان كنتم مرضى أو على سفر ...الخ و الطبري في تفسيره ۴/۱۳۲ سورة النساء : ۵۱،والمجاهد في تفسيره ۱/۱۶۱، وسعيد بن منصور ۲/۲۰۸(۲۵۳۳)،وأبو القاسم البغوي كما ذكره ابن كثير في تفسيره ۱/۳۱۶ سورة البقرة : ۲۵۶،والفريابي وعبد بن حميد و ابن المنذر وابن أبي حاتم و رستة في الإيمان كما ذكره السيوطي في الدر المنثور ۲/۵۶۳والشوكاني في تفسيره ۱/۳۹۱ سورة النساء : ۵۱، والقرطبي في تفسيره ۵/۲۳۸ سورة النساء : ۵۱ ، و محمد بن عبد الوهاب النجدي في كتاب التوحيد ۲۱۸)

(3) (أخرجه المجاهد في تفسيره ۱/۱۶۱ ، والطبري في تفسيره ۴/۱۳۲و عبد بن حميد كما ذكره السيوطي في الدر المنثور ۲/۵۶۳سورة النساء : ۵۱)

يتحاكمون إليها فقال : كان في جهينة واحد و في أسلم واحد في كل حي واحد ،وهي كهان ينزل عليها الشيطان . (1)

جن کے پاس وہ لوگ اپنے فیصلے لاتے تھے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ جہینہ قبیلہ کا ایک ،اور بنو اسلم قبیلہ کا ایک، بلکہ ہر قبیلہ کا ایک کاہن ہوتا تھا جن کے پاس شیطان آتا تھا۔

حضرت سیدنا عمر فاروق اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہما کے اقوال میں اصلا کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ حقیقت میں ہر وہ چیز طاغوت ہے جس کو اللہ کے علاوہ معبود بنالیا جائے یا جس کی اطاعت کی جائے اللہ تعالی کی نافرمانی کرتے ہوئے۔

جیسا کہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

هما كل معبود من دون الله أو مطاع في معصية الله وهذا أحسن.(2)

یعنی جبت اور طاغوت دونوں کا معنی ہے کہ ہر وہ (چیز) جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے یا جس کی اللہ تعالی کی نافرمانی میں اطاعت کی جائے اور یہ بہت اچھا معنی ہے۔

پس حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کو شیطان اس لئے قرار دیا کہ ہر برائی ومعصیت کا حکم دینے والا حقیقت میں شیطان ہی ہے اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ نے اُس زمانہ میں اس کی حالت کو بیان فرمایا ہے کہ کاہنوں کے پاس شیطان جن حاضر

(1) (ذكره البخاري في الصحيح جزء ٦/ ٣٥ في التفسير باب وإن كنتم مرضى أو على سفر ...و الطبري في تفسيره ٣/ ٢٠ سورة البقرة : ٢٥٦)

(2) (تفسير قرطبي ٥/ ٢٣٨سورة النساء : ٥١ ،وفتح القدير للشوكاني ١/ ٣٩٠ سورة النساء ، والبغوي ١/ ٢٣٣)

ہوتے اوران کو کچھ خبریں دیتے اور وہ لوگوں کی گمراہی کا باعث بنتے کہ شیطانوں کی دی ہوئی خبروں میں اپنی طرف سے بہت کچھ ملاتے اور لوگوں کو غیر اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے تھے اور اسی پر لگے رہنے کی تلقین کرتے اور انہیں کہتے کہ تم لوگ راہ حق پر ہو۔

جیسا کہ مذکورہ بالا آیت مبارکہ اور اس کے شانِ نزول سے یہ بات واضح ہے کہ وہ اس حقیقت سے تو آگاہ تھے کہ کفار و مشرکین گمراہ اور راہ حق سے بہت ہی دور ہیں لیکن اس کے باوجود وہ ان کو کہتے کہ تم مسلمانوں سے زیادہ بہتر راستے پر ہو اور تم ہی حق پر ہو۔

اسی طرح ان یہودیوں کے علاوہ بھی وہ کاہن لوگ جو بتوں کے پاس ہوتے تھے جب شیطان ان بتوں میں آ کر ان سے کلام کرتے تو وہ اس میں بہت کچھ اپنی طرف سے ملاتے اور لوگوں کو بتوں کی پوجا پر لگاتے اور گمراہ کرتے۔

جیسا کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ أُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ﴾ ﴿اَلْجِبْتِ﴾ الأصنام، و ﴿اَلطَّاغُوْتِ﴾ الذين يكونون بين أيدي الأصنام يعبرون عنها الكذب ليضلوا الناس . (١)

کیا تم نے وہ نہ دیکھے جنہیں کتاب کا ایک حصہ ملا، ایمان لاتے ہیں جبت اور طاغوت پر اور ﴿اَلْجِبْتِ﴾ یعنی بت اور ﴿اَلطَّاغُوْتِ﴾ سے مراد وہ جو بتوں کے پاس ہوتے اور وہ جھوٹ کو اسی سے تعبیر کرتے تا کہ لوگوں کو گمراہ کریں۔

(١) (أخرجه الطبري في تفسيره ٤/١٣٣ ،سورة النساء : ٥١، وابن أبي حاتم كما في فتح القدير للشوكاني سورة النساء ٥٥، والدر المنثور للسيوطي ٢/٥٦٤سورة النساء : ٥١ ، وروح المعاني للآلوسي البغدادي ٥/٥٦ سورة النساء ،)

اولاً :

مذکور بالا عبارات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مشرکین عرب نے جن بتوں کو اپنا معبود بنا رکھا تھا ان میں کوئی ایک بھی اللہ تعالی کے کسی نیک بندے کا مجسمہ نہیں تھا کہ اس کی پرستش اس وجہ سے کی جاتی ہو کہ یہ اللہ تعالی کا مقرب بندہ ہے لہذا ہم اس کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالی کے نزدیک کردے گا سوائے اس کے کہ کچھ لوگوں نے فرشتوں کے مجسمے اپنے خیالات باطلہ کی وجہ سے عورتوں کی شکل وصورت پر بنا رکھے تھے اور ان کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ نہیں تھا کہ یہ اللہ تعالی کے نیک ومقرب بندے ہیں بلکہ یہ تھا کہ یہ اللہ تعالی کی بیٹیاں ہیں اور انہی بعض لوگوں نے جنات کے مجسموں کو معبود بنا رکھا تھا جن کے بارے میں ان کے عقائد یہ تھے کہ یہ اللہ تعالی کے رشتہ دار ہیں، اور اسی طرح عرب کے ان خطوں میں جہاں یہود ونصاری رہتے تھے انہوں نے جو حضرت عزیز اور عیسی ومریم علیہم السلام وغیرہ کو اللہ تعالی کی ذات وصفات میں شریک ٹھہرایا ہوا تھا، ان کے عقائد میں بھی ان کے بارے میں یہ تصور (concept) نہیں تھا یہ صرف اللہ تعالی کے مقرب بندے ہیں بلکہ وہ ان کو اللہ تعالی کے بیٹے اور بیوی ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے (نعوذ باللہ من ذالک) ۔

ثانیاً :

عرب میں بت پرستی کی بہت زیادہ وجہ یہی تھیں کہ شیاطین جنات وچڑیلیں مختلف طریقوں سے ان لوگوں کو گمراہ کرتے جن کے گمراہ کرنے سے وہ لوگ بت پرستی پر ڈٹے ہوئے تھے اور بعض لوگوں کی بتوں کی پوجا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ کاہن جو تھے ان کے پاس شیطان قسم کے جنات آتے جن سے وہ لوگ خبریں معلوم کرتے تو وہ ان کو جھوٹ وسچ ملا کر بتاتے اور ان کے ذریعے لوگوں کو گمراہ کر کے بت پرستی پر لگاتے تھے اور وہ کاہن ان سے خبریں حاصل کرنے

کی وجہ سے ان کے کہنے پر لوگوں کو بت پرستی کی طرف بلاتے اور لوگ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔

اس بارے میں امام ابوالولید ازرقی رحمۃ اللہ علیہ نے کلبی کے حوالہ سے اخبار مکہ میں ''لات'' اور ''عزیٰ'' کے متعلق لکھا کہ

" وكان أول من دعا إلى عبادتها عمرو بن ربيعة والحارث بن كعب ....وكانت اللات والعزى ومناة في كل واحدة منهن شيطانة تكلمهم ....إلخ .(1)	یعنی وہ جس نے سب سے پہلے ان کی عبادت کی طرف بلایا وہ عمرو بن ربیعہ اور حارث بن کعب تھے۔ اور لات، عزیٰ اور مناۃ ہر ایک کے لئے ایک شیطان تھا جو ان سے کلام کرتا۔

پس کسی کا یہ کہنا کہ اللہ کے مقرب بندوں کی محبت وتعظیم بت پرستی کا باعث بنی تھی اور اب بھی اسی محبت وتعظیم کی وجہ سے لوگ بت پرستی کی طرف جا رہے ہیں حقیقت میں واضح حقائق کا انکار کرنا ہے۔

(1) (أخبار مكة ١/١٢٦، ١٢٧)

ایک اور شبہ اور اس کا ازالہ

یہ شبہ اللہ تعالی کی پاک کلام سے مندرجہ ذیل آیت مبارک پیش کر کے ڈالا جاتا ہے اور اس سے مختلف قسم کے اشکالات پیدا کر کے حقیقت کو پس پشت ڈال کر اپنا مقصد حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ آیئے ہم اس آیت کو دیکھتے ہیں اور اس کی حقیقت کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ (1)

بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری طرح بندے ہیں تو انہیں پکارو پھر وہ تمہیں جواب دیں اگر تم سچے ہو۔

اس آیہ کریمہ سے " عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ " کو غلط رنگ دے کر لوگوں کو حقیقت سے ناواقف رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ دیکھو اللہ تعالی نے واضح کر دیا کہ جن کی پوجا کی جاتی ہے وہ تمہاری طرح کی بندے ہی تو ہیں اور لفظ عبد کا مطلب لیا جاتا ہے کہ انسان۔

آیئے سب سے پہلے لفظ "عِبَادٌ " کو دیکھتے ہیں کہ آیا یہ لفظ قرآن مجید میں صرف ایک اسی مقام پر آیا ہے یا کہ قرآن مجید میں اور بھی کسی مقام پر موجود ہے اور کیا اس سے مراد صرف انسان ہی ہیں یا یہ لفظ انسانوں کے علاوہ کسی اور کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے یا نہیں؟۔

اللہ تعالی کا قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد ہے:

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾ (2).

اور رحمٰن کے وہ بندے کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں، بس سلام۔

---

(1)[سورة الأعراف : ١٩٤]

(2) [سورة الفرقان : ٦٣]

اس آیت مبارکہ میں جن کی صفات کا ذکر کیا گیا ہے وہ ,, عِبَادُ الرَّحْمٰنِ ،، ہیں یعنی انسانوں میں سے رحمٰن کے بندے۔

دوسرے مقام پر ارشادِ ربانی ہے:

﴿قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَ أَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُوْنَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾.(1)

تم فرماؤ اے میرے بندو جو ایمان لائے اپنے رب سے ڈرو، جنھوں نے بھلائی کی ان کے لئے اس دنیا میں بھلائی ہے اور اللہ کی زمین وسیع ہے، صابروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بے گنتی۔

اس آیت مبارکہ میں لفظ ,,عباد،، ان کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے جو ایمان لائے، یہاں بھی مراد انسان ہیں، ویسے ایمان لانے والوں میں جنات بھی شامل ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشادِ خداوندی ہے:

يَا عِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ أَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ . الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِآيَاتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ .(2)

ان سے فرمایا جائے گا اے میرے بندو! آج نہ تم پر خوف، نہ تم کو غم ہو، وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور مسلمان تھے۔

پچھلی آیت مبارکہ کی طرح یہاں بھی انسان مراد ہیں اور ایمان لانے والوں میں جنات بھی شامل ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا:

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ

اور بے شک ہم نے ان سے پہلے فرعون کی

(1) [سورة الزمر: ١٠]

(2) [سورة الزخرف: ٦٨، ٦٩]

رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ۔اَنْ اَدُّوْا اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰهِ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۔(1)

قوم کو جانچا اور اُن کے پاس ایک معزز رسول تشریف لایا کہ اللہ کے بندوں کو مجھے سپرد کر دو، بے شک میں تمہارے لئے امانت والا رسول ہوں۔

اس آیت مبارکہ میں بھی انسان ہی مراد ہیں یہاں تک وہ آیات مبارکہ ذکر ہوئیں جن میں لفظ ,, عباد ،، سے مراد انسان ہیں اور ایمان لانے میں جنات بھی شامل ہیں کیونکہ جنات میں بھی مسلمان، کافر اور مشرک سب ہیں، ایسے ہی انسانوں کی طرح ان کو بھی روز قیامت جزا و سزا دی جائے گی۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَجَعَلُوْا بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۔ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۔ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ۔﴾(2)

اور اس میں اور جنوں میں رشتہ ٹھہرایا اور بے شک جنوں کو معلوم ہے کہ وہ ضرور حاضر لائے جائیں گے، پاکی ہے اللہ کو ان باتوں سے کہ یہ بتاتے ہیں مگر اللہ کے چنے ہوئے بندے

اب قرآن مجید کی ان آیات کو دیکھیں جن میں انسانوں اور جنوں کے علاوہ کے لئے بھی لفظ ,, عباد ،، استعمال کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۔(3)

اور بولے: رحمٰن نے بیٹا اختیار کیا، پاک ہے وہ بلکہ بندے ہیں عزت والے۔

(1) [سورۃ الدخان ۱۷، ۱۸]
(2) [سورۃ الصفت ۱۵۸، ۱۶۰]
(3) [سورۃ الانبیاء ۲۶]

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے لئے لفظ ,, عباد،، استعمال فرمایا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشادِ رب العلمین ہے:

وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ إِنَاثًا أَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُوْنَ . وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ مَالَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُوْنَ .(1)

اور انہوں نے فرشتوں کو کہ رحمٰن کے بندے ہیں عورتیں ٹھہرایا، کیا ان کے بناتے وقت وہ حاضر تھے، اب لکھ لی جائے گی ان کی گواہی اور ان سے جواب طلب ہوگا، اور بولے اگر رحمٰن چاہتا ہم انہیں نہ پوجتے، انہیں اس کی حقیقت کچھ معلوم نہیں، یونہی اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے لفظ ,, عبـــاد ،، فرشتوں کے لئے استعمال فرمایا ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔

اسی طرح اللہ وحدہ لاشریک نے قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں کائنات کی ہر چیز ذی روح ہو یا کہ غیر ذی روح تمام کو عبد کہا ہے:

﴿إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا .﴾(2)

آسمان اور زمین میں جتنے ہیں سب اس کے حضور بندے ہو کر حاضر ہوں گے۔

پس قرآنِ مجید فرقانِ حمید سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ " عبـــاد " سے مراد صرف انسان لینا تعلیماتِ قرآنیہ کے خلاف ہے۔ جو کوئی یہ کہے کہ لفظ " عبـــاد " سے مراد صرف انسان ہیں وہ قرآن مجید فرقانِ حمید کا منکر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انسانوں، جنوں

(1) [سورة الزخرف : ١٩، ٢٠]

(2)[سورة المريم : ٩٣]

فرشتوں بلکہ کائنات کی ہر شے کے لئے لفظ ,, عبد و عباد ،، استعمال کیا ہے۔
تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہاں " عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ " سے مراد صرف انسان نہیں بلکہ یہاں مراد انسان، جن، فرشتے، اور کائنات کی ہر چیز ہو سکتی ہے۔
اب ہم ایک اور بات کہ ,, تمہاری طرح ،، یعنی ''أَمْثَالُكُمْ " کے بارے میں بھی وضاحت کرتے ہیں کیونکہ یہاں یہ مغالطہ بھی ڈالا جاتا ہے کہ''أَمْثَالُكُمْ " کا مطلب ہے کہ تمہاری طرح انسان ہیں۔
یادر ہے کہ یہ بات بھی غلط ہے کہ''أَمْثَالُكُمْ " سے مراد یہ ہے کہ تمہاری طرح کے انسان ہیں۔
قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَآئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ . (۱)

اور نہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرند کہ اپنے پروں پر اُڑتا ہے مگر تم جیسی اُمتیں، ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا، پھر اپنے رب کی طرف اٹھائے جائیں گے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالی نے چرند پرند ہر ایک کے بارے میں فرمایا کہ وہ تمہاری طرح اُمتیں ہیں ,, یعنی ہر چرند پرند کو''أَمْثَالُكُمْ " کہا گیا ہے۔
پس معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں جو یہ کہا گیا ہے کہ تمہاری طرح ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ بھی تمہاری طرح انسان ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ بھی مخلوق ہیں اور جیسے تمہیں اللہ تعالی نے پیدا کیا ہے ایسے ہی انہیں بھی پیدا فرمایا ہے، جس طرح تم پر موت واقع ہوتی ہے ایسے ہی ان پر بھی موت واقع ہوتی ہے، جس طرح تمہارا رازق اللہ ہے ایسے ہی ان کو بھی رزق دینے

---

(۱) [سورۃ الأنعام : ۳۸]

والا وہی رزّاق ہے۔ جیسے یہاں مثال بیان کی جارہی ہے اسی طرح "عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ" میں بھی مثال بیان کی گئی ہے کہ وہ بھی تمہاری طرح مخلوق ہیں خالق نہیں، عبد ہیں معبود نہیں۔

اور مثال "من كل وجوه" نہیں ہوتی۔

جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قوله صلاته على الميت وأجيب بأن التشبيه لا يستلزم التسوية من كل وجه فالمراد في الدعاء فقط .(1)

یعنی ان کا قول کہ آپ کا میت پر نماز پڑھنا اور میں جواب دیتا ہوں کہ تشبیہ کے لئے تسویہ (برابری) لازم نہیں ہر طرح سے، پس یہاں مراد فقط دعا کرنا ہے۔

یہی حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"لأن التشبيه لا يستلزم التسوية من كل وجه "(2)

کیونکہ تشبیہ کے لئے ہر لحاظ سے برابری ہونا لازم نہیں آتا۔

غیر مقلدین کے امام عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم مبارکپوری نے لکھا کہ:

"فلأن المقصود من الحديث مجرد التمثيل ولا يلزم في التمثيل التسوية من كل وجه . (3)

پس حدیث مبارکہ سے مقصود محض تمثیل ہے یعنی مثال بیان کرنا اور تمثیل میں ہر لحاظ سے برابری لازم نہیں آتی۔

اور ایک مقام پر لکھا:

---

(1)(تلخيص الحبير ٢ /١١٦ (٧٥٩).

(2)(فتح الباري شرح صحيح البخارى ١٥/ ٥٢، كتاب الفرائض، باب: الم من تبرأ من مواليه).

(3)(تحفة الأحوذي بشرح الترمذي ١/ ٣٢٦، باب ما جاء في تأخير صلاة العصر).

قلت : ليس المراد المماثلة من كل وجه۔(1)

میں کہتا ہوں کہ مماثلت سے مراد من کل وجہ نہیں ہے۔

اوراسی طرح شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد نے لکھا:

قال العيني : انهم تكلموا في هذا التشبيه ، فقيل : انه تشبيه في أصل الوجوب لا في قدر الواجب ، والتشبيه لا يقتضي التسوية من كل وجه ، كما في قوله ﷺ انكم سترون ربكم كما ترون القمر ليلة البدر ،وهذا تشبيه الرؤية بالرؤية لا تشبيه المرئي بالمرئي .(2)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ بے شک انہوں نے اس تشبیہ میں کلام کیا ہے۔کہا گیا ہے کہ بے شک وہ تشبیہ اصل وجوب میں ہے نہ کہ بقدر واجب۔اور تشبیہ نہیں تقاضا کرتی برابری کا من کل وجوہ،جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: بے شک عنقریب تم اپنے رب کو دیکھو گے جیسا کہ تم چاند کو چودھویں کی رات میں دیکھتے ہو،اور یہ مثال دیکھنے کی دیکھنے کے ساتھ ہے نہ کہ دیکھے جانے والے کی دیکھے جانے والے کی طرح۔

پس مذکورہ بالاعبارات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ مثال میں یہ بات لازم نہیں آتی کہ جس کی مثال بیان کی جارہی ہے وہ اور جس کے ساتھ بیان کی جارہی ہے وہ دونوں ہر لحاظ سے ایک جیسے ہوں بلکہ کسی ایک وجہ کی برابری سے بھی مثال بیان کی جاسکتی ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں روزوں کی فرضیت والی آیت مبارکہ میں ارشادفرمایا:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ﴾ اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے

(1) ۳/ ۴۷۲ ، باب ما جاء ما يقول في سجود القرآن)

(2) عون المعبود شرح سنن ابی داود مع شرح ابن قيم الجوزية ،أول كتاب الصيام)

الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾(1) جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے۔

یہاں یہ مراد نہیں کہ جتنے ان پر فرض تھے اتنے ہی تم پر فرض ہیں، جتنا وقت اُن کے لئے تھا اُتنا ہی تمہارے لئے ہے، جتنا ثواب اُن کے لئے تھا اُتنا ہی تمہارے لئے ہے، جو کیفیات ان کے روزوں کی تھیں وہی تمہارے روزوں کی ہیں، بلکہ یہاں صرف فرضیت کی بات کی جارہی ہے کہ ان پر بھی روزے فرض تھے اور تم پر بھی۔

اسی طرح مشل اور مشل لہ میں ہر لحاظ سے مطابقت یا برابری کا پایا جانا لازم نہیں، پس جب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ مشل (یعنی جس کی مثال دی جارہی ہے) اور مشل لہ (جس کے لئے دی جارہی ہے) میں ہر لحاظ سے برابری کا پایا جانا لازم نہیں تو معلوم ہوگیا کہ یہاں "عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ" میں بھی ہر لحاظ سے مطابقت کا پایا جانا ضروری نہیں۔

اسی لئے امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ [۳۱۰ھ] اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

﴿عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ﴾ يقول : هم أملاك لربكم ، كما أنتم له مماليك .(2) تمہاری طرح بندے ہیں، کہا کہ وہ تمہارے رب کی ملک ہیں جیسا کہ تم اس کی ملک ہو۔

امام ابولیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ [من علماء القرن الرابع الهجرى] لکھتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ﴾ يعني : تعبدون "بے شک وہ جن کو تم پکارتے ہو" یعنی عبادت کرتے ہو" تم

﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ يعني : الأصنام اللہ کے سواء" یعنی بتوں کو" تمہاری طرح بندے ہیں" یعنی

﴿عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ﴾ يعني : مخلوقين

---

(1) [سورة البقرة : ۱۸۳]

(2) (جامع البيان ۶/۱۸۱)

مملوكين اشباهكم وليسوا بآلهة ﴿فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ انها آلهة .(1)

مخلوق مملوک ہونے میں تمہاری مشابہ ہیں ہیں اور معبود نہیں ہیں" تو انہیں پکارو پھر وہ تمہیں جواب دیں اگر تم سچے ہو" اگر وہ معبود ہیں۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ [۵۱۶ھ] لکھتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ يعني الأصنام ﴿عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ﴾ يريد أنها مملوكة امثالكم . وقيل : امثالكم في التسخير ، أي : أنهم مسخرون مذللون لما أريد منهم . قال مقاتل : قوله عباد امثالكم أراد به الملائكة ، والخطاب مع قوم كانوا يعبدون الملائكة . والأول أصح .(2)

"بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سواء پوجتے ہو" یعنی بتوں کو" تمہاری طرح بندے ہیں" مراد یہ ہے کہ وہ مملوک ہونے میں تمہاری طرح ہیں، اور کہا گیا ہے کہ تمہاری طرح مسخر ہیں یعنی بے شک وہ مسخر اور ذلیل ہیں جس کا ان سے ارادہ کیا گیا ہے۔ مقاتل نے کہا کہ (اللہ تعالیٰ کا) فرمان تمہاری طرح بندے ہیں سے مراد فرشتے ہیں اور اس قوم کو خطاب کیا گیا ہے جو فرشتوں کی عبادت کرتے تھے اور پہلی بات زیادہ صحیح ہے۔

علامہ جار اللہ زمخشری [۵۳۸ھ] نے لکھا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾

"بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سواء پوجتے ہو"

---

(1) تفسير السمرقندي المسمى بحر العلوم ١/٥٧٥ .

(2) تفسير بغوي مع تفسير خازن ٢/٢٣٢ .

اي: تعبدونهم و تسمونهم آلهة من دون اللّه ﴿عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ﴾ وقوله ﴿عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ﴾ استهزاء بهم ،اي: قصارى أمرهم ان يكونوا احياء عقلاء فان ثبت ذلك فهم عباد امثالكم لا تفاضل بينكم .(1)

یعنی تم ان کی عبادت کرتے ہو اور ان کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود بنا رکھا ہے" تمہاری طرح بندے ہیں" یہ ان کے ساتھ استہزاء ہے ان کا یہ معاملہ تو حقیر ہے اگر ان میں حیات اور عقل ثابت بھی ہو جائے تو بھی وہ تمہاری طرح کے بندے ہیں تمہارے درمیان کوئی فضیلت نہ ہوئی۔

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ [۵۹۷ھ] لکھتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ﴾ يعني الأصنام ﴿عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ﴾ في أنهم مسخرون مذللون لأمر اللّٰه . (2)

"بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سواء پوجتے ہو" یعنی بت" تمہاری طرح بندے ہیں" اس حیثیت میں کہ وہ تابع اور ذلت میں اللہ کے حکم کے سامنے۔

قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ [۶۸۵ھ] لکھتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ﴾ اي: تعبدونهم و يسمونهم آلهة ﴿عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ﴾ من حيث انها مملوكة مسخرة .(3)

"بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سواء پوجتے ہو" یعنی تم ان کی عبادت کرتے ہو اور ان کو اپنا معبود بنا رکھا ہے" تمہاری طرح بندے ہیں" مملوک ہونے میں اور تابع ہونے کی حیثیت سے۔

---

(1)(تفسير الكشاف ١٨٢/٢)

(2)(زاد المسير في علم التفسير ٢٣٢/٣)

(3)(تفسير بيضاوي ٣٢٧/٣)

امام عبداللہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ [۷۱۰ھ] لکھتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ أي: تعبدونهم وتسمونهم آلهة ﴿عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ﴾ أي: مخلوقون مملوكون أمثالكم .(1).

"بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سواء پوجتے ہو" یعنی تم ان کی عبادت کرتے ہو اور ان کو اپنا معبود بنا رکھا ہے "تمہاری طرح بندے ہیں" یعنی وہ مخلوق اور مملوق ہونے میں تمہاری مثل ہیں۔

امام ابوحیان محمد بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ [۷۴۵ھ] لکھتے ہیں:

(أمثالكم) قال الحسن في كونها مملوكة لله . وقال التبريزي : في كونها مخلوقة . وقال مقاتل : المراد طائفة من العرب من خزاعة كانت تعبد الملائكة ، فاعلمهم تعالى أنهم عباد أمثالهم لا آلهة .(2).

"تمہاری مثل ہیں" حسن نے کہا کہ اللہ کے مملوک ہونے میں، اور تبریزی نے کہا کہ مخلوق ہونے میں، اور مقاتل نے کہا کہ عرب کے خزاعہ قبیلہ کے کچھ لوگ ملائکہ کی عبادت کرتے تھے پس اللہ تعالی نے اُن کو اس سے خبردار کیا کہ بے شک وہ تمہاری طرح کے بندے ہیں معبود نہیں ہیں۔

امام ابوسعود عمادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ [۹۸۲ھ] لکھتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾.. أي: إن الذين تعبدونهم من دونه تعالى

"بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سواء پوجتے ہو" بے شک وہ جن کی تم اللہ تعالی کے علاوہ

---

(1)(تفسیر نسفی ۴۰۰)

(2)(تفسیر البحر المحیط ۴/ ۴۳۹)

من الأصنام وتسمونهم آلهة ﴿عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ﴾ أي: مماثلة لكم لكن لا من كل وجه بل من حيث انها مملوكة لله عزوجل مسخرة لأمره عاجزة عن النفع والضرر ...(1)

بتوں میں سے اور تم نے ان کو اپنا معبود بنا رکھا ہے" تمہاری طرح بندے ہیں" یعنی تمہارے ساتھ مماثلت بیان کرنا یہ من کل وجوہ نہیں بلکہ اس حیثیت سے کہ بے شک وہ بت مملوک ہیں اللہ کے، اور اس کے امر کے تابع ہیں، نفع ونقصان دینے سے عاجز ہیں۔

محمد بن علی بن محمد شوکانی [۱۲۵۰ھ] نے لکھا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ﴾ اخبرهم سبحانه بان هؤلاء الذين جعلتموهم آلهة هم عباد الله كما أنتم عباد له مع أنكم أكمل منهم لأنكم أحياء تنطقون و تمشون و تسمعون و تبصرون، و هذه الأصنام ليست كذلك و لكنها مثلكم في كونها مملوكة لله مسخرة لأمره، وفي هذا تقريع لهم بالغ و توبيخ لهم عظيم.(2)

"بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سواء پوجتے ہو تمہاری طرح بندے ہیں" اللہ سبحانہ وتعالی نے ان کو خبر دار کیا کہ بے شک وہ جن کو تم نے معبود بنا رکھا ہے وہ اللہ کے بندے ہیں جیسا کہ تم اس کے بندے ہو، جب کہ تم تو ان سے اکمل ہو کیونکہ تم زندہ ہو، بولتے ہو، چلتے ہو، سنتے ہو اور دیکھتے ہو اور یہ بت ایسے تو نہیں ہیں مگر اللہ کے مملوک ہونے میں تمہاری مثل ہیں، مسخر ہیں، اس کے حکم کے مطابق اور اس میں بڑی زجر وتوبیخ ہے ان کے لئے

---

1) (تفسیر ابو سعود ۶۸/۳)

2) (فتح القدیر ۲ /۳۵۸)

صدیق حسن قنوجی[۱۳۰۷ھ] نے لکھا:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ﴾ اخبرهم سبحانه بان هؤلاء الذين جعلتموهم آلهة هم عبادالله كما أنتم عبادله مع انكم اكمل منهم لأنكم احياء تنطقون و تمشون و تسمعون و تبصرون ، و هذه الأصنام ليست كذلك و لكنها مثلكم في كونها مملوكة لله مسخرة لأمره ، و هذا تقريع لهم و توبيخ لهم عظيم ، قال مقاتل : إنها الملائكة والخطاب مع قوم كانوا يعبدونها ، والأول أولى وإنما وصفها بأنها عباد مع أنها جماد تنزيلا لها منزلة العقلاء على وفق معتقدهم .(1)

''بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سواء پوجتے ہو تمہاری طرح بندے ہیں'' اللہ سبحانہ وتعالی نے ان کو خبردار کیا کہ بے شک وہ جن کو تم نے معبود بنا رکھا ہے وہ اللہ کے بندے ہیں جیسا کہ تم اس کے بندے ہو، جب کہ تم تو ان سے اکمل ہو کیونکہ تم زندہ ہو، بولتے ہو، چلتے ہو، سنتے ہو اور دیکھتے ہو اور یہ بت ایسے تو نہیں ہیں مگر اللہ کے مملوک ہونے میں تمہاری مثل ہیں، مسخر ہیں اس کے حکم کے مطابق اور اس میں بڑی زجر و توبیخ ہے ان کے لئے۔ مقاتل نے کہا کہ اس سے مراد فرشتے ہیں اور خطاب اس قوم کو ہے جو ان کی عبادت کرتی تھی اور پہلی بات اولی ہے اور بتوں کو موصوف کیا ہے بندوں کے ساتھ بایں طور کہ وہ پتھر ہیں ان کے عقیدے کے مطابق ان کو عقلا کی جگہ رکھا۔

مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ "عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ" کی وجہ سے یہ کہنا کہ اس سے

(1) فتح البیان فی مقاصد القرآن ۲/۶۴۳

مراد انسان ہی ہیں غلط محض ہے بلکہ تعلیمات اسلامیہ اور علم شریعت سے ناواقفیت کی دلیل ہے کیونکہ لفظ ,, عبد ،، قرآن میں ہر چیز کے لئے استعمال ہوا ہے اور مثال کے لئے بھی یہ بات ضروری نہیں کہ جس چیز سے مثال دی جارہی ہے وہ ہر لحاظ سے جس کے لئے مثال دی جارہی ہے اس کے برابر ہو بلکہ کسی ایک لحاظ سے برابری کی وجہ سے بھی مثال دی جاسکتی ہے اور یہاں '' عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ '' میں بھی مملوک اور مخلوق ہونے کی وجہ سے ان کو مثل کہا جارہا ہے ورنہ وہ بت تو انسانوں سے ہزار نہیں بلکہ ان گنت درجہ کمزور اور ذلیل ہیں چہ جائیکہ ان کو اللہ رب العزت کے نیک و مقربین بندوں کے ساتھ ملا دیا جائے۔

پس معترض کا یہ کہنا کہ '' عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ '' سے مراد اللہ تعالی کے نیک و صالح بندے ہی مراد ہیں نہ صرف یہ کہ غلط ہے بلکہ قرآن و احادیث اور تعلیمات اسلامیہ سے ناواقفیت کی بہت بڑی دلیل ہے، اور یہ کہنا کہ کفار و مشرکین جن بتوں کی عبادت کرتے تھے وہ بھی اللہ تعالی کے بندے تھے جن کی پرہیز گاری اور تقوی کی وجہ سے تعظیم کی جاتی تھی اور وہی تعظیم بعد میں ان کی عبادت کا باعث بنی، غلط و بے بنیاد ہے اور اللہ رب العزت کے مقربین کی تعظیم و محبت سے روک کر ایک مطلوب شرع کام سے منع کرتا ہے جو کہ کسی بھی اہل ایمان کے لئے روا نہیں کہ کسی بھی مسلمان کو کسی مطلوب شرع کام سے روکے۔

ایک اور شبہ اور اس کا ازالہ

﴿وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ . أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَّمَا يَشْعُرُوْنَ أَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾ (1)

اور اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں بناتے اور خود بنائے ہوئے ہیں مردے ہیں زندہ نہیں اور انہیں خبر نہیں لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔

اس آیت مبارکہ میں سے اس آیت کے الفاظ ﴿أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ﴾ کو خاص طور پر لیا جاتا ہے اور اسی کو دلیل بنانے کی کوشش کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ﴾ مردہ ہیں زندہ نہیں۔!

پس معلوم ہوا کہ اس سے مراد مرنے والے انسان ہیں کیونکہ ان پر موت واقع ہوئی اور اب وہ زندہ نہیں ہیں۔ لہذا جن کی مشرک لوگ عبادت کرتے تھے وہ صالحین ہی تھے کہ جن پر موت واقع ہوئی۔

اللہ کی توفیق کے ساتھ میں کہتا ہوں کہ مذکورہ بالا آیت کریمہ میں جو ﴿أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ﴾ فرمایا گیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پہلے وہ زندہ تھے بعد میں ان کو مارا گیا بلکہ یہاں مراد یہ ہے کہ وہ تو ایسے مردہ ہیں جن کو زندگی نصیب ہی نہیں ہوئی کیونکہ قرآن مجید میں یہ بات ثابت ہے کہ زندگی ملنے سے پہلے موت ہی ہوتی ہے اور زندگی نصیب ہونے سے پہلے بھی موت پائی جاتی ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا بھلا تم کیوں کر خدا کے منکر ہو گے حالانکہ تم

(1)[سورة النحل ٢٠.٢١]

﴿فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾(1) مردہ تھے اس نے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا پھر اسی کی طرف تم پلٹ کر جاؤ گے۔

اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ ﴿كُنْتُمْ أَمْوَاتًا﴾ تم مردہ تھے یعنی تمہیں زندگی نصیب ہونے سے پہلے تمہاری حالت یہ تھی کہ تم مردہ تھے یعنی حالت عدم میں۔ پھر فرمایا گیا کہ ﴿فَأَحْيَاكُمْ﴾ پس ہم نے تمہیں زندہ کیا۔ جیسے یہاں زندگی کے آثار پیدا کرنے سے پہلے موت کا ذکر کیا گیا ہے ایسے ہی ﴿أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ﴾ میں اسی حالت کو موت سے تعبیر فرمایا جارہا ہے کہ ان میں تو زندگی کے آثار ہی نہیں پائے گئے چہ جائیکہ تم ان کو معبود بناؤ حالانکہ تم ان سے افضل ہو کہ تم میں تو زندگی کے آثار موجود ہیں۔

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا کہ:

﴿وَآيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ﴾(2) اور ان کے لئے ایک نشانی مردہ زمین ہے ہم نے اسے زندہ کیا اور پھر اس سے اناج نکالا تو اس میں سے کھاتے ہیں۔

یہاں بھی حیات سے پہلے موت کا ذکر ہے کہ زمین پہلے مردہ تھی بعد میں زندہ کی گئی، لہذا حیات نصیب ہونے سے پہلی حالت پر بھی موت کا اطلاق ہوتا ہے، جب یہ بات ثابت ہے کہ کسی چیز کو زندگی نہ ملنے کے باوجود اس پر موت کا اطلاق کیا جاتا ہے تو یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ ﴿أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ﴾ میں زندوں کے مرنے کے بعد کی موت کا ذکر ہے۔

یہاں ﴿أَمْوَاتٌ﴾ موصوف ہے اور ﴿غَيْرُ أَحْيَاءٍ﴾ اس کی صفت واقع ہو رہی ہے

(1)[سورۃ البقرۃ : ۲۸]

(2)[سورۃ یس : ۳۳]

اور صفت بھی مقیدہ ہے یعنی ایسی موت کہ جس میں زندگی کے آثار ہی نہیں پائے گئے۔
اگر اس سے مراد فوت شدہ انسان ہی لئے جائیں تو اس سے قبر کے عذاب وثواب کا انکار لازم آئے گا کہ جب اُن پر ایسی موت واقع ہے کہ جس میں آثار حیات کو عمل دخل ہی نہیں تو عذاب و ثواب کے کیا معنی ہیں؟
اور پھر آگے جو بیان فرمایا جارہا ہے کہ ﴿وَمَا يَشْعُرُونَ﴾ یہ مزید اس بات کی تائید کرتا ہے کہ جب احساس وشعور ہی نہیں تو پھر عذاب وثواب کیسا؟
جبکہ اللہ رب العالمین نے جس آیت مبارکہ میں موت وحیات کے سلسلے کا ذکر فرمایا ہے اس میں فرمایا کہ:

﴿كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾(1)	بھلا تم کیوں کر خدا کے منکر ہو گے حالانکہ تم مردہ تھے اس نے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا پھر اُسی کی طرف تم پلٹ کر جاؤ گے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالی نے انسان کے لئے دو موتوں کا ذکر کیا ہے کہ پہلے مردہ تھا پھر ہم نے زندگی دی اس کے بعد پھر ہم اس کو ماریں گے پھر اس کو زندگی دیں گے پھر وہ ہماری طرف لوٹ کر آئیں گے۔ اس میں پہلی موت تو حالت عدم کی بات ہے اور دوسری موت اس دنیا میں زندگی گزارنے کے بعد والی موت ہے اور اس کے بعد جس حیات کا ذکر ہے وہ قبر کی بات ہے کہ منکر ونکیر کے سوال وجواب کے وقت اس کو زندہ کیا جائے گا اب اس کے بعد تیسری موت کا ذکر نہیں صرف اس کی طرف پلٹنے کا ذکر ہے۔

---

(1)[سورة البقرة : ٢٨]

جب انسان کو اس موت کے بعد قبر میں دی جانے والے حیات کے بعد موت ثابت نہیں تو پھر یہاں ﴿غَيْرُ أَحْيَاءٍ﴾ کیسے کہا جا سکتا ہے؟۔

لہذا یہ بات تسلیم کرنی پڑے گی کہ ﴿أَمْوَاتٌ﴾ کے بعد جن کے لئے ﴿غَيْرُ أَحْيَاءٍ﴾ کہا جا رہا ہے وہ انسان نہیں کیونکہ انسانوں کے لئے تو اس دنیاوی زندگی کے بعد والی موت کے بعد بھی زندگی ہے تو جن کے لئے موت کے بعد حیات نہیں وہ انسان نہیں بلکہ جماد ہیں۔

جیسا کہ اسی آیت مبارکہ کے تحت معترضین کے سرخیل تقی الدین ابن تیمیہ نے بھی لکھا کہ:

"...وإلا فالقرآن قد سمى الجماد ميتا في غير موضع كقوله تعالى: ﴿وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ . أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَّمَا يَشْعُرُوْنَ﴾ [النحل : ٢٠ . ٢١] الآية .فسمى الأصنام أمواتا وهي حجارة ،وقال :﴿وَآيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنٰهَا﴾[يس : ٣٣] (1)

اور اگر ایسا نہیں تو پتھروں کا نام مردہ رکھا گیا ہے اس کے علاوہ بھی، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے" اور اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں بناتے اور خود بنائے ہوئے ہیں مردے ہیں زندہ نہیں اور انہیں خبر نہیں لوگ کب اٹھائے جائیں گے"۔ پس بتوں کو مردہ کہا گیا ہے اور وہ پتھر ہیں اور فرمایا" اور اُن کے لئے ایک نشانی مردہ زمین ہے ہم نے اسے زندہ کیا۔

پس یہ بات ابن تیمیہ کی عبارت سے بھی ثابت ہوگئی کہ اس کے نزدیک بھی یہاں ﴿أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ﴾ جن کے لئے کہا جا رہا ہے وہ پتھر ہیں انسان نہیں، لہذا اس کو انسانوں پر چسپاں کرنا غلط محض ہے۔

---

(1)(فتاوی ابن تیمیه ۱۲/۸/۵ کتاب القدر)

اسی لئے اکثریت علماءِ تفاسیر نے ﴿ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ ﴾ سے مراد جمادات، پتھر یا اصنام مراد لیا ہے حتی کہ معترضین کے اماموں میں سے بھی بعض کو لکھنا پڑا ملاحظہ فرمائیں:

محمد بن علی بن محمد شوکانی[۱۲۵۰] نے لکھا:

﴿ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ ﴾ يعني أن هذه الأصنام أجسادها ميتة لا حياة بها أصلا فزيادة غير أحياء لبيان أنها ليست كبعض الأجساد التي تموت بعد ثبوت الحياة لها بل لا حياة لهذه أصلا ، فكيف يعبدونها وهم أفضل منها ؟ لأنهم أحياء ﴿وَمَا يَشْعُرُوْنَ أَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴾ الضمير في يشعرون للآلهة ، و في يبعثون للكفار الزين يعبدون الأصنام ، والمعنى : ما تشعر هذه الجمادات من الأصنام أيان يبعث عبدتهم من الكفار ، ويكون هذا على طريقة التهكم بهم ، لأن شعور الجماد مستحيل بما هو من الأمور الظاهرة فضلا عن الأمور التي لا يعلمها إلا الله سبحانه وقيل يجوز

﴿ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ ﴾ یعنی یہ بت جن کے اجسام مردہ ہیں جن میں بالکلیہ حیات نہیں ہے پس ﴿غَيْرُ أَحْيَاءٍ﴾ کی زیادتی یہ بات بیان کرنے کے لئے ہے کہ وہ بت تو بعض اجساد کی طرح بھی نہیں ہیں کہ جن پر موت واقع ہوئی ہے حیات ثابت ہونے کے بعد بلکہ اُن کے لئے تو حیات کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا پھر یہ کس طرح عبادت کرتے ہیں ان کی حالانکہ وہ ان سے اس لئے تو افضل ہیں کہ ان میں حیات ہے ﴿وَمَا يَشْعُرُوْنَ أَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴾ اور ﴿ يَشْعُرُوْنَ ﴾ کی ضمیر معبودوں (بتوں) کی طرف لوٹتی ہے اور ﴿يُبْعَثُوْنَ﴾ کی ضمیر کافروں کی طرف جو کہ ان بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور معنی یہ ہے کہ یہ جمادات جن کی کافر عبادت کرتے ہیں نہیں شعور رکھتے کہ ان کے پجاری کب

ان يكون الضمير في يبعثون للآلهة أي وما تشعر هذه الأصنام،أيان تبعث ويؤيده ذلك ما روى أن الله يبعثون الأصنام ويخلق لها أرواحا معها شياطينها فيؤمر بالكل إلي النار و يدل علي هذا قوله : ﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ [الأنبياء:٩٨] (1)

اٹھائے جائیں گے اور یہ ان کے ساتھ جہنم کے طریق پر ہوگا کیونکہ جمادات کا شعور محال ہے ظاہری امور کے لحاظ سے،علاوہ ازیں ان کی حقیقت اللہ تعالی کے سواء کوئی نہیں جانتا۔ اور کہا گیا ہے کہ ﴿یُبْعَثُوْنَ﴾ کی ضمیر معبودوں کی طرف لوٹ رہی ہو یعنی نہیں شعور رکھتے یہ بت کہ کب اٹھائے جائیں گے اور اس کو تائید حاصل ہے اس سے کہ اللہ تعالی بتوں کو اٹھائے گا اور ان کے لئے روح پیدا کرے گا بایں طور کہ ان کے ساتھ ان کے شیطان (یعنی پجاری) ہوں گے پس حکم دیا جائے گا سب کو جہنم کا،اور اس پر اللہ تعالی کا قول دلالت کر رہا ہے کہ ''بے شک تم اور جو کچھ اللہ کے سواء تم پوجتے ہو سب جہنم کے ایندھن ہو''۔

صدیق حسن قنوجی[۱۳۰۷] نے لکھا:

﴿أَمْوَاتٌ﴾ يعني أن هذه الأصنام أجسادها جمادات ميتة لا حياة بها

﴿أَمْوَاتٌ﴾ یعنی یہ بت جن کے اجسام مردہ ہیں جن میں بالکلیہ حیات نہیں ہے پس ﴿غَيْرُ

(1)(فتح القدير ٣/٢٠٦)

اصلا ، فزيادة قوله : ﴿غَيْرُ أَحْيَاءٍ﴾ لبيان انها ليست كبعض الأجساد التي تموت بعد ثبوت الحياة لها بل لا حياة لهذه اصلا فكيف يعبدونها و هم افضل منها لأنهم أحياء ...(1)

أَحْيَاءٍ﴾ کی زیادتی یہ بات بیان کرنے کے لئے ہے کہ وہ بت تو بعض اجساد کی طرح بھی نہیں ہیں کہ جن پر موت واقع ہوئی ہے حیات ثابت ہونے کے بعد، بلکہ ان کے لئے تو حیات کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا پھر یہ کس طرح عبادت کرتے ہیں اُن کی حالانکہ وہ ان سے اس لئے تو افضل ہیں کہ ان میں حیات ہے۔

علامہ شوکانی اور صدیق حسن کی عبارات سے بھی یہ بات واضح ہوگئی کہ مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں ﴿أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ﴾ سے مراد اصحاب قبور نہیں بلکہ اُن کے خودساختہ معبود ہیں جو پتھروں سے بنائے گئے تھے اور مشرکین ان کی عبادت کرتے تھے، جب کہ اس کے برعکس بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو نہ جانے کس وجہ سے انبیاء، شہدا اور صالحین کو اس آیت کا مصداق ٹھہرانے میں سرتوڑ کوششیں کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور اپنے خیالات کے مطابق غلط قسم کی تاویلات کر کے اس آیت کو انبیاء، شہدا اور صالحین پر چسپاں کرتے ہیں۔

جبکہ قرآن مجید فرقان حمید کی ایک آیت مبارکہ بھی اس بات کی تائید کرتی ہے کہ اس سے مراد انبیاء اور اولیا نہیں ہیں ملاحظہ فرمائیں:

اللہ تعالی کا فرمان عالی شان ہے

﴿وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ اور (حضرت ابراہیم علیہ السلام) نے فرمایا:

---

(1)(فتح البيان في مقاصد القرآن ۱۸/۴)

أَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَّمَاْوٰكُمُ النَّارُ وَمَالَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴾(1)

تم نے تو اللہ کے سواء یہ بت بنا لئے ہیں جن سے تمہاری دوستی یہی دنیا کی زندگی تک ہے پھر قیامت کے دن تم میں ایک دوسرے کے ساتھ کفر کرے گا اور ایک دوسرے پر لعنت ڈالے گا اور تم سب کا ٹھکانا جہنم ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

اب ہم معترضین میں سے ہر ایک کا ذکر کرنے کی بجائے ان میں سے صرف ایک صاحب "تفہیم القرآن" کی تاویلات کا ذکر کرتے ہیں جس کا ذکر سوال میں کیا گیا ہے اور ان تاویلات کی حقیقت کو واضح کرتے ہیں۔

یاد رہے کہ کئی لوگوں نے اس آیت کا مصداق انبیاء اور صالحین وغیرہ کو ٹھہرانے کی کوشش کی ہے لیکن تمام میں سے بڑھ کر جس نے اس بارے میں بہت زیادہ غلو سے کام لیا ہے غالباوہ یہی صاحب "تفہیم القرآن" ہے۔

صاحبِ "تفہیم القرآن" نے اس آیت کے تحت لکھا:

اب لامحالہ اس آیت میں ﴿ اَلَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ سے مراد وہ انبیاء، اولیاء، شہداء، صالحین اور دوسرے غیر معمولی انسان ہی ہیں جن کو غالی معتقدین داتا، مشکل کشا، فریادرس، غریب نواز، گنج بخش اور نہ معلوم کیا کیا قرار دے کر اپنی حاجت روائی کے لئے پکارنا شروع کر دیتے ہیں۔(2)

---

(1) (سورة العنكبوت : ۲۵)

(2)(تفہیم القرآن ۲/۵۳۳)

صاحب ''تفہیم القرآن'' کی مذکورہ بالا عبارت کو غور سے پڑھیں، یہ عبارت مودودی صاحب کے عقائد و نظریات کی خوب عکاسی کرتی ہے یہاں پر مودودی صاحب نے صریح طور پر نص قطعی کی مخالفت کی ہے اور یہاں اپنی رائے سے تعلیمات اسلامیہ میں ردوبدل کیا ہے جب کہ قرآن مجید فرقان حمید نے صراحت کے ساتھ شہداء کی برزخی حیات کو بیان کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾ (1)

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں تمہیں خبر نہیں۔

مزید ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾ (2)

اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، روزی پاتے ہیں۔

قرآن مجید فرقان حمید کی مذکورہ بالا دونوں آیتوں میں واضح طور پر موجود ہے کہ وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں شہید ہو جائیں وہ مردہ نہیں ہیں بلکہ دوسری آیت مبارکہ میں تو ان کے بارے میں یہ گمان کرنا کہ مردہ ہیں اس سے بھی روکا گیا ہے چہ جائیکہ کہ ان کو مردہ ثابت کیا جائے۔ وہ تو ایسے زندہ ہیں کہ ان کو رزق بھی دیا جاتا ہے یعنی وہ کھاتے پیتے ہیں اگر چہ ہمیں ان کی زندگی کا شعور نہیں قرآن مجید کس طرح واضح انداز میں ان کی قبروں کی زندگی کو بیان کر رہا ہے اور مودودی ہے کہ نص قطعی کے خلاف قرآن مجید فرقان حمید کی آیات مبارکہ کی مخالفت کرتے ہوئے ان کو مردہ ثابت

---

(1)[سورۃ البقرۃ ۱۵۴]

(2)[آل عمران : ۱۶۹]

کرنے پر ساراز ورصرف کئے ہوئے ہے اللہ تعالیٰ ایسے علم سے اپنی پناہ میں رکھے جو گمراہ کردے۔

قارئین کرام! یہ تو قرآنِ مجید نے شہداء کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جانے کے بعد بھی وہ مردہ نہیں ہیں بلکہ ان کو زندگی عطا کی جاتی ہے، ایسی زندگی کہ جس میں ان کو رزق بھی دیا جاتا ہے، وہ کھاتے پیتے ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ انعام ہے کہ جب انہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد میں حصہ لیا اور دشمنانِ خدا ورسول سے برسرِ پیکار ہوئے اور کافر کے وار سے جامِ شہادت نوش کیا تو انہیں قبروں میں ایسی حیات عطا کردی گئی کہ اب ان کو مردہ گمان کرنا بھی ناروا ٹھہرا، اور ان کا شمار ان لوگوں میں کردیا گیا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾(1)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین، یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

آیت مذکورہ میں بیان کردہ چار گروہوں میں اللہ تعالیٰ نے شہداء کو تیسرے نمبر پر ذکر فرمایا ہے کیونکہ ان پر انعامِ خداوندی انبیاء کے توسط سے ہی ہوتا ہے کہ ایمان قبول کرنے کے بعد جب اس نے کسی نبی یا رسول کی فرمانبرداری کرتے ہوئے جہاد میں حصہ لیا تو اللہ تعالیٰ یا اس کے نبی ورسول کے دشمنوں سے لڑا، تو جن کے دشمنوں سے لڑنے کی وجہ سے اس کو شہادت جیسا عظیم انعام نصیب ہورہا ہے جس کے باعث اس کو زندگی عطا ہورہی ہے کیا وہ جن کے دشمنوں سے لڑنے والے کو یہ مقام نصیب ہورہا ہے، انہیں یہ مقام حاصل نہیں ہوگا، لامحالہ یہ تسلیم کرنا

---

(1)[سورة النساء : ٦٩]

بڑے گا کر ان کو بھی یہ مقام حاصل ہے بلکہ شہداء سے ارفع واعلیٰ مقام کے مالک ہیں۔

اسی لئے علامہ صاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

و مثل الشهداء الأنبياء بل حياة الأنبياء اجل وأعلى ..(1)

شہداء کی طرح انبیاء (یعنی زندہ ہیں) بلکہ انبیاء کی حیات زیادہ بلند و بالا اور بڑی عزت والی ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام بھی اپنی قبور میں زندہ ہیں اور وہ بھی رزق دیے جاتے ہیں۔

جیسا کہ نبی مکرم نور مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن أنس بن مالك : قال رسول الله ﷺ : الأنبياء احياء في قبورهم يصلون . (2)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

---

(1) حاشية الصاوي على تفسير الجلالين ١/٢٥٣، سورة آل عمران : ١٦٩)

(2) أخرجه أبو يعلى في مسنده ٣/١٣٠ (٣٤٢٥) مرويات ثابت البناني عن أنس . و البيهقي في حياة الأنبياء في قبورهم ، والبزار في مسنده ١٣/٢٩٩ (٦٨٨٨) مرويات ثابت عن أنس ، وابن عدى في الكامل ٢/٣٢٧ في ترجمة : الحسن بن قتيبة المدائني ، وابن عساكر في تاريخ مدينة دمشق ١٣/٣٢٦ في ترجمة : أبو القاسم النصيبي الحافظ ، وابن النجار في ذيل تاريخ بغداد ١٨/٣٧١ في ترجمة :أبو منصور الصوفي ،وأبو نعيم في اخبار اصبهان (٣٠٣٦٥) في ترجمة عبدالله بن إبراهيم بن الصباح المقري ، والديلمي في الفردوس الأخبار ١/١١٩ (٤٠٣).

وہ محدثین وعلماء جنہوں نے اس حدیثِ مبارکہ کی تصحیح، تحسین فرمائی یا اس کو برقرار رکھا ہے

امام ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال البیھقی ھذا حدیث صحیح . (1) امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رواہ أبو یعلی والبزار ،ورجالہ أبی یعلی ثقات . (2) اس کو ابو یعلی اور بزار نے روایت کیا ہے اور ابو یعلی کے رجال ثقہ ہیں۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وصححہ البیھقی .(3) اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصحیح فرمائی

امام محمد بن عبدالباقی زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و روی فیہ بإسناد صحیح عن أنس مرفوعا .(4) اور اس میں بسند صحیح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت ہے۔

امام عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وھو حدیث صحیح .(5) اور یہ حدیث صحیح ہے۔

امام نورالدین سمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

(1) (ذیل تاریخ بغداد ۱۸/ ۳۶۱ فی ترجمۃ :أبو منصور الصوفی)

(2) (مجمع الزوائد ۸/ ۲۷۶ (۱۳۸۱۲) کتاب فیہ ذکر الأنبیاء ، باب ذکر الأنبیاء)

(3) (فتح الباری ۸/ ۶۰۲، کتاب أحادیث الأنبیاء بباب قولہ تعالی واذکر فی الکتاب مریم ..)

(4)(شرح الزرقانی علی موطاالامام مالک ۴/ ۳۵۷ کتاب الجامع ، صفۃ عیسی و دجال)

(5)(فتح القدیر شرح الجامع الصغیر (۳۰۸۹) تحت ,, الأنبیاء أحیاء فی قبورھم ...)

ورواه أبو يعلى برجال ثقات .(1) اوراس کو ابو یعلی نے روایت کیا ثقہ رجال سے۔

غیر مقلدین کے علامہ محمد بن علی شوکانی نے لکھا:

"وقد ثبت في الحديث الأنبياء أحياء في قبورهم رواه المنذري و صححه البيهقي .(2) اور تحقیق حدیث مبارکہ میں یہ ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ اس کو امام منذری نے روایت کیا اور بیہقی نے اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد نے بھی شوکانی کے حوالے سے لکھا:

"وقد ثبت في الحديث الأنبياء أحياء في قبورهم رواه المنذري و صححه البيهقي .(3) اور تحقیق حدیث مبارکہ میں یہ ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ اس کو امام منذری نے روایت کیا اور بیہقی نے اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

ناصر الدین البانی نے اس حدیث مبارکہ کو "سلسلة الاحاديث الصحيحة" میں ذکر کیا اور امام ابو یعلی کی روایت کی سند کے بارے میں لکھا:

قلت : و هذا إسناد جيد ، رجاله كلهم ثقات. (4) میں کہتا ہوں کہ یہ سند جید ہے اور اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

---

(1)(وفاء الوفاء ۴/۱۳۵۲)

(2)(نيل الاوطار ۱/۱۵۱، كتاب الصلاة ، أبواب الجمعة ،باب فضل يوم الجمعة ...)

(3)(عون المعبود شرح ابی داود ۳/۲۶۰باب تفريع أبواب الجمعة)

(4)(سلسلة الاحاديث الصحيحة ۲/۱۸۹(۶۲۱)

ارشاد الحق اثری فیصل آبادی نے لکھا:

أخرجه البيهقي في حياة الأنبياء من طريق أبي يعلى وأبو نعيم في أخبار أصبهان (ص ۸۳ ج ۲) وإسناده جيد . (1)

اس کا اخراج امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو یعلی کے طریق سے (اپنی کتاب) "حیاۃ الانبیاء فی قبورھم" میں کیا اور ابو نعیم نے اخبار اصبہان میں اور اس کی سند جید ہے۔

ان کے علاوہ بھی کئی محدثین وعلماء نے اس روایت کی تصحیح وتوثیق بیان فرمائی ہے۔

اور اس پر صحیح مسلم شریف کی وہ روایت بھی بہت بڑی دلیل ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے معراج کی رات اپنے سفر کا ذکر کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہم السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر سے گزرا تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

پس ثابت ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں تو صاحب تفہیم القرآن کا انبیاء علیہم السلام کو مردہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا غلط اور تعلیمات اسلامیہ کے خلاف ہے۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

" إن الله حرم على الأرض ان تاكل أجساد الأنبياء، (2)

بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔

---

(1) (حاشيه مسند أبي يعلى ۳ /۳۷۹)

(2)(أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف ۲/ ۲۵۳ (۸۶۹۷) في ثواب الصلاة على النبي ، وابو داود في السنن (۱۰۴۷) تفريع أبواب الجمعة ،و (۱۵۳۱) باب في الاستغفار ، وابن ماجه في السنن ۷۶ كتاب فرض الجمعة ، والنسائي في السنن المجتبى (۱۳۷۴) باب اكثار الصلاة على النبى ﷺ يوم الجمعة ، وفي السنن الكبرى ۲ /۲۶۲ = =

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هذا حديث صحيح على شرط البخاري و لم يخرجاه .(1)

یہ حدیث صحیح ہے بخاری کی شرائط پر اور بخاری ومسلم دونوں نے اس کا اخراج نہیں کیا

= = (١٦٧٨) ، الأمر باكثار الصلاة على النبي ﷺ يوم الجمعة ، والبيهقي في السنن الكبرى ٥٢٩/٣ (٦٠٨٧) باب ما يؤمر بي في ليلة الجمعة و يومها ...وفي السنن الصغرى ٣٧٢/١ (٦٣٣) باب فضل الجمعة ، والدارمي في السنن ٣٠٧/١ باب في فضل الجمعة وابن خزيمة في الصحيح ١١٨/٣ (١٧٣٣) باب فضل الصلوة على النبي ﷺ ، و ابن حبان في الصحيح ٧٨/٣(٩١٠)، والحاكم في المستدرك على الصحيحين ٤١٣/١ (١٠٢٩) كتاب الجمعة ،و ٦٠٣/٤ (٨٦٨١) كتاب الأهوال ، واحمد في مسنده ٨/٤ مرويات اوس بن أبي أوس ، والبزار في مسنده ٤١١/٨ (٣٣٨٥) مرويات شداد بن أوس عن أبيه ، والطبراني في الأوسط ٩٧/٥(٤٧٨٠) عبدالرحمن بن زياد أبو مسعود الكناني وفي الكبير ٢١٦/١(٥٨٩) وابن أبي عاصم في الآحاد والمثاني ٢١٧/٣ (١٥٧٧)و في كتاب الصلوة ٥٠(٦٣) وقاضي إسماعيل في فضل الصلوة ١١ ، و البيهقي في الاعتقاد ٣٠٥، وفي الشعب الايمان ١١٠/٣(٣٠٢٩) و في معرفة السنن والآثار ٥٣٠/٢(١٨١٣)و في فضل الأوقات (٢٧٠) في فضل ليلة الجمعة و يوم الجمعة ، والنسائي في الجمعة ،باب الأمر باكثار الصلوة على النبي ﷺ ، والمروزي في الجمعة وفضلها (١٣) باب ما جاء ان النبي ﷺ قال : اكثروا علي من الصلوة يوم الجمعة ، وابن عساكر في تاريخ مدينة دمشق ٣٠٢/٩ في ترجمة : أوس بن أبي أوس ، وأبو نعيم في الدلائل ٥٧٦/٢ (٥٠٩) و في المعرفة الصحابة ٣٥٣/٢، والحربي في غريب الحديث (٧٦) باب رم.)

(1) المستدرك على الصحيحين ٤١٣/١ (١٠٢٩) كتاب الجمعة .

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه .(1)

یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرائط پر صحیح ہے اور دونوں نے اس کا اخراج نہیں کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وعند أبي داود والنسائي وصححه ابن خزيمة وغيره .(2)

اور ابوداود اور نسائی کے ہاں ہے اور ابن خزیمہ وغیرہ نے اس کی تصحیح کی ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و روينا في سنن أبي داود ،والنسائي و ابن ماجه بالاسانيد الصحيحة .(3)

اور روایت کیا گیا اس کو سنن ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ میں صحیح اسناد کے ساتھ۔

امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال ميرك : و رواه ابن حبان في صحيحه والحاكم و صححه و زاد ابن حجر بقوله وقال صحيح على شرط البخاري و رواه ابن خزيمة في صحيحه ...قال النووي : إسناد صحيح وقال المنذري له علة دقيقة أشار إليها البخاري نقله ميرك .قال

امام میرک نے فرمایا کہ اس روایت کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا اور حاکم نے اس کی تصحیح فرمائی اور ابن حجر کے بقول صحیح علی شرط بخاری کے الفاظ زیادہ کیے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کی سند صحیح ہے اور منذری نے کہ اس میں دقیق علت

(1) (أيضا ٣/ ٢٠٣ (١٦٨١) كتاب الأهوال)

(2)(فتح الباري ،٨/ ٦٠٢ باب قوله تعالى : واذكر في الكتاب مريم ....)

(3)(الأذكار (٣٣٢)

ابن دحية : إنه صحيح بنقل العدل ، عن العدل و من قال : إنه منكر أو غريب لعله خفية به فقد استروح لأن الدارقطني ردها .(1)

ہے جس کی طرف بخاری نے اشارہ کیا ہے اور اس کو میرک نے نقل کیا ہے ابن دحیہ نے کہا کہ یہ صحیح ہے، عادل راوی سے عادل راوی روایت کر رہا ہے، اور جس نے یہ کہا کہ یہ منکر یا غریب ہے ایک خفیہ علت کے سبب تو اس کی یہ بات بالکل لغو ہے کیونکہ دارقطنی نے اس علت کا رد کیا ہے۔

امام آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وهو حديث حسن عند ابن العربي وقال غيره صحيح .(2)

اور یہ حدیث ابن عربی کے نزدیک حسن ہے اور اس کے غیر نے کہا کہ صحیح ہے۔

حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

رواه أبو داود والنسائي و ابن ماجه من حديث حسين بن علي الجعفي .وقد صحح هذا الحديث ابن خزيمة وابن حبان والدارقطني والنووي في الأذكار (3)

ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ نے اس کو حسین بن علی جعفی کی روایت سے اور ابن خزیمہ نے اس کی تصحیح فرمائی ہے اور ابن حبان اور دارقطنی اور نووی نے اذکار میں اس کی تصحیح کی ہے۔

محمد بن علی شوکانی نے لکھا:

---

(1)(مرقات المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ٣/١٠١٣(١٣٦١)، كتاب الجمعة)

(2)(روح المعاني ٩٧/٩ ،سورة الأنبياء ، آيت : يوم نطوى السماء الآية .١٠٣)

(3)(تفسير ابن كثير سورة الأحزاب آيت : ٥٦)

وقد أخرج ابن ماجه باسناد جيد .(1) اور تحقیق ابن ماجہ نے بسند جید اخراج کیا۔

شمس الحق عظیم آبادی نے بھی شوکانی کے حوالے سے لکھا:

وقد أخرج ابن ماجه باسناد جيد .(2) اور تحقیق ابن ماجہ نے بسند جید اخراج کیا۔

ناصر الدین البانی نے ,,ابو اسحاق الحربی،، کی سند کے بارے میں لکھا

وإسناده صحيح ،،(3) اور اس کی سند صحیح ہے۔

اور اسی البانی نے ,,ابو داود، ابن ماجہ، نسائی، مشکوۃ، الترغیب والترھیب، جامع الصغیر، وغیرہم کتب پر اپنی تحقیق میں اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

اور یہی البانی ''سلسلة الاحاديث الصحيحة " میں لکھتا ہے:

رواه ابو إسحاق الحربي في غريب الحديث (٢/١٣/٥) عن حسين بن علي عن ابن جابر عن ابي الأشعث عن أوس بن أوس مرفوعا . قلت : وإسناد صحيح ، وقد اعل بما لا يقدح كما بينته في كتابي صحيح ابي داود (٩٦٢)، و تخريج المشكاة (١٣٦١) و صحيح الترغيب (رقم

اس روایت کو ابو اسحاق حربی نے غریب الحدیث میں مذکورہ سند کے ساتھ اوس بن اوس سے مرفوعا روایت کیا ہے میں کہتا ہوں کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس میں علت اس کے لئے قادح نہیں جیسا کہ میں نے اپنی کتاب صحیح ابوداود میں اس کو بیان کیا ہے۔

(1)(نيل الاوطار ١/٦٥٠، كتاب الصلاة ، أبواب الجمعة ،باب فضل يوم الجمعة ...)

(2)(عون المعبود شرح ابی داود ٣/٢٦٠ باب تفريع أبواب الجمعة)

(3)(ارواء الغليل (٣)

۱۹۸) و لذلک صححہ جمع من المحدثین .(1)

انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات فی القبر پر کئی اور احادیث ذکر کی جاسکتی ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر ہم انہی پر اکتفاء کرتے ہیں اور اگر کوئی صاحب ذوق وضاحت کا طالب ہو تو وہ قبلہ سیدی و سندی حضرت علامہ محمد عباس رضوی مدظلہ العالی کی کتاب ,, آپ ﷺ زندہ ہیں واللہ ،، کا مطالعہ فرمائے ، یہ کتاب اس موضوع پر بے مثل و بے مثال ہے۔

مذکورہ بالا بحث میں ذکر کیے جانے والے دلائل سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں لہذا مودودی کا انبیاء اور شہداء کو مردہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا نہ صرف غلط ہے بلکہ قرآن واحادیث کی تعلیمات کے بھی خلاف ہے پس واضح ہوگیا کہ صاحب ''تفہیم القرآن'' کا ﴿أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ﴾ میں انبیاء ،شہداء اور صالحین کو شامل کرنا اور اس کا مصداق قرار دینا باطل محض ہے۔

اور پھر اللہ تعالی کا فرمان ﴿وَمَا يَشْعُرُوْنَ أَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾ میں ''ما ،، جس کا قاعدہ اکثر یہ ہے کہ یہ غیر ذوی العقول کے لئے آتا ہے۔ یہ بھی اسی بات کی تائید کرتا ہے کہ یہاں انسان مراد نہیں بلکہ جمادات ، پتھر مراد ہیں کہ وہ بت جن کی یہ لوگ عبادت کرتے ہیں وہ یہ بھی شعور نہیں رکھتے کہ ان کے پجاری کب اللہ تعالی کی طرف اٹھائے جائیں گے۔

صاحب تفہیم القرآن نے آگے لکھا

عرب کے متعدد قبائل ، ربیعہ ، کلب ، تغلب ، قضاعہ ، کنانہ ، حرث ، کعب ، کندہ وغیرہ میں کثرت سے عیسائی اور یہودی پائے جاتے تھے ، اور یہ دونوں مذاہب بری طرح انبیاء اولیاء اور شہداء کی

---

(1) سلسلة الأحاديث الصحيحة ۴/۳۲(۱۵۲۷)

پرستش سے آلودہ تھے۔ پھر مشرکین عرب کے اکثر نہیں تو بہت سے معبود گزرے ہوئے انسان ہی تھے جنہیں بعد کی نسلوں نے خدا بنالیا تھا بخاری میں ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر یہ سب صالحین کے نام ہیں جنہیں بعد کے لوگ بت بنا بیٹھے حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ اساف اور نائلہ دونوں انسان تھے اسی طرح کی روایات لات اور مناۃ اور عزیٰ کے بارے میں بھی موجود ہیں۔ (1)

اولاً :

مودودی صاحب نے جن قبائل کا ذکر کیا ہے یہ قبائل مکہ مکرمہ میں یا اس کے قرب جوار میں رہنے والے نہیں تھے بلکہ ان قبائل کے مسکن مدینہ منورہ اور اس کے مضافات تھے اور وہ آیت مبارکہ جس سے مودودی صاحب نے استدلال کرنے کی کوشش کی ہے وہ مکی ہے بلکہ سورۃ النحل ہی مکہ میں نازل ہوئی اس میں اہل مکہ اور اس کے قرب وجوار کے مشرکین کو خطاب کیا جا رہا ہے اور ان کے بارے میں یہ کہا جا رہا، لہٰذا مودودی صاحب کا یہ استدلال باطل ہے کیونکہ جن کو مودودی صاحب اس میں شامل کر رہے ہیں یہ ان کے متعلق نازل ہی نہیں ہوئی۔

ثانیاً :

اہل مکہ جن مجسموں کی عبادت کیا کرتے تھے وہ نیک لوگوں کے مجسمے نہیں تھے بلکہ ان کے خود ساختہ مجسمے اور خود ساختہ نام تھے جن کا کوئی مسمی نہیں تھا اور نہ ہی ان کی پوجا کا باعث ان کی صلاح، نیکی یا پاکدامنی تھی اگر وہ صلاح و نیکی یا بزرگی کی وجہ سے ان کی عبادت کرتے تھے تو پھر انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام یا اسماعیل علیہ السلام کے مجسموں کی عبادت کرنی چاہئے تھی کیونکہ ان سے زیادہ نیک یا پاک دامن تو سرزمین عرب میں بعثت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک

---

(1) (تفہیم القرآن ۲/ ۵۳۳، ۵۳۴)

کوئی نہیں ہوا اور ان کی تصاویر بھی کعبہ کے اندر موجود تھیں، نہ تو ان کے مجسمے بنائے گئے اور نہ ہی ان کے مجسموں یا تصویروں کی عبادت کی گئی کیونکہ کوئی بھی ایسی صحیح روایت نہ تو حدیث اور نہ ہی تاریخ میں ہے لہذا یہ بات ہی درست ہے کہ اہل مکہ جن مجسموں کو معبود بنا کر پوجتے تھے وہ ان کی نیکی، صلاح یا پاکدامنی کی وجہ سے نہیں پوجتے بلکہ یہ ان کے خود ساختہ معبود تھے جن کی حقیقت سوائے مجسموں کے اور کچھ نہ تھی اور ان مجسموں کا کوئی مسمی نہ تھا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان موجود ہے کہ:

﴿إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَآؤُكُم مَّآ أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَٰنٍ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنفُسُ﴾ ۔ (1)

وہ تو نہیں مگر کچھ نام کہ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی سند نہیں اتاری، وہ تو صرف گمان اور نفس کی پیروی کرتے ہیں۔

پس معلوم ہو گیا کہ صاحب "تفہیم القرآن" کا استدلال سراسر باطل ہے۔

ثالثًا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے بارے میں ہم نے تفصیلا پیچھے ذکر کر دیا ہے کہ وہ روایت درست نہیں ہے ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کوئی صالحین نہیں تھے بلکہ ان کے خود ساختہ بنائے ہوئے بت تھے۔

رابعًا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کہ اساف اور نائلہ انسان تھے شاید مودودی صاحب کے نزدیک نیک لوگوں کی صفات یہی ہیں کہ حرم کعبہ میں زنا کرنے والے۔

---

(1)[سورۃ النجم: ۲۳]

اساف اور نائلہ نیک لوگ نہیں تھے بلکہ پاپی قسم کے لوگ تھے ان کا ان کو معبود بنانا تو یہی ثابت کرتا ہے کہ وہ نیکوں کو نہیں بلکہ بدکاروں کو بھی معبود سمجھتے تھے شاید یہی وجہ ہے کہ ان کے خود ساختہ معبودوں میں سے کوئی ایک بھی نیک، صالح مسلمان کا مجسمہ نہیں تھا۔

خامسا:

لات، مناۃ اور عزی کے بارے میں بھی پچھلے اوراق میں ذکر ہو چکا۔

پس دلائل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مودودی اور اس کے ہم نواؤں کا انبیاء، شہداء، اور صالحین کو اس آیت کا مصداق قرار دینا غلط و مردود ہے یہاں بتوں کے بارے میں ذکر کیا جارہا ہے کہ وہ ایسے مردہ ہیں کہ جن میں زندگی کو اصلا کوئی دخل نہیں اور مشرکین ان کو معبود بنائے بیٹھے ہیں جبکہ اگر عقل وشعور سے کام لیتے تو اس میں ہی ان کے لئے نشانیاں تھیں کہ وہ جن کو انہوں نے معبود بنا رکھا ہے ان سے تو اس لحاظ سے یہ خود افضل ہیں کہ ان میں حیات ہے اور انہی کے بارے میں فرمایا جارہا ہے کہ ان پتھر کی مورتیوں کو تو یہ بھی علم نہیں کہ تم جو ان کے پجاری ہو، تمہیں کب اللہ تعالی کی طرف اٹھایا جائے گا۔

پس اس آیت کا مصداق انبیاء، شہداء اور اولیاء کو ٹھہرانا ظلم و زیادتی کے سواء کچھ نہیں ہوسکتا۔

ایک اور شبہ اور اس کا ازالہ

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ:

ان ام حبیبة، و ام سلمة، ذکرتا کنیسة رأینها بالحبشة فیها تصاویر، لرسول اللّٰہ ﷺ، فقال رسول اللّٰہ ﷺ، إن أولئک إذا کان فیھم الرجل الصالح، فمات، بنوا علی قبرہ مسجدا، وصوروا فیہ تلک الصور، اولئک شرار الخلق عند اللّٰہ عزوجل یوم القیمة. (1)

یعنی حضرت ام حبیبہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے ایک گرجا کا ذکر کیا جس کو انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا اور اس میں تصویریں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کی یہ حالت تھی کہ جب ان میں سے کوئی نیک آدمی مر جاتا تو وہ اس کی قبر پر مسجد بناتے اور اس میں اس کی شکل کی تصاویر بناتے، یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بد ترین مخلوق ہوں گے۔

حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

سمعت النبی ﷺ، قبل ان یموت بخمس وھو یقول:... الا وإن من کان قبلکم، کانوا یتخذون قبور أنبیائھم وصالحیھم، مساجد، الا فلا

یعنی میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، یہ بات آپ ﷺ نے وصال سے پانچ دن پہلے ارشاد فرمائی تھی (جس میں ہے) کہ خبردار جو لوگ تم سے پہلے تھے انہوں نے

(1) أخرجه مسلم في الصحيح (٥٢٨) كتاب المساجد، والبخاري في الصحيح (٤١٧) (٤٢٢) كتاب الصلوة، وابن حبان في الصحيح ٧/٤٥٣ (٣١٨١)، وابن خزيمة في الصحيح (٧٩٠)، وغيرهم.

تتخذوا القبور مساجد ،إني أنهاكم عن ذلک .(1)

اپنے انبیاءاورصالحین کی قبروں کوعبادت گاہیں بنالیا تھاخبردارتم قبروں کومسجد نہ بنانا،میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہ اورحضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ:

لما نزل برسول اللّٰه ﷺ ، طفق یطرح خمیصة له علی وجهه، فاذا اغتم به کشفها عن وجهه، فقال، وهو کذلک ، لعنة اللّٰه علی الیهود والنصاری، اتخذوا قبور انبیائهم مساجد ، یحذر [مثل] ما صنعوا.(2)

یعنی جب رسول اللہ ﷺ کا آخری وقت قریب آیا تو چہرہ انور پر اپنا کمبل ڈال لیا اور جب گھبراہٹ محسوس فرماتے تو اس کو چہرہ انور سے ہٹا لیتے اور اسی حالت میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ''اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو یہود ونصاری پر کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہیں بنا لیا اور جو کچھ انہوں نے کیا اس سے بچنے کے لئے فرماتے

یہ احادیث مبارکہ اوران کی مثل پیش کر کے بھی اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ صالحین کی نیکی وصلاح کی وجہ سے ان کی عبادت کی گئی اوران کوسجدے کر کے شرک کا ارتکاب کیا گیا،اوراس کی وجہ سے مسلمانوں کوانبیاءاوراولیاء کی قبور پرحاضری سے روکنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

(1)اخرجه مسلم في الصحيح (٥٣٢) كتاب المساجد ، وأبو عوانة في مسنده ١/٣٣٥ (١١٩٢)،والطبراني في الأوسط ٣/٣٣٣(٣٣٥٧) وغيرهم.

(2)(اخرجه البخاري في الصحيح (٤٢٥) كتاب الصلوة، باب الصلوة في البيعة ، و مسلم في الصحيح (٥٣١) كتاب المساجد ، باب النهي عن بناء المساجد على القبور .

اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ میں کہتا ہوں کہ ان احادیث مبارکہ میں ایسے کوئی الفاظ موجود نہیں ہیں کہ جن سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ وہ ان کی عبادت کرتے تھے۔

اولاً: حدیث مبارکہ کے یہ الفاظ "علی قبرہ مسجدا"، کا یہ معنی ہے کہ اس کی قبر پر مسجد بناتے یعنی اُس کی قبر پر اس طرح مسجد بناتے کہ اس کی قبر مسجد میں سمت قبلہ ہوتی اور اس میں وہ نمازیں پڑھتے جس کی وجہ سے اُن کے لئے وعید بیان کی گئی۔

کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا إلیها، وفي روایة :"لا تصلوا إلی القبور، ولا تجلسوا علیها .(1)	یعنی قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ہی ان کی طرف نماز پڑھو اور ایک روایت میں ہے کہ قبروں کی طرف نماز نہ پڑھو اور نہ ہی اُن پر بیٹھو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا تصلوا إلی قبر ولا تصلوا علی قبر(2) یعنی قبر کی طرف اور نہ ہی قبر پر نماز پڑھو۔

---

(1) اخرجه مسلم في الصحيح (۲۹۲) كتاب الجنائز، باب النهى عن الجلوس على القبر والصلوة عليه، وأبو داود في السنن (۳۲۲۹) كتاب الجنائز، باب في كراهية القعود على القبر، والترمذى في الجامع (۱۰۵۰) كتاب الجنائز، باب ما جاء في كراهية المشى على القبور، وابن حبان في الصحيح ۹۱/۶ و۹۳ (۲۳۲۰) و (۲۳۲۳)، و ابن خزيمة في الصحيح ۷/۲ (۷۹۳)، واحمد في مسنده ۱۳۵/۴، وعبد بن حميد في مسنده (۳۷۳) والبيهقي في السنن الكبرى ۴۳۵/۲ (۴۰۷۳) و ۷۹/۳ (۷۰۰۷)، وفي معرفة السنن والآثار، والطبراني في الكبير ۱۹۳/۱۹ (۴۳۳)، وفي مسند الشاميين ۲۲۹/۱ و ۲۳۰ وابو عوانة في مسنده ۳۳۲/۱ (۱۱۷۹. ۱۱۸۰)، وابو يعلى في مسنده ۸۳/۳ (۱۵۱۴)

(2) (اخرجه الطبراني في الكبير ۳۷۶/۱۱ (۱۲۰۵۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

أن النبي ﷺ نهى عن الصلوة إلى القبور(1) یعنی بے شک نبی اکرم ﷺ نے قبور کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر کی طرف نماز پڑھی جس کا اُنہیں علم نہیں تھا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھ کر کہنا شروع کر دیا" القبر القبر "یعنی قبر، قبر۔(2)

کیونکہ قبر کی طرف سجدہ کرنا حرام اور عبادت کی نیت سے شرک، اس لئے ان پر سخت وعید بیان فرمائی گئی کہ جب وہ عبادت الٰہی میں مصروف ہوتے تو ان کے سامنے قبریں اور تصویریں ہوتیں جن کی وجہ سے عبادتِ الٰہی میں انہماک کی بجائے خیال ان قبروں اور تصاویر کی طرف چلا جاتا جس کی وجہ سے عبادت میں خشوع وخضوع نہ رہتا۔

ثانیا: یا یہ وجہ ہے کہ وہ ان کی قبروں کو اُکھاڑ کر مسجد بنا لیتے تو مسلمانوں کی قبروں کو اُکھاڑ کر مسجدیں بنانا جائز نہیں ہے چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ کے مقربین انبیاء وصالحین کی قبور کو اُکھاڑ کر ان کی جگہ مسجدیں بنائی جائیں۔

ثالثا: "وصوروا فيه تلك الصور" کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کی شکل کی تصاویر آویزاں کرتے جس کی وجہ سے اُن کے لئے وعید بیان کی گئی ہے۔

---

(1) (أخرجه ابن حبان في الصحيح ٢/٩٣(٢٣٢٣)

(2)(ذكره البخاري في الصحيح تعليقا ،كتاب الصلوة، هل نبش قبور مشركي الجاهلية، والبيهقي في السنن الكبرى ٢/٤٣٥(٤٠٧٥) باب النهي عن الصلوة إلى القبور ، وعبد الرزاق في المصنف ١/٤٠٣(١٥٨١) باب الصلاة على القبور .

وقال الحافظ في المطالب العالية ١/٢٤٦،٢٤٧ : هذا خبر صحيح علقه البخاري .

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں حضرت عون بن ابی جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

" قال رأيت أبي اشترى عبدا حجاما فسألته فقال نهى النبي ﷺ عن ثمن الكلب وثمن الدم ونهى عن الواشمة والموشومة و آكل الربوا وموكله و لعن المصور .(1)

یعنی میرے والد ماجد نے ایک حجام غلام خریدا اُس کے سوال پر فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے کتے اور خون کی قیمت سے منع فرمایا ہے اور گودنے والی اور گدوانے والی، سود کھانے والے اور کھلانے والے اور مصور پر لعنت فرمائی ہے۔

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن أشد الناس عذابا عند اللّٰه يوم القيمة المصورون .(2)

بے شک روزِ قیامت تمام لوگوں سے سخت عذاب تصویریں بنانے والوں کو ہوگا۔

---

(1)(أخرجه البخاري في الصحيح ۲/۳،۵۹،۶۰ (۲۰۸۶)باب: موكل الربا،لفظ له ،ر (۲۲۳۸)كتاب البيوع ،باب ثمن الكلب ، (۵۲۱۲)،وابن حبان في الصحيح ۱۲ / ۱۲۲ ، ۱۶۳ (۵۸۵۲) ،و أحمد في مسنده ۳۰۸/۴و ۳۰۹،وابو يعلى في مسنده ۱۹۰/۲ (۸۹۰) ،وابن الجعد في مسنده (۵۱۵) ، والبيهقي في السنن الكبرى ۶/۶ (۱۰۲۸۹).

(2)(أخرجه البخاري في الصحيح (۵۶۰۶)كتاب اللباس باب عذاب المصورين يوم القيمة ، و مسلم في الصحيح (۲۱۰۹) باب تحريم تصوير صورة الحيوان ،والنسائي في السنن (۵۳۶۳)باب ذكر اشد الناس عذابا ، وابن أبي شيبة في المصنف۵/ ۲۰۰ = =

ان احادیث مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ سے عام مصوروں کے بارے میں وعیدیں موجود ہیں لیکن وہ تو عبادت گاہوں میں تصاویر بناتے تھے جو بوقت عبادت سامنے ہوتی تھیں جس کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی کیونکہ نماز و عبادتِ الٰہی کے وقت تصویر کا سامنے ہونا تو بہت ہی ناروا ہے۔
جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہی اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

كان قرام لعائشة سترت به جانب بيتها فقال لها النبي ﷺ أميطي عني فانه لا تزال تصاويره تعرض لي في صلاتي .(1)

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کاشانہ مبارکہ میں ایک طرف صحن کا پردہ لٹک رہا تھا نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا کہ اسے ہٹادو کیونکہ اس پردے کی تصویریں نماز میں میرے سامنے ہوتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ :

إنا لا ندخل كنائسكم من أجل التماثيل التي فيها الصور .(2)

یعنی ہم تمہارے گرجا گھروں میں ان نقوش کی وجہ سے نہیں جاتے جن میں تصویریں ہوتی ہیں۔

= = ٥/٢٠٠(٢٥٢٠٩) و احمد في مسنده ١/٣٧٥،والبزار في مسنده ٥/٣٢٢ (١٩٦٨) ،والبيهقي في السنن الكبرى ٧/٢٦٨(١٣٣٣٣)،والطحاوي في شرح معاني الأثار ٣/٢٨٦وغيرهم .

(1) اخرجه البخاري في الصحيح (٥٩٥٩) كتاب اللباس، باب كراهية الصلوة في التصاوير ،واحمد في مسنده ٣/١٥١(١٢٥٥٣)،وابو عوانة في مسنده ١/٣٠٢ .

(2) ذكره البخاري في الصحيح تعليقًا كتاب الصلوة باب الصلوة في البيعة ، = =

کیونکہ جہاں تصویر ہوتی ہے وہاں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

جیسا کہ احادیث مبارکہ میں موجود ہے کہ:

إن البيت الذي فيه الصور لا تدخله الملئكة .،(1) بے شک وہ گھر جس میں تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

تو عبادات جو اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اس کی رحمت کے حصول کے لئے کی جاتی ہیں اُنہوں نے ان مقامات کو ہی تصاویر کا مسکن بنا دیا تھا اس لئے ان پر سخت وعید فرمائی گئی اور مسلمانوں کو اس سے بچنے کا حکم دیا گیا یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس گرجے میں نماز پڑھ لیتے جس میں تصاویر نہ ہوتی تھیں۔

جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیقاً اپنی صحیح میں ذکر کیا کہ:

كان ابن عباس يصلي في البيعة إلا بيعة فيها التماثيل . (2) یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس گرجا میں نماز پڑھ لیتے جس میں تصاویر نہ ہوتیں۔

پس معلوم ہو گیا کہ اُن پر لعنت کرنے اور اُن کے لئے سخت ترین وعید بیان کرنے کی یہ وجہ نہیں تھی کہ وہ ان قبروں اور تصاویر کی عبادت کرتے تھے بلکہ وجہ یہ تھی کہ وہ حرام کے مرتکب ہوئے تھے اور قرآن واحادیث اس بات پر شاہد ہیں کہ حرام کے ارتکاب و مرتکب کے لئے بھی

= والبيهقي في السنن الكبرى ۱۱/۷۸(۱۳۹۲۹) كتاب الصداق ،وفي نسخة ۲٦۸/۷،وعبد الرزاق في المصنف ۱/۴۱۱(۱٦۱۰)وغيرهم .

(1)(أخرجه البخاري في الصحيح (۵۹٦۱) كتاب اللباس، باب من لم يدخل بيتا فيه صورة، ومسلم في الصحيح (۲۱۰۷)باب تحريم تصوير صورة الحيوان ،وغيرهما.

(2)(ذكره البخاري في الصحيح تعليقا ، ۱/۹۵، كتاب الصلوة،باب الصلوة في البيعة .

ایسی ہی وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ:

قال ﷺ لعن اللّٰه السارق.... الحديث .(1)

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے چور پر لعنت کی ہے ۔۔۔الحدیث۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ:

قال ﷺ : لعن اللّٰه الواصلة والمستوصلة والواشمة والمتوشمة . (2)

یعنی نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو بالوں کو جوڑیں اور جڑوائیں اور جو گودیں اور گدوائیں

اس پر کئی اور احادیث پیش کی جا سکتی ہیں کہ حرام کے ارتکاب پر بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے لیکن اختصار کے پیش نظر ہم انہی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ اُن کا انبیاء اور صالحین کی قبروں کو مسجد بنانا یہ تھا کہ اُن کو وہ عبادت گاہوں میں دفن کرتے جیسا کہ آجکل بھی اگر کوئی ان کا بڑا مر جائے تو اس کو وہ گرجا گھر میں دفن کرتے ہیں جس کی بے شمار مثالیں یورپین ممالک میں دیکھی جا سکتی ہیں یا وہ ایسا کرتے تھے کہ ان کی قبروں پر مسجدیں بناتے یعنی عبادت گاہ میں سمت قبلہ ان کی

---

(1) أخرجه البخاري في الصحيح (٦٤٠١) كتاب الحدود، ومسلم في الصحيح (١٦٨٧) وأبو عوانة في مسنده ١١٦/٤ (٦٢٣٣، إلى ٦٢٣٦) وغيرهم .

(2) أخرجه البخاري في الصحيح (٥٥٨٩) كتاب اللباس ، والبيهقي في السنن الكبرى ٤٢٦/٢ (٤٠٢٧) وغيرهما.

قبریں ہوتیں اور جب نماز وغیرہ پڑھتے تو چہرے کے سامنے ان کی قبریں ہوتیں اور ان کے اور ان کی قبروں کے درمیان کوئی آڑ بھی نہ ہوتی اس وجہ سے ان پر لعنت کی گئی کہ وہ حرام کے مرتکب ہوئے اور اس پر بعض نے مزید حرام کا ارتکاب کیا کہ عبادت گاہوں میں ان کی تصاویر بنا ڈالیں تو ان کے ان حرام امور کے ارتکاب کی وجہ سے اُن پر لعنت کی گئی اور مسلمانوں کو اس سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

پس ان احادیث مبارکہ سے یہ بات قطعاً ثابت نہیں ہوتی کہ وہ ان قبروں یا ان تصاویر کی عبادت کرتے ہوں۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

یہاں ایک روایت مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ یا اس کے ہم معنی الفاظ سے بیان کر کے ایک اور شبہ پیدا کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ! میری قبر کو " وثن ،، نہ بنانا کہ اس کی پوجا کی جائے ، اور اسی کو زیارت قبور انبیاء ، اور اولیاء سے روکنے کے دلیل بنایا جاتا ہے۔

ان رسول اللّٰہ ﷺ قال اللّٰھم لا تجعل قبری وثنا یعبد اشتد غضب اللّٰہ علی قوم اتخذوا قبور أنبیاء ھم مساجد .

یعنی بے شک رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ اے اللہ عزوجل! میری قبر کو " وثن ،، نہ بنانا کہ اس کی پوجا کی جائے ، اللہ تعالیٰ کا سخت غضب ہے اس قوم پر جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا۔

یہ روایت مختلف کتب میں مختلف طریق سے مروی ہے ، کچھ میں یہ مرسل ہے اور کچھ میں مرفوع ۔ ہم پہلے اس روایت کے وہ طرق جن سے اس کو مرفوع بیان کیا جاتا ہے ان کے بارے میں دیکھتے ہیں کہ ان کی حقیقت کیا ہے؟

تو سب سے پہلے اس روایت کو ہم امام ابن عبدالبر کے حوالے سے دیکھتے ہیں کیونکہ انہوں نے اس روایت کو مرفوع بیان کیا ہے ملاحظہ ہو وہ اس کی سند کو یوں مرفوع بیان کرتے ہیں:

"قال ابن عبد البر حدثنا إبراھیم بن شاکر و محمد بن إبراھیم قالا : حدثنا محمد بن احمد بن یحیٰی قال : حدثنا محمد بن أیوب الرقي قال حدثنا احمد بن عمرو البزار قال حدثنا سلیمان بن سیف قال حدثنا محمد بن سلیمان بن أبي داود الحراني قال أخبرنا عمر بن محمد عن زید بن أسلم عن عطاء بن

يسار عن أبي سعيد الخدري ان رسول الله ﷺ....... الحديث .(1)

اولاً : اس سند میں ایک راوی " محمد بن أيوب رقي " ہے۔

علامہ ابن عماد حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

" محمد بن أيوب بن الصموت الرقي ...روى عن هلال بن العلاء وطائفة ، وهو من الضعفاء . قال في المغني : ضعفه أبو حاتم .(2)

یعنی محمد بن ایوب بن صموت رقی ، ہلال بن علاء سے اور ایک جماعت سے روایت کرتا ہے۔ اور وہ ضعفاء میں سے ہے، مغنی میں کہا کہ امام ابو حاتم نے اس کی تضعیف کی ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

" محمد بن أيوب الرقي ، عن ميمون بن مهران ، ضعفه أبو حاتم .(3)

محمد بن ایوب رقی میمون بن مہران سے روایت کرتا ہے ابو حاتم نے اس کی تضعیف کی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

" قال أبو حاتم : ضعيف . وقال ابن حبان : كان يضع الحديث .(4)

ابو حاتم نے کہا کہ یہ ضعیف ہے اور ابن حبان نے کہا کہ حدیث گھڑنے والا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

" عبد الرحمن قال : سألت أبي عنه ،

عبد الرحمٰن نے کہا میں نے اپنے والد سے

---

(1)(التمهيد لا بن عبد البر ٥/٣٣وفي نسخة ٣/٢٢. ٢٣)

(2)(شذرات الذهب ٣/٦٧ وفيات ١ ٣٣)

(3) (المغني في الضعفا ٢/٢٦٩ ، ميزان الإعتدال ٦/٧٥)

(4) (تهذيب التهذيب ٥/٣٩٥)

فقال : ضعيف الحديث . (1)

اس کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ ضعیف الحدیث ہے۔

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

" شیخ یضع الحدیث علی مالک روی عنه زهیر بن عباد الرواسی ، لا تحل کتابة حدیثه إلا علی سبیل الإعتبار .(2)

یعنی شیخ مالک پر حدیث گھڑنے والا اس سے روایت کرتا ہے زہیر بن عباد رواسی اس سے حدیث لکھنی حلال نہیں مگر علی سبیل الاعتبار۔

ثانیا:

اس سند میں ایک راوی " محمد بن سلیمان بن أبو داود حرانی " جس کی اکثریت نے توثیق کی ہے۔

لیکن ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بارے میں کہا کہ "منکر الحدیث "(3)

ثالثًا :

حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کو اس روایت کی سند کے راوی " عمر بن محمد " میں وہم ہوا ہے جس کی وجہ سے انہوں نے کہا کہ:

" فهذا الحديث صحيح عند من قال بمراسيل الثقات ، وعند من قال بالمسند لإسناد عمر بن محمد له ، و هو ممن تقبل زيادته . وبالله التوفيق . (4)

---

(1)(الجرح والتعديل ٢٦٢/٧)

(2) (كتاب المجروحين ٢ /٣١٥)

(3)(الجرح والتعديل ٣٥٢/٧)

(4) (التمهيد لابن عبد البر ٣٣/٥ وفي نسخة ٢٢/٣.٢٣)

حافظ ابن عبدالبر کے خیال میں یہ "عمر بن محمد بن عبداللہ بن عمر بن خطاب" ہے۔
جیسا کہ انہوں نے لکھا کہ "وهو عمر بن محمد بن عبد الله بن عمر بن الخطاب ،، (ایضا)

لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے کیونکہ یہ "عمر بن محمد بن صهبان أسلمي" ہے۔
جیسا کہ امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے "مجمع الزوائد باب في الصلوة بين القبور واتخاذها مساجد والصلاة إليها" میں کہا کہ "رواه البزار و فيه عمر بن صهبان و قد اجمعوا على ضعفه ،،.(1)

اور امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے ہی اس کو "مسند بزار ،، کے زوائد میں ذکر کیا اور امام بزار رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی ذکر کیا کہ "لا نحفظه عن أبي سعيد إلا بهذا الإسناد .،، (2)
اور حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کی تائید حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے بھی ہوتی ہے آپ لکھتے ہیں:

"وعمر هذا هو ابن صهبان ، جاء منسوبا في بعض نسخ "مسند البزار ،، و ظن ابن عبد البر أنه عمر بن محمد العمري ، والظاهر أنه وهم .(3)

پس جب مسند بزار کے بعض نسخوں میں وضاحت موجود ہے کہ یہ "عمر بن محمد بن صهبان ،، ہے۔

اس بات کو غیر مقلدین کے محدث ناصر الدین البانی نے بھی ذکر کیا "تحذير الساجد"

---

(1) (۲/۱۰۹-۱۱۰)(۲۰۶۵)

(2)(کشف الاستار ۱/۲۲۰)(۴۴۰)

(3) (فتح الباري لابن رجب ۳/۲۴۶ كتاب الصلوة ، تحت الحديث : قاتل الله اليهود اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد.)

ے کے حاشیہ میں لکھا کہ:

"وفيما قاله ابن عبد البر في عمر هذا نظر فقد قال الحافظ ابن رجب في "الفتح" : خرجه من طريقه البزار وعمر هذا هو ابن صبهان [صهبان] جاء منسوبا في بعض نسخ البزار وظن ابن عبد البر أنه عمر بن محمد العمري والظاهر أنه وهم وقد روي نحوه من حديث أبي سلمة عن أبي هريرة بإسناد فيه نظر".(1)

پس اعتماد اسی پر کیا جائے گا اور یہ راوی مجروح ہے۔

اس کے بارے میں آئمہ فن کی آراء ملاحظہ فرمائیں:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" لم يكن بشيء ،أدركته ولم أسمع منه .(2) یعنی وہ کوئی چیز نہیں ہے میں نے اس کو پایا ہے اور اس سے کچھ نہیں سنا۔

امام دوری رحمۃ اللہ علیہ امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ سے بیان فرماتے ہیں:

" لا يسوى حديثه فلسا .(3) اس کی حدیث ایک فلس کے برابر بھی نہیں۔

معاویہ بن صالح انہی سے بیان کرتے ہیں:

" ليس بذاك .(4) یعنی یہ ایسا نہیں ہے۔

ابن ابو مریم انہی سے بیان کرتے ہیں:

---

(1) (تحذير الساجد ۳۴)

(2)(تهذيب الكمال ۵۰۲/۷(۴۸۸۷)

(3) (تاريخ ابن معين رواية الدورى ۲۵۳/۳(۱۱۹۶) ،وتهذيب الكمال ۵۰۲/۷ .

(4)(تهذيب الكمال ۵۰۲/۷(۴۸۸۷)

"ضعيف الحديث .(1) یعنی ضعیف الحدیث ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"منکر الحدیث .(2) یعنی منکر الحدیث ہے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ضعیف وقال موضع آخر: متروک الحدیث. (3) ضعیف ہے اور دوسری جگہ کہا کہ متروک الحدیث ہے۔

امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

'ضعیف الحدیث واھی الحدیث (4) یعنی ضعیف اور واہی حدیث والا ہے۔

امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" ضعیف الحدیث، منکر الحدیث، متروک الحدیث . (5) یعنی ضعیف الحدیث، منکر الحدیث اور متروک الحدیث ہے۔

ابوالفتح ازدی اور دارقطنی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں:

" متروک الحدیث . (6) یعنی متروک الحدیث ہے۔

امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

---

(1)(تهذيب الكمال ٧/٥٠٢(٣٨٨٧)

(2)(التاريخ الكبير للبخاري ٦/٢٥(١٢١٨)،الضعفاء الصغير)

(3)(الضعفاء والمتروكين للنسائي ٨٣ (٣٩٩) ، و تهذيب الكمال ٧/٥٠٢(٣٨٨٧)

(4) (تهذيب الكمال ٧/٥٠٢(٣٨٨٧)،و الجرح والتعديل ٦/١٣٤،١٣٥(٩٨٧٦)

(5) (الجرح والتعديل ٦/١٣٤،١٣٥(٩٨٧٦)، و تهذيب الكمال ٧/٥٠٢(٣٨٨٧)

(6)(تهذيب الكمال ٧/٥٠٢(٣٨٨٧)

" عامة أحاديثه مما لا يتابعه الثقات عليه، و غلبت علي حديثه المناكير (1).

اس کی اکثر احادیث میں ثقات نے اس کی متابعت نہیں کی اور اس کی احادیث میں منکر احادیث کا غلبہ ہے۔

امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" كان قليل الحديث .(2)

یعنی کم حدیث والا ہے۔

امام ساجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" فيه ضعف .(3)

یعنی اس میں ضعف ہے۔

سعید بن ابو مریم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" لم يكن بشيء أدركته ولم أسمع منه .(4)

یعنی وہ کوئی چیز نہیں ہے میں نے اس کو پایا ہے اور اس سے کچھ نہیں سنا۔

امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ "الضعفاء" میں فرماتے ہیں:

" قال أبو نعيم : كان ضعيفا .(5)

یعنی ابو نعیم نے کہا کہ ضعیف ہے۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" روى عن نافع و زيد بن أسلم أحاديث مناكير .(6)

یعنی نافع اور زید بن اسلم سے منکر احادیث روایت کرتا ہے۔

---

(1)(الكامل لابن عدي ٦ /٢٣الي ٢٧(١١٨٨)، و تهذيب الكمال ٧/٥٠٢(٢٨٨٧)

(3.2) (تهذيب التهذيب ٣/٢٨)

(4) (تهذيب التهذيب ٣/٢٨)

(5) (تهذيب التهذيب ٣/٢٨)

(6) (المدخل الي الصحيح ١٦١(١٠٩)

امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" لا یکتب حدیثہ .(1)وقال فی موضع آخر: کان ضعیفا لا یکتب حدیثہ ولیس بشیء .(2)

یعنی اس کی حدیث نہیں لکھی جائے گی۔ اور ایک جگہ کہا کہ ضعیف تھا اس کی حدیث نہیں لکھی جائے گی اور یہ کوئی چیز نہیں۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" ضعیف الحدیث .(3)

یعنی ضعیف حدیث والا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" وھو ضعیف .(4)

یعنی وہ ضعیف ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" متفق علی ترکہ .(5)

یعنی اس کے ترک پر اتفاق ہے۔

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" وقد اجتمعوا علی ضعفہ.وقال: ضعیف ،وقال : متروک .(6)

یعنی اس کی ضعف پر اجتماع ہے۔ اور ایک مقام پر کہا کہ ضعیف ہے، ایک اور مقام پر کہا کہ متروک ہے۔

---

(1)(کتاب الضعفاء لابی نعیم ۱۱۱ (۱۳۷)،وتھذیب التھذیب ۴/۲۸/۴)

(2) (سوالات ابن أبي شیبة ۱۳۲ (۱۹۰)

(3) (تھذیب التھذیب ۴/۲۸/۴)

(4)(سنن الکبری ۵/۳۳ (۸۸۰۰) باب رفع الصوت بالتلبیة .

(5)(صحیح مسلم مع شرح النواوي ۱/۵،درسي .

(6)(مجمع الزوائد ۲/۱۰۹. ۱۱۰ (۲۰۶۵)،و۳/۲۲۳،و۳/۱۹۲، و۲۱۹ .

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" ضعیف .(1) یعنی ضعیف ہے۔

علامہ ابن حزم ظاہری اور محمد بن علی شوکانی نے کہا:

"وھو ضعیف .(2) اور وہ ضعیف ہے۔

رابعاً: اس روایت کو بھی یہ زید بن اسلم سے بیان کر رہا ہے اور امام حاکم نے زید بن اسلم سے اس کی روایات کے بارے میں فرمایا کہ:

" روی عن نافع و زید بن أسلم أحادیث مناکیر . (4) یعنی نافع اور زید بن اسلم سے منکر احادیث روایت کرتا ہے۔

پس مذکورہ بالا آئمہ فن کی آراء سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ یہ روایت صرف ضعیف ہی نہیں بلکہ موضوع ہے کیونکہ اس کے راوی کے بارے میں امام ابن حبان نے فرمایا ہے کہ یہ حدیثیں گھڑتا ہے لہذا یہ روایت اس کے کذب کی وجہ سے موضوع ہے۔

---

(1)(تقریب التهذیب ۲۵۳)

(2) (المحلی ۵۱۸/۷،و نیل الأوطار ۲ /۱۳۹)

(4)(المدخل الی الصحیح ۱۶۱(۱۰۹)

وانظر:(تهذیب الکمال ۵۰۲/۷، والکامل لابن عدي ۲ /۲۳إلی ۲۷(۱۱۸۸)، والجرح والتعدیل ۱۳۳/۲.۱۳۵ (۹۸۷۲) ،والمیزان الاعتدال ۲۵۰/۵، ودیوان الضعفاء والمتروکین ۲ /۱۹۰ والمغني في الضعفاء ۲ /۱۲۰ (۳۳۹۵)، والکاشف ۲/۶۳، وتهذیب التهذیب ۳/۴۲۷.۴۲۸ ، والتاریخ الکبیر للبخاري ۲۵/۲ (۸۱۲۱)، ولسان المیزان ۲۲۵/۵، واکمال تهذیب الکمال ۱۰ /۷۶ إلی ۷۸ والضعفاء لابن شاهین ۳۵۵)، والمجروحین لابن حبان ۲ /۸۱.۸۲، والعلل للدارقطني ۵۶/۹)

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ " العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویۃ "میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ:

" وسئل عن حديث المعرور بن سويد ، عن عمر عن النبي ﷺ انه قال : اللّٰهم لا تجعل قبري وثنا ، وكان بنو إسرائيل اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد .

فقال : يرويه أصحاب الأعمش ، عنه عن المعرور عن عمر موقوفا .

وأسنده عبد الجبار بن العلاء ، عن ابن عيينة ، عن الأعمش ، عن المعرور ، عن عمر عن النبي ﷺ .

ولم يتابع عليه ، والمحفوظ هو الموقوف .(1)

اور معرور بن سوید عن عمر عن النبی ﷺ کی حدیث کے بارے میں پوچھا گیا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے اللہ عزوجل! میری قبر کو وثن نہ بنانا، اور بنی اسرائیل نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے قبور کو مساجد بنا لیا تھا۔ فرمایا اس کو اعمش کے اصحاب اس سے عن المعرور عن عمر موقوفاً روایت کرتے ہیں۔ اور اس کو مسند بیان کیا ہے عبد الجبار بن العلاء نے ابن عیینہ سے انہوں نے اعمش سے انہوں نے معرور سے انہوں نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے اور اس پر اس کا کوئی متابع نہیں اور یہ محفوظ موقوف ہے۔

اولاً :

اس روایت میں کی سند میں "امام سفیان بن عیینہ" ہیں جو کہ ثقہ، حافظ، امام، حجت ہیں لیکن یہ مدلس ہیں۔

---

(1)(العلل الواردۃ في الأحاديث النبوية ٢/٢٢٠۔٢٢١، سوال نمبر ٢٢٣)

امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

" مشهورا بالتدليس ،،(1) یعنی مشہور تدلیس کے ساتھ۔

اور امام علائی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

" سفيان بن عيينة الإمام المشهور مكثر من التدليس لكن عن الثقات ...(2) یعنی سفیان بن عیینہ امام بہت زیادہ مشہور تدلیس کرنے سے لیکن ثقات سے۔

اور امام مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مدلسین میں شمار کیا ہے۔(3)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کو مدلسین میں شمار کیا ہے(4)

گو حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو مدلسین کے دوسرے طبقہ میں ذکر کیا ہے۔

اور ایسے ہی ابو الوفا ابن العجمی نے بھی مدلسین میں شمار کیا ہے۔(5)

اور غیر مقلدین کے ذھبی زماں، زبیر علیزئی نے " الفتح المبين في تحقيق طبقات المدلسين " میں ان کو تیسرے طبقہ میں شمار کیا ہے اور زئی کے نزدیک تیسرے طبقہ کے مدلسین کی عن سے بیان کردہ روایات بغیر صراحت تحدیث کے مردود ہوتی ہیں۔

علیزئی حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت " لكن يدلس إلا عن ثقة ،، کے تحت شار کا نشان دے کر اس کے ذیل میں لکھتا ہے:

---

(1)(سير اعلام النبلاء ٣٦٥/٨)

(2)(جامع التحصيل ١٠٦)

(3)(قصيدة المقدسي في المدلسين ٣٧)

(4)(طبقات المدلسين ٣٢، تقريب التهذيب ٣٠٣/١، وفيه : وكان ربما دلس .)

(5)(التبيين لأسماء المدلسين ٩٣(٢٩)

" هذا في الغالب وإلا فهو دلس عن ابي بكر الهذلي (متروك) وغيره و كان يدلس عن المدلسين كابن جريج وغيره فعنعنه غير مقبولة إلا صرح بالسماع أو توبع و هذا في غير الصحيحين والعجب من الحافظ ابي زرعة ابن عراقي قال : " مشهور بالتدليس .. وذكره في المدلسين:العلائي (ص١٠٦)وابو زرعة ابن عراقي (٢٢)والسيوطي (١٩)والحلبي (ص٢٨)والدميني (٩٢/٩٣) وهو من المرتبة الثالثة . (١)

یعنی اکثر ایسا ہے اور وگرنہ وہ تدلیس کرتا ہے ابوبکر ہذلی سے جو کہ متروک ہے اور اس کے علاوہ سے بھی اور وہ مدلسین سے تدلیس کرتا تھا جیسا کہ ابن جریج وغیرہ پس اس کا عنعنہ مقبول نہیں ہوگا جب تک سماع کی تصریح نہ کرے یا متابع نہ ہو اور یہ صحیحین کے علاوہ میں ہوگا اور تعجب ہے حافظ ابوزرعہ ابن عراقی پر کہ اس نے کہا مشہور بالتدلیس ہے،۔۔۔۔ اور وہ تیسرے مرتبہ میں مدلسین میں سے ہے

لہذا یہ روایت غیر مقلدین کے ذھنی زمان کے قوانین کے مطابق اس وقت تک قابل قبول نہیں جب تک کہ سفیان بن عیینہ اس کو سماع کی تصریح کے ساتھ بیان نہ کریں یا کوئی ثقہ راوی ان کا متابع نہ مل جائے اور اس روایت کی کوئی سند ہماری نظر میں نہیں ہے جس میں سماع کی صراحت موجود ہو یا سفیان بن عیینہ کا کوئی ثقہ متابع موجود ہو۔

ثانیا: اسی طرح اس روایت کو بیان کرنے والے سلیمان بن مھران (الاعمش) ہیں۔اور یہ بھی اس روایت کو "صیغہ، عن کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور یہ بھی مدلس ہیں۔

---

(١) الفتح المبين في تحقيق طبقات المدلسين ٤١.٤٢

جیسا کہ حافظ ذھبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"وهو يدلس"(1) اور وہ مدلس ہے۔

حافظ علائی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

سليمان بن مهران الأعمش الإمام مشهور بالتدليس.(2) یعنی سلیمان بن مہران اَعمش امام مشہور ہیں تدلیس کے ساتھ۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالی لکھتے ہیں:

وكان يدلس وصفه بذالك الكرابيسي والنسائي والدارقطني وغيرهم.(3) اور وہ مدلس تھا تدلیس کے ساتھ متصف کیا اس کو امام کرابیسی، امام نسائی اور امام دارقطنی وغیرہم نے۔

اور غیر مقلدین کے ذھبی زماں، زبیر علیزئی نے " الفتح المبين في تحقيق طبقات المدلسين صفحہ ۴۲ "، پر اس کو تیسرے طبقہ میں شمار کیا ہے اور زئی کے نزدیک تیسرے طبقہ کے مدلسین کی عن سے بیان کردہ روایات بغیر صراحت تحدیث کے مردود ہوتی ہیں۔

علیزئی نے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کے ذیل میں ستارکا نشان دے کر لکھا کہ

"...ذكره في المدلسين : العلائي (ص ۱۰۶) و ابو زرعة ابن العراقي (۲۴) والسيوطي (۲۰) والحلبي (ص ۲۹) والمقدسي والعيني (۲/۹۴) اس کو مدلسین میں ذکر کیا امام علائی ۔۔۔ ابو زرعہ ابن عراقی ۔۔۔ سیوطی ۔۔۔ حلبی ۔۔۔ مقدسی اور دمنی نے ۔۔۔ اور یحیٰ بن معین نے کہا کہ سلیمان بن تیمی مدلس تھا ۔۔۔ پس

(1) (ميزان الاعتدال ۳/۳۱۶

(2) (جامع التحصيل ۱۸۸

(3) (طبقات المدلسين ۳۳

وقال یحییٰ بن معین : " کان سلیمان التیمي یدلس ،، (تاریخ ابن معین روایة الدوري : ۳۶۰۰) فهو من المرتبة الثالثة .(1)

وہ تیسرے مرتبہ میں سے ہے۔

پس معلوم ہوا کہ اس روایت کی سند میں دوراوی مدلس ہیں اور دونوں صیغہ عن سے روایت کررہے ہیں اور غیر مقلدین کے ذھبی زمان کے بقول وہ دونوں تیسرے طبقہ کے مدلس ہیں اور مدلس کے عنعنہ کے بارے میں محدثین وعلماء لکھتے ہیں کہ:

إن المدلس إذا لم یصرح بالتحدیث لم یقبل إتفا قا وقد حکاہ البیهقي في المدخل عن الشافعي وسا ئر أهل العلم بالحدیث ...... (2)

یعنی مدلس جب تک تحدیث کی صراحت نہ کرے تو بالا تفاق وہ روایت نا قابل قبول ہو گی اور امام بیہقی نے مدخل میں امام شافعی اور دوسرے تمام اہل علم محدثین سے بھی نقل کیا ہے

اور امام الحافظ صلاح الدین ابی سعید خلیل بن کیکلدی العلائی تحریر فرماتے ہیں:

قلنا إنه لا یقبل من المدلس حدیث حتیٰ یقول حد ثنا وسمعت.(3)

ہم کہتے ہیں کہ مدلس کی حدیث قبول نہیں کی جائے گی حتیٰ کہ وہ حدثنا یا سمعت نہ کہے۔

امام ابن عدی تدلیس کے باب میں نقل کرتے ہیں:

سمعت شعبه یقول : کل حدیث لیس فیه حدثنا وأخبرنا فهو خل

یعنی شعبہ نے کہا کہ ہر وہ حدیث جس میں حدثنا واخبرنا نہ ہو وہ سرکہ وساگ ہے ۔

---

(1)(الفتح المبین في تحقیق طبقات المدلسین ۳۲)

(2)(التبصرہ والتذکرہ للعراقی ۱/۱۸۵ ۔ ۱۸۲ ۔ دار الباز مکة المکرمة)

(3) (جامع التحصیل ۱۱۲ ۔الجمهوریة العراقیه وزارة الاوقاف)

وبقل (1)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الا تفاق علی ان المدلس لا یحتج بخبرہ إذاعنعن .(2)

یعنی اس پر اتفاق ہے کہ مدلس کی روایت جب وہ عن کے ساتھ روایت کرے تو قابل قبول نہیں ہوگی۔

محمد بن اسماعیل امیر یمانی غیر مقلد نے لکھا:

قال الزین :منهم من لا یقبل المدلس إذا روی بالعنعنه .(3)

یعنی امام زین نے کہا کہ محدثین مدلس کی روایت کو قبول نہیں کرتے جب کہ وہ عنعنہ کے ساتھ روایت کرے۔

الشیخ محمد بن حماد الانصاری غیر مقلد نے لکھا ہے:

من اتفقوا علی انه لا یحتج بشئی من حدیثهم إلا صرحوا فیه السماع.(4)

یعنی اس پر اتفاق ہے کہ مدلسین کی احادیث سے احتجاج نہیں کیا جائے گا مگر اس صورت میں کہ وہ سماع کی تصریح کریں۔

اور نواب صدیق الحسن غیر مقلد نے لکھا ہے:

والحاصل ان من کان ثقه واشتهر با لتدلیس فلا یقبل إلا إذا قال حدثنا

اور حاصل یہ ہے کہ بے شک جو ثقہ ہو اور تدلیس کے ساتھ مشہور ہو اس سے قبول نہیں

(1)(کامل ابن عدی ۱ / ۴۸ .دارالفکربیروت)

(2) (المجموع شرح المهذب ۲ / ۱۵۷ .۱۶۲)

(3)(توضیح الافکار المعانی تنقیح الا نظار ص ۳۵۳ ج ۱ ، داراحیاء التراث العربی)

(4)(التدلیس واقسامه ص ۲)

حدثنا او اخبرنا او سمعت ...(1) کی جائے گی مگر جب وہ حدثنا ،اخبرنا اور سمعت کے ساتھ بیان کرے۔

یعنی اگر چہ راوی ثقہ ہو لیکن مدلس ہو تو اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی جب تک وہ حدثنا یا اخبرنا یا سمعت نہ کہے۔

اور اس روایت میں یہ تینوں لفظ نہیں ہیں بلکہ عن ہے لہٰذا یہ روایت قابل قبول نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ ضعیف ہے اور یہ اس قابل بھی نہیں کہ اس سے احتجاج کیا جا سکے۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ:

قال رسول اللّٰه ﷺ : اللّٰهم لا تجعل قبري وثنا ، لعن اللّٰه قوما اتخذوا (أو جعلوا) قبور أنبيائهم مساجد . (2)

مسند احمد میں اس کی سند یوں ہے: حدثنا سفيان ، عن حمزة بن المغيرة ، عن سهيل بن أبي صالح عن أبيه ، عن أبي هريرة ..الحديث .

تمام نے اس کو سفیان عن حمزۃ بن المغیرۃ بہ، کے طریق سے بیان کیا ہے البتہ بعض اسناد میں سفیان بن عیینہ نے اس کو سماع کی صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

---

(1)(حصول المامول من علم الاصول ص ا ۵ ،مصر)

(2)(أخرجه الحميدي مسنده ۲ /۴۴۵(۱۰۲۵)،وأحمد في مسنده ۵۲/۳(۷۳۵۲) ، وابو يعلى في مسنده ۱۲ /۳۳(۶۶۸۱) ،وأبو نعيم في الحلية ۳۱۷/۷،وابن سعد في الطبقات ۲/ ۲۴۱ ، وأبو سعيد الجندي في فضائل المدينة ۳۹(۵۱)، وذكره البخاري في التاريخ الكبير ۴۷/۳ في ترجمة :حمزة بن المغيرة ،وابن أبي حاتم في الجرح والتعديل ۲۱۳/۳ ، في ترجمة : حمزة المغيرة الكوفي ،والعقيلي في التاريخ الكبير كما ذكره ابن عبد البر في التمهيد ۴۳/۳)

اولاً: اس روایت میں سفیان بن عیینہ متفرد ہے اگرتو کسی سند میں سماع کی صراحت نہ ہوتی تو یہ روایت سفیان بن عیینہ کی تدلیس کی وجہ سے معلل ٹھہرتی لیکن بعض کا ان سے تصریح سماع کے ساتھ بیان کرنا اس علت کو ختم کر دیتا ہے۔

ثانیا: اس روایت کو سفیان بن عیینہ کے علاوہ کسی نے بھی حمزہ بن مغیرہ سے بیان نہیں کیا اور نہ ہی حمزہ بن مغیرہ کے علاوہ کوئی اس کو سہیل بن ابوصالح سے بیان کرنے والا ہے۔

لہٰذا یہ روایت غرائب میں سے ہے۔

ثالثاً: سہیل بن ابوصالح۔ اس کے بارے میں محدثین میں اختلاف ہے یعنی بعض اس کی توثیق بیان کرتے ہیں اور بعض اس کی تضعیف کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ما أصلح حديثه . (1)

یعنی اس کی حدیث صالح نہیں۔

یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال : و ما صنع شيئا ، سهيل أثبت عندهم . (2)

فرمایا کہ ان کے پاس سہیل کی کوئی شے ثابت نہیں۔

یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سهيل ، والعلاء بن عبد الرحمن حديثهما قريب من السواء ، وليس حديثهمابحجة . رواه عباس الدوري عنه . (3)

سہیل اور علاء بن عبد الرحمٰن ان دونوں کی احادیث ایک دوسرے کے قریب ہیں اور ان کی احادیث حجت نہیں ہیں اس کو روایت کیا عباس دوری نے۔

---

(1) سیر اعلام النبلاء ۵/۲۹۰، و الجرح والتعدیل ۴/۲۳۰(۱۸۲)

(3.2) سیر اعلام النبلاء ۵/۲۹۱، و الجرح والتعدیل ۴/۲۳۰(۱۸۲)

و روى أحمد بن زهير ، عن يحيى بن معين ، قال : لم يزل أصحاب الحديث يتقون حديثه . وقال مرة ؛ ضعيف ، و مرة : ليس بذاك .(1)

اور احمد بن زہیر نے یحییٰ بن معین سے روایت کی فرمایا کہ: "ہمیشہ اصحاب حدیث اس کی حدیث سے اجتناب کرتے تھے اور ایک مرتبہ کہا کہ ضعیف ہے اور ایک مرتبہ کہا کہ وہ ایسا نہیں ہے۔

امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"يكتب حديثه ، ولا يحتج به وهو احب إلي من العلاء ، و من عمرو بن أبي عمرو .(2)

یعنی اس کی حدیث لکھی جائے گی اور اس کے ساتھ احتجاج نہیں کیا جائے گا اور وہ مجھے زیادہ پیارا ہے علاء اور عمرو بن ابو عمرو سے۔

امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مات أخ لسهيل ، فوجد عليه ، فنسي كثيرا من الحديث .(3)

یعنی سہیل کا بھائی فوت ہوگیا جس کے صدمہ کی وجہ سے وہ زیادہ احادیث بھول گیا تھا۔

امام مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

ذكره ابن حبان في جملة الثقات ، وقال : كان يخطئ و مات في ولاية أبي جعفر المنصور . وقال ابن سعد : مثله زاد ، وهو أخو عباد و كان سهيل

یعنی امام ابن حبان نے اس کا ذکر جملہ ثقات میں کیا اور کہا کہ غلطی کرتا تھا اور ابوجعفر منصور کے دور میں فوت ہوا، اور ابن سعد نے کہا ایسا ہی اور زیادہ کیا کہ وہ عباد کا بھائی ہے اور وہ

(۱) (سیر اعلام النبلاء ۲۹۱/۵)

(۲)(سیر اعلام النبلاء ۲۹۱/۵ و الجرح والتعدیل ۲۳۰/۴ (۱۱۸۲)

(۳) (سیر اعلام النبلاء ۲۹۱/۵)

ثقة كثير الحديث .وفي تاريخ البخاري كان سهيل مات له أخ فوجد عليه فنسي كثيرا من الحديث . وفي تاريخ ابن أبي خيثمة عن يحيى :لم يزل أصحاب الديث يتقون حديثه . وفي كتاب الجرح والتعديل لأبي الوليد عن يحيٰى : ليس بذلك وسئل عنه مرة أخرى فقال ضعيف .وفي تاريخ أبي جعفر العقيلي عنه : صويلح وفيه لين وقال أحمد بن صالح المصري : سهيل من المتقنين وانما ترى غلط في حديثه إلا ممن [illegible] عنه ،وقا ابن مردويه في كتاب أولاد المحدثين : كانوا ستة احوة [illegible] عباد و يحيٰى ، وقال الخليل : ثقة ولما ذكر له ابن القطان حديثا قال : و هذا مما ظهر فيه اختلاطه ....(١)

ثقہ، بہت زیادہ حدیث والا تھا ، اور تاریخ بخاری میں ہے کہ سہیل کا بھائی فوت ہو گیا جس کے صدمہ کی وجہ سے وہ زیادہ حدیثیں بھول گیا تھا،۔۔۔اور تاریخ ابن ابوخیثمہ میں یحیٰی سے روایت ہے کہ ہمیشہ احادیث والوں (یعنی محدثین) اس کی حدیث سے اجتناب کرتے تھے اور کتاب الجرح والتعدیل لابی ولید میں یحیٰی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ اوران سے دوسری مرتبہ اس کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ ضعیف ہے،اور تاریخ ابوجعفر عقیلی میں انہی سے ہے کہ صویلح اور اس میں کمزوری تھی ، اور احمد بن صالح مصری نے کہا کہ سہیل تھا تو پختہ لوگوں میں سے لیکن اس کی حدیث میں غلطی دیکھی گئی ہے مگر یہ دیکھا جائے گا کہ اس سے روایت کرنے والا کون ہے ،اور ابن مردویہ نے کتاب" اولاد المحدثین "میں کہا کہ چھ بھائی تھے اور

(١) اكمال تهذيب الكمال ٢/١٥٠.١٥١)

وانظر .الضعفاء الكبير للعقيلي ٢/٥٢٥.٥٢٦(٢٥٩)، الكامل لابن عدي ٣/٥٢٢ إلى ٥٢٦ (٨٦٦)و تاريخ الدوري ٢/٢٤٣،وكتاب الثقات لابن حبان ٣/٣٢١ = =

عباد اور یحییٰ کا اضافہ کیا ہے، اور خلیل نے کہا
کہ ثقہ ہے، ابن قطان نے اس کی حدیث کو
بیان کیا اور کہا کہ یہ حدیث اس کے اختلاط کا
شکار ہونے کے بعد کی ہے۔

مذکورہ بالا عبارات میں سے یہ باتیں ثابت ہوئیں کہ یہ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گیا تھا، جیسا کہ اکثریت نے اس کے بارے میں بیان کیا ہے اور دوسری بات یہ کہ اس کی احادیث میں غلطی کا امکان ہے جیسا کہ ابن حبان اور احمد بن صالح نے کہا ہے تو ایسا راوی جو اختلاط کا شکار ہو جائے اس کی روایات کے بارے میں علماء و محدثین نے یہ اصول بیان کیا ہے کہ اس کی روایات جو اس سے ثقہ لوگوں نے اختلاط سے پہلے سنی ہوں وہ قبول کی جائیں گی اور جو اختلاط کا شکار ہونے کے بعد اس سے اگرچہ ثقہ راویوں نے ہی بیان کی ہوں وہ قبول نہیں کی جائیں گی اور وہ راوی جن کے بارے میں علم نہ ہو سکے کہ انہوں نے اس سے قبل از اختلاط سماع کیا ہے یا بعد از اختلاط تو ایسی روایات بھی قبول نہیں کی جائیں گی جب تک اس کا علم نہ ہو جائے

= = و كتاب الوافي بالوفيات ۲۰/۱۲ (۳-۵۲)، وديون الضعفاء والمتروكين للذهبي ۳۶۶/۱ (۱۸۲۳)، وميزان الإعتدال ۳۳۹/۳، ۳۴۰ (۳۲۰۹)، والمغني في الضعفاء ۳۵۵/۱ (۲۱۹۱)، والكاشف ۳۰۹/۱، والجرح والتعديل لابن ابي حاتم ۳ ۳۰۲ (۱۱۸۲)، والطبقات الكبرى لابن سعد ۵ ـ ۳۰۲ (۱۲۵۰)، وتهذيب الكمال ۴۷۹/۳ (۲۶۲۳)، والإرشاد للخليلي ۲۱۷/۱، والعلل و معرفة الرجال لاحمد بن حنبل ۱۹/۲ (۱۴۰۶)، وتهذيب التهذيب ۲۳۱/۳، والكوكب النيرات ۳۶ (۳۰)، تاريخ ابن معين رواية الدارمي ۱۲۲ (۳۸۳)، والضعفاء والمتروكين لابن جوزي ۳۰/۲، وغيرهم.

کہ یہ روایت اس سے قبل از اختلاط کی گئی ہے۔

جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

"هو فن مهم لا يعرف فيه تصنيف مفرد وهو حقيق به . فمنهم من خلط لخرفه ، أو لذهاب بصره أو لغيره ، فيقبل ما روي عنهم قبل الاختلاط ، ولا يقبل ما بعد أو شک فيه .(1)

وہ ایک اہم فن ہے جس میں معروف نہیں ہوئی کوئی ایک تصنیف بھی جو کہ اس کے ساتھ موزوں ہو۔ پس ان میں سے کچھ تو فسادِ عقل کی وجہ سے 'اختلاط کرتے ہیں یعنی فاسد العقل ہونے کی وجہ سے یا نابینے ہونے کی وجہ سے یا اس کے علاوہ پس قبول کی جائے گی ان سے وہ روایت جو کہ اختلاط سے پہلے کی ہے اور نہیں قبول ہوگی جو کہ اختلاط کے بعد ہوگی یا جس میں شک کیا گیا ہو، (ان کی معرفت کے بیان میں جن کی آخری عمر اختلاط ہو گیا تھا)

اور یہی امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

والحــازمــي ألف فيمن خلطا	مـن الثـقـات آخــرا فـأسـقـطـا
مـا حـدثـوا فـي الاختلاط أو بشک	و بـاعتـبـار مـن روى عنهم يفک
كـابـنـي أبـي عـروبة والسـائب	و ذكـروا ربيـعـة لـكـن أبـي .(۲)

اور حازمی نے لکھا ہے کہ اس کے بارے میں جس نے اختلاط کیا ثقات سے آخری عمر میں پس گرا دیئے گئے جو بیان کیا انہوں نے اختلاط میں یا شک میں ساتھ اعتبار کرنے روایت کے ان

(۱)(تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي ۲/ ۳۲۳۔۳۲۴)
(۲)(الفية السيوطي في علم الحديث ۲۴۴)

میں سے پس توڑ دی جائیگی مثل ابن ابی عروبہ اور سائب کے اور ذکر کیا انہوں نے ربیعہ یعنی ربیعہ بن ابوعبدالرحمٰن کا۔

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

" و اعرف من الثقاة من قد خلطا أخرة مثل ابن سائب عطا المختلطون و هم من حصل لـه من الثقات الاختلاط في آخر عمره لفساد عقله خرفه أو لذهاب بصره ، أو غير ذلک من الأسباب . وقد اعتنى بتتبعهم الحازمي ثم العلائي في جزء مفرد وهو حقيق بذلک. تعين معرفتهم و تميز من سمع منهم قبل الاختلاط فيقبل أو بعده فيرد و كذا ما وقع الشک في وقته . (1)	اور میں پہچانتا ہوں ثقات سے جس نے خطا کی ہے دیر سے مثل ابن سائب عطاء کے مختلط لوگ وہ ہیں جن کو ثقات سے آخری عمر میں فسادِ عقل یا پاگل پن یا بصارت کا زائل ہو جانا یا اس کے علاوہ کوئی سبب حاصل ہو میری مراد حازمی کا تتبع کرنا اور پھر علائی کا جزء مفرد میں جو کہ اس کے لائق ہے متعین کرنا ان کی معرفت کا اور تمیز کرنا اس کا جس نے ان سے سنا اختلاط سے پہلے پس قبول کی جائیگی اور اختلاط کے بعد والی رد کی جائیگی اور اسی طرح وہ جس کے وقت میں شک واقع ہو۔

امام ابوعمر شہر وزی المشہور ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

" هذا فن عزيز مهم لم أعلم أحدا أفرده بالتصنيف واعتنى به مع كونه حقيقا بذلک جدا .وهم منقسمون :	یہ ایک عمدہ فن ہے میں نہیں جانتا کہ کسی نے اس کو علیحدہ بیان کیا ہو یعنی جو کہ بہت موزوں ہو اس کے ساتھ اور ان کی (یعنی مختلطین)

---

(1)(کتاب الغاية في شرح الهداية في علم الرواية ١/ ٢١٦.٢١٧)

فمنهم من خلط لاختلاطه وخرفه و منهم من خلط لذهاب بصره او لغير ذلک والحکم فيهم انه يقبل حديث من أخذ عنهم قبل الاختلاط ولا يقبل حديث من أخذ عنهم بعد الاختلاط أو أشکل امره فلم يدرهل أخذ عنه قبل الاختلاط أو بعده .(1)

چند قسمیں ہیں ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے اپنے اختلاط اور بے عقلی کی وجہ سے اور بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنے نابینا ہونے کی بناء پر یا اس کے علاوہ کسی وجہ سے اختلاط کیا اور حکم ان کا یہ ہے کہ ان سے حدیث قبول کی جائے گی جنہوں نے ان سے اختلاط سے پہلے لی ہوں اور ان سے قبول نہیں کی جائیں گی جنہوں نے اختلاط کے بعد لی ہوں یا معاملہ نامعلوم ہو گیا ہو کہ اس سے اختلاط سے پہلے لی تھی یا کہ بعد میں۔

حافظ ابن کثیر''الباعث الحثیث،، میں لکھتے ہیں:

"اما لخوف أو ضرر أو مرض أو عرض کعبد الله بن لهيعة لما ذهبت کتبه اختلط في عقله فمن سمع من هؤلاء قبل اختلاطهم قبلت روايتهم ، ومن سمع بعد ذلک أو شک في ذلک لم يقبل .(2)

یا خوف کی وجہ سے یا تکلیف کی وجہ سے یا مرض یا کسی عارضہ کی بنا پر مثل عبداللہ بن لھیعہ کے کہ جب اس کی کتابیں ضائع ہو گئیں تو اس کی عقل میں اختلاط واقع ہو گیا پس جس نے اس سے اختلاط سے پہلے سنا ان کی روایات قبول کی جائیں گی اور جس نے اختلاط کے بعد سنا یا شک پڑ گیا اس میں قبول نہیں کی جائیں گی۔

(1) (معرفة انواع علم الحديث ٣٩٣)

(2) (الباعث الحثيث ٢/٦٦٨)

تیسیر مصطلح الحدیث میں ہے کہ:

" ولا يقبل منها ما روي عنه بعد الاختلاط ، كذا شک فيه أنه قبل الاختلاط أو بعده .(1)

اور نہیں قبول کی جائیگی اس سے جس نے مختلط سے بعد از اختلاط روایت کیا اور اسی طرح اس سے جس کے بارے میں شک ہو جائے کہ اس نے اختلاط کے سے پہلے سنا ہے یا اس کے بعد۔

مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ''سہیل بن ابو صالح'' مجروح بھی ہے اور یہ آخری عمر میں اختلاط کا شکار بھی ہوگیا تھا اور حمزہ بن مغیرہ کے بارے میں ہمیں اپنے وسائل کی حد تک یہ نہیں مل سکا کہ اس نے اس سے اختلاط سے پہلے سنا ہو، لہٰذا باقی تمام باتوں سے قطع نظر کرتے ہوئے یہ روایت اس وقت تک قابل قبول نہیں ہوسکتی جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ حمزہ بن مغیرہ نے اس سے قبل از اختلاط سنا ہے۔

ثانیا: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے اس روایت کے آخری الفاظ تو آپ رضی اللہ تعالی عنہ کے اور شاگرد بھی روایت کرتے ہیں لیکن کسی ایک نے بھی اس روایت کے ابتدائی الفاظ بیان کرنے میں ابو صالح کی متابعت نہیں کی ملاحظہ فرمائیں:

ایک روایت میں آپ رضی اللہ تعالی عنہ سے مندرجہ ذیل الفاظ مروی ہیں:

" قاتل الله اليهود اتخذوا قبور انبيائهم مساجد . (2)

---

(1) (تيسر مصطلح الحديث ٢٢٨)

(2)(أخرجه البخاري في الصحيح (٣٢٦) باب الصلوة في البيعة ، ومسلم في الصحيح (٥٣٠) كتاب المساجد ،باب النهي عن بناء المساجد على القبور ،وأبو داود في السنن (٣٢٢٧) باب البناء على القبور ، والنسائي في السنن (٢٠٤٧)باب اتخاذ القبور = =

ان کو سعید بن مسیب نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے۔

اور یہی روایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابو سلمہ بھی روایت کرتے ہیں۔

جیسا کہ دارقطنی نے " العلل " میں ذکر کیا ہے۔

اور ایک روایت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مندرجہ ذیل الفاظ مروی ہیں:

" لعن اللّٰہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور أنبیائھم مساجد . (1)

ان کو یزید بن الاصم نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے۔

اور انہی الفاظ کو سعید بن مسیب نے بھی بیان کیا ہے(2)

اور ایک روایت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مندرجہ ذیل الفاظ مروی ہیں:

= = مساجد ، واحمد في مسنده ۲/۲۸۴(۷۸۱۳)و ۲/۳۹۶(۹۱۳۳)،و ابن حبان في الصحیح ۲/۹۵(۲۳۲۶)،و ابو یعلی في مسنده ۱۰ /۲۲۱(۵۸۴۴)و عبد الرزاق في المصنف ۱/۴۰۶(۱۵۸۹)و ابو عوانة في مسنده ۱/۳۹۹.۴۰۰والبیھقي في السنن الکبری ۴/۸۰(۷۰۱۰)،والنسائي في السنن الکبری ۴/۲۵۷(۷۰۹۲)وابو القاسم الجرجاني في تاریخه ۳۹۰،وانظر العلل للدارقطني ۷/۲۹۶ . ۲۹۷ ۲۹۸)واحمد في مسنده۲/۲۸۵(۷۸۱۸)،و ۲/۳۵۳(۹۸۴۹) و ۲/۵۱۸ (۱۰۷۲۶)و الطبراني في الأوسط ۸/۳۳۰ (۸۷۷۶)،وزادفیھم: والنصاری ''.

(1)(أخرجه مسلم في الصحیح (۵۳۰) کتاب المساجد ،باب النھی عن بناء المساجد علی القبور ،و إسحاق بن راھویه في مسنده ۱/۳۲۹(۳۱۶)

(2)(أخرجه أحمد في مسنده ۲ /۳۶۶(۸۷۷۴)غیر والنصاری ،۲/۵۱۸ (۱۰۷۲۷) والنسائي في السنن الکبری ۶۵۸۱(۲۱۷۴)غیر والنصاری ، والطبراني في مسند الشامیین ۳/۲۱(۱۷۲۲) وفیه:" الا لعنة اللّٰه علی الیھود . . الحدیث ،

" لعن اللّٰہ الذین اتخذوا قبور أنبیائهم مساجد . (1)

ان کو بھی سعید بن مسیب نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے۔

اور اسی طرح یہ روایت متعدد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ومروی ہے جیسا کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہم سے لیکن " اللّٰهم لا تجعل قبري وثنا يعبد ،، کے الفاظ کسی سے بھی ثابت نہیں ہیں۔

اور پھر ابوصالح کے علاوہ کوئی بھی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ الفاظ بیان نہیں کرتا اور نہ ہی ابوصالح سے سہیل کے علاوہ کوئی بیان کرنے والا ہے اور نہ ہی سہیل سے حمزہ بن مغیرہ کے علاوہ کوئی بیان کرنے والا ہے اور سہیل کی احادیث میں بقول امام ابن حبان اور احمد بن صالح مصری خطائیں ہیں تو یہ الفاظ " اللّٰهم لا تجعل قبري وثنا يعبد ،، اس کے اختلاط کی خطاؤں میں سے ایک خطا ہی ہے۔

اس بارے میں ان دو مرفوع روایات کے علاوہ اس بارے میں بیان کی جانے والی مرسل وغیرہ روایات کی حقیقت کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں:

امام ابن ابی شیبہ نے مصنف میں دو مقامات پر ان الفاظ کو مرسل بیان کیا جس کی سندیں یوں ہے:

حدثنا أبو خالد عن ابن عجلان عن زيد بن أسلم قال قال رسول اللّٰه ﷺ.

اللّٰهم لا تجعل قبري وثنا يصلى له ،اشتد غضب اللّٰه على قوم اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد . (2)

---

(1) (اخرجه احمد في مسنده ۲/۲۸۵(۷۸۲۲)

(2)ابن ابی شیبة في المصنف ۲/۱۵۲(۷۵۴۳) و ۳/۳۲(۱۱۸۱۸)

اولاً: اس روایت کی سند میں ابو خالد الأحمر، سلیمان بن حیان ہے اور یہ مدلس ہے اور یہاں بغیر صراحت سماع کے یہ روایت صیغہ عن کے ساتھ بیان کر رہا ہے۔

غیر مقلدین کے ذھبی زمان علیزئی نے لکھا کہ:" أبو خالد سليمان بن حيان الأحمر (جزء القرائة للبخاري بتحقيقي : ٢٦٧)ثقة وهو من المرتبة الثالثة . (1)

اور یہی علیزئی" نصر الباری،، میں لکھتا ہے کہ:

'' رواه أبو خالد الأحمر عن الهجري عن أبي عياض عنه " لیکن یہ سند ضعیف ہے ابو خالد مدلس ہے دیکھئے (ح ۲۶۷) یہ روایت معنعن ہے۔۔۔(2)

ثانیاً: اس روایت کی سند میں محمد بن عجلان ہے اس کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ :

" صدوق ، إلا أنه اختلطت عليه أحاديث أبي هريرة .(3) یعنی سچا ہے مگر اس پر حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی احادیث مختلط ہو گئیں تھیں۔

اور یہ مدلس بھی ہے۔جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ :

"محمد بن عجلان المدني ، تابعي صغير ، مشهور ، من شيوخ مالك ، وصفه ابن حبان بالتدليس .(4) محمد بن عجلان مدنی ،تابعی صغیر، مشہور، مالک کے شیوخ میں سے اور ابن حبان نے اس کو تدلیس کے ساتھ متصف کیا ہے۔

---

(1)(الفتح المبين في تحقيق طبقات المدلسين ١٠٨).

(2)(نصر الباري ١٨٥).

(3)(تقريب التهذيب ٢/٢٠٠).

(4)(طبقات المدلسين ٤١(٩٨).

اوراسی طرح ابوالوفاالحلبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو مدلسین میں شمار کیا ہے۔(1)

اورحافظ مقدسی، وغیرہ نے بھی مدلسین میں اس کا ذکر کیا ہے۔(2)

اور غیر مقلدین کے استاذالحدیث محمد یحییٰ گوندلوی ایک روایت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''ضعیف ہے،راوی محمد بن عجلان کواحمداورابن معین نے ثقہ کہاہےاوردیگرمحدثین کہتے ہیں سیء الحفظ ہے(الکاشف ص۶۹ ج ۳)اورطبقہ ثالثہ کا مدلس ہے۔۔۔(3)

پھراس کی سند میں بھی اضطراب واقع ہے کہ زید بن اسلم بھی خودرسول اللہ ﷺ سے بیان کرتا ہے جس کی حقیقت معضل کی ہے اور معضل روایت کے حکم کے بارے میں محمودالطحان نے لکھا کہ :

" المعضل حديث ضعيف، وهو أسوأ حالا من المرسل والمنقطع لكثرة المحذوفين من الاسناد، وهذا الحكم على المعضل بالاتفاق بين العلماء. (4)

یعنی اور معضل حدیث ضعیف ہے اوراس کا حال مرسل اور منقطع کے علاوہ ہے اسناد میں کثرت راویوں کی حذف کی وجہ سے اور معضل کے اس حکم میں علماء کا اتفاق ہے۔

اسی طرح اس روایت کوزید بن اسلم سے معمرنے اورمعمرسے عبدالرزاق نے بھی بیان کیا ہے۔

سنده : عبد الرزاق عن معمر عن زيد بن أسلم ان النبي ﷺ ..الحديث .(5)

اس کی سند میں امام عبدالرزاق ہیں جن کو غیر مقلدین کے ذھبی زمان علیزئی نے تیسرے طبقہ کا

---

(1) (التبيين لأسماء المدلسين ٥٢ وفي نسخة: ١٨٩ (٤١)

(2)(قصيدة المقدسي في المدلسين ٪۲)

(3)(ضعیف اور موضوع روایات ۸۴)

(4) تيسير مصطلح الحديث٧٥.٧٦)

(5)(عبد الرزاق في مسنده ١/٣٠٦،و في نسخة : ١/١٠٧ (٥٨٩) الصلاة على القبور)

مدلس لکھا ہے:

" ثقة حافظ ، مصنف شهير ، عمي في آخر عمره فتغير و كان يتشيع ...وهو من المرتبة الثالثة . (1)

اور یہ عن کے ساتھ روایت کر رہے ہیں لہذا غیر مقلدین کے ذہنی زمان کے نزدیک یہ بھی ضعیف ٹھہری۔ کیونکہ مدلس کا عنعنہ مردود ہوتا ہے۔

اور کبھی زید بن اسلم اس کو عطاء کے واسطہ سے مرسل بیان کرتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ نے اپنے موطا میں عطاء بن یسار سے مرسلا بیان کیا کہ:

"ان رسول اللہ ﷺ قال اللّٰهم لا تجعل قبری وثنا يعبد اشتد غضب الله على قوم اتخذوا قبور أنبياء هم مساجد .(2)

سنده : مالک عن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار ان رسول اللہ ﷺ الحدیث۔

اولا: زید بن اسلم سے اس کو روایت کرنے والے امام مالک، عمر بن محمد بن صہبان، معمر اور محمد بن عجلان ہیں اور ان کی روایات میں متن کے لحاظ سے بھی اضطراب موجود ہے کہ امام مالک کے الفاظ یہ ہیں:" اللّٰهم لا تجعل قبری وثنا يعبد اشتد غضب الله على قوم اتخذوا قبور أنبياء هم مساجد .(3)

اور محمد بن عمر بن صہبان کی روایت کی الفاظ یہ ہیں:

---

(1) (الفتح المبين في تحقيق طبقات المدلسين ۳۵)

(2) (موطا لامام مالک ۱۵۹ كتاب قصر الصلوة فی السفر باب جامع الصلوة ، وابن سعد في طبقات الكبرى ۲/ ۲۴۰ . ۲۴۱ وفي نسخة : ۲/ ۱۸۵ . ۱۸۶ من طريق مالک .)

(3) (موطا لامام مالک ۱۵۹ كتاب قصر الصلوة فی السفر باب جامع الصلوة ، وابن سعد في طبقات الكبرى ۲/ ۲۴۰ . ۲۴۱ وفي نسخة : ۲/ ۱۸۵ . ۱۸۶ من طريق مالک)

على قوم اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد . (1)

جبکہ معمر بن راشد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"اللّٰهم لا تجعل قبري وثنا يصلى إليه ، فانه اشتد غضب الله على قوم اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد .(2)

اور محمد بن عجلان کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

" اللّٰهم لا تجعل قبري وثنا يصلى له ، اشتد غضب الله على قوم اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد .(3)

لہذا یہ روایت باعتبار سند اور باعتبار متن مضطرب ہے کیونکہ زید بن اسلم کبھی خود بیان کرتا ہے اور کبھی عطا بن یسار سے مرسل اور کبھی حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع بیان کرتا ہے۔

ثانیاً: اس روایت کی سند کا دارومدار "زید بن أسلم العمری" پر ہے۔

جس کو حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مدلسین میں شمار کیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔(4)

گو کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو پہلے طبقہ میں ذکر کیا ہے اور اسی طرح غیر مقلدین کے امام وشیخ بدیع الدین راشدی سندی نے بھی اس کو مدلسین میں شمار کیا ہے(5)

اور یہاں یہ عن سے روایت کر رہے ہیں۔

---

(1)مسند بزار كما في كشف الاستار ١/٢٢٠(٤٤٠)،ومجمع الزوائد ٢/١٠٩ ١١٠

(2)(مصنف عبد الرزاق ١/٤٠٦،و في نسخة : ١/١٠٧(١٥٨٩)الصلاة على القبور).

(3)(مصنف ابن أبي شيبة ٢/١٥٢(٧٥٤٤) و ٣/٣٤(١١٨١٨)

(4)(طبقات المدلسين ٣٠(١١)

(5)(جزء منظوم في أسماء المدلسين ملحق الفتح المبين ٨٨)

اوراس کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

ثقة عالم و كان يرسل من الثالثة ،، . (1)	یعنی ثقہ عالم اور ارسال کرنے والے تیسرے طبقہ سے ہیں۔

اور ابن عیینہ فرماتے ہیں:

" كان زيد بن أسلم رجلا صالحا و كان في حفظه شيء .(2)	یعنی زید بن اسلم نیک آدمی تھا اور اس کے حافظے میں کچھ (کمزوری) تھا۔

ثالثا: بالفرض محال اگر باقی تمام باتوں سے صرف نظر کرتے ہوئے ترجیح کے اصولوں کا سہارا لیتے ہوئے امام مالک والی روایت کو صحیح تسلیم کر بھی لیا جائے تو یہ مرسل ثابت ہوگی اور مراسیل کے بارے میں کلام کرتے ہوئے۔ غیر مقلدین کے نواب صدیق حسن بھوپالوی لکھتے ہیں:

"... والحق عدم القبول و كذلك لا تقوم الحجة بالحديث المنقطع والمعضل . .(3)	اور حق یہ ہے کہ یہ نا قابل قبول ہے اور ایسے ہی منقطع اور معضل سے بھی حجت قائم نہیں ہوتی۔

غیر مقلدین کے نقتہ [illegible] اور جن کے بارے میں غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ علم حدیث کی تحقیق کے باب میں مہارت رکھنے والے ہیں یعنی ارشاد الحق اثری صاحب، سرفراز خان صفدر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''ان کے علاوہ یہ اثر مرسل بھی ہے اور جمہور محدثین کے نزدیک مرسل حجت نہیں(4)

---

(1) تقریب التهذيب

(2) تهذيب التهذيب

(3) حصول المامول من علم الاصول ۵۵

(4) توضيح الكلام ۱ ۵۳

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ:

"مرسل محدثین کرام رحمہم اللہ کے نزدیک ضعیف کی ایک قسم ہے امام مسلمؒ لکھتے ہیں: والمرسل من الروایات فی اصل قولنا و قول اهل العلم بالاخبار لیس بحجة (مقدمہ صحیح مسلم ص ۲۲) کہ مرسل احادیث ہمارے اور احادیث کا علم رکھنے والوں کے نزدیک حجت نہیں۔

امام ترمذیؒ لکھتے ہیں: والحدیث اذا کان مرسلا فانه لا یصح عند اکثر اهل الحدیث قد ضعفه غیر واحد منهم . (العلل مع شرح شفاء العلل ص ۳۹۷ ج ۴)

کہ جب حدیث مرسل ہوگی تو وہ اکثر اہل حدیث کے نزدیک صحیح نہ ہوگی متعدد اہل علم نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔(1)

مذکورہ بالا تمام ابحاث سے یہ بات معلوم ہوگی کہ ان میں سے کوئی روایت بھی اس قابل نہیں کہ اس کے ساتھ حجت قائم ہو سکے۔

لہٰذا ان روایات کا سہارا لے کر انبیاء اور اولیاء کی قبور کی زیارت سے روکنا غلط ہے جب کہ زیارت قبور کے جواز پر کئی ایک صحیح، صریح، مرفوع، غیر مضطرب احادیث موجود ہیں۔

جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا، إن شاء اللّٰه العزیز.

---

(1)(توضیح الکلام ۸۲۳)

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ:

عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت قال رسول الله ﷺ في مرضه الذي لم يقم منه "لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبيائهم مساجد،، [قالت] لولا ذلك أبرز قبره غير انه خشي أو خشي أن يتخذ مسجدا. (۱)

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض الموت میں ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا" حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ آپ ﷺ کی قبر کو مسجد بنا لیا جائے گا تو آپ ﷺ کی قبر کھلی فضا میں بنائی جاتی۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ میں کہتا ہوں کہ حقیقت یہ ہے کہ انسان جس مٹی سے پیدا کیا جاتا ہے وہ اسی مٹی میں دفن بھی ہوتا ہے یعنی جہاں کی مٹی کا وہ خمیر ہوتا ہے اسی میں وہ دفن ہوتا ہے۔

جیسا کہ حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ:

عن أبي سعيد الخدري قال : مر النبي ﷺ بجنازة عند قبر فقال قبر من هذا ؟ فقالوا : فلان الحبشي يا رسول الله فقال رسول الله ﷺ : لا إله إلا الله ،

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک جنازہ میں ایک قبر کے پاس سے گزرے تو ارشاد فرمایا یہ قبر کس کی ہے؟ تو (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم)

---

(۱) (أخرجه البخاري في الصحيح في الجنائز ۱/۲/۱۰۲،۱۰۳)(۱۳۹۰).

لا إله إلا الله سيق من أرضه و سمائه إلى تربته التي منها خلق . (1)

نے عرض کیا اے اللہ عزوجل کے رسول ﷺ یہ فلاں حبشی کی قبر ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''اللہ تعالی کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کو زمین و آسمان سے اس مٹی کی طرف چلایا گیا جس سے اس کو پیدا کیا گیا۔

اس حدیث مبارکہ کے بارے میں امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه ، وأنيس بن أبي يحي الأسلمي هو عم إبراهيم بن أبي يحي ،و أنيس ثقة معتمد ، ولهذا الحديث شواهد و أكثرها صحيحة . (2)

یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن شیخین نے اس کو بیان نہیں کیا، اور انیس بن ابو یحیی اسلمی وہ عم ابراہیم بن ابو یحیی ہے اور انیس ثقہ معتمد ہے اور اس حدیث کی کئی شواہد ہیں اور اکثر صحیح ہیں۔

اور حافظ ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام حاکم کی موافقت کرتے ہوئے فرمایا:

" صحيح ، وأنيس ثقة .وله شواهد صحيحة . (3)

صحیح ہے اور انیس ثقہ ہے اور اس کے صحیح شواہد موجود ہیں۔

مختار احمد ندوی نے ''شعب الایمان،، کے ذیل میں کہا کہ:"إسناده حسن ،، (4)

---

(1)(أخرجه الحاكم في المستدرك ۱/۳۶۷،۳۶۶(۱۳۸۷) كتاب الجنائز، وقال: هذا حديث صحيح الاسناد، والبيهقي في الشعب الايمان ۲۹۷/۱۲(۹۴۲۵)

(3.2) (مستدرک مع تلخيص ۱/۳۶۶،۳۶۷

(4)(الجامع لشعب الايمان ۲۹۷/۱۲

عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالی عنہما ان حبشیا دفن بالمدینۃ فقال رسول اللّٰہ ﷺ : دفن فی الطینۃ التی خلق منھا . (1)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک ایک حبشی مدینہ منورہ میں دفن کیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''دفن کیا گیا اس مٹی میں جس سے وہ پیدا کیا گیا تھا۔

اس روایت کی سند میں ضعف ہے لیکن یہ روایت اپنے شواہد کے ساتھ حسن کا درجہ پا جاتی ہے۔ جیسا کہ غیر مقلدین کے محدث ناصر الدین البانی نے اس روایت کو ,,سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ،، میں ذکر کیا ہے اور اس پر حسن کا حکم لگایا ہے، ملاحظہ ہو ناصر الدین البانی کی عبارت:

رواہ ابو نعیم فی أخبار أصبھان (۲/۳۰۴) والخطیب فی الموضح (۲/۱۰۴) عن عبد اللّٰہ بن عیسٰی : حدثنا یحیٰی البکاء عن ابن عمر أن حبشیا دفن بالمدینۃ فقال رسول اللّٰہ ﷺ فذکرہ . قلت : و ھذا إسناد ضعیف ، یحیٰی البکاء وھو ابن مسلم البصری ضعیف .و مثلہ عبد اللّٰہ بن عیسٰی وھو الخزاز البصری ،و بہ وحدہ أعلہ الھیثمی (۳/۴۲) بعد أن

یعنی اس کو ابو نعیم نے اخبار اصبہان میں روایت کیا ہے اور خطیب نے الموضح ، میں عبد اللہ بن عیسیٰ سے اس نے کہا کہ ہم سے یحیٰی بکاء نے بیان کیا ، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انہوں نے فرمایا کہ بے شک ایک حبشی مدینہ منورہ میں دفن کیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، آگے اسی کو ذکر کیا۔ میں کہتا ہوں (یعنی ناصر الدین البانی) اور یہ سند ضعیف ہے۔ یحیٰی بکاء، وہ ابن مسلم بصری ضعیف ہے اور اسی کی مثل عبد اللہ بن عیسیٰ اور

---

(۱) (أخرجہ الخطیب فی الموضح أوھام الجمع التفریق ۲/۲۱۷(۲۷۸) ذکر عبد اللہ بن عیسی الخزاز البصری ،و أبو نعیم فی أخبار اصبھان ۲/۳۰۴)

عزاه للطبراني في الكبير . وله شاهد
من حديث عبد الله بن جعفر بن نجيح
ثنا أبي : ثنا أنيس بن أبي يحي عن أبيه
عن أبي سعيد : أن النبي ﷺ مر
بالمدينة فرأى جماعة يحفرون قبرا ،
فسأل عنه فقالوا : حبشيا قدم فمات ،
فقال النبي ﷺ : لا إله إلا الله سيق من
أرضه و سمائه إلى التربة التي خلق منها
أخرجه البزار (رقم ٨٤٢ كشف
الأستار) و(ص ٩١ زوائد ابن حجر)
قال : لا نعلمه عن أبي سعيد إلا بهذا
الإسناد ، و أنيس و أبوه صالحان .
قلت : وعبد الله بن جعفر ضعيف ، و
أبوه لم أعرفه وله شاهد آخر من
حديث أبي الدرداء نحوه . قال
الهيثمي : رواه الطبراني في الأوسط ،
وفيه الأحوص بن حكيم وثقه العجلي و
ضعفه الجمهور .قلت فالحديث عندي
حسن بمجموع طرقه . والله أعلم . .

وہ خزاز بصری ہے۔۔۔۔۔۔
اور اس کا شاہد عبد اللہ بن جعفر بن نجیح کی
حدیث ہے کہ ہم سے میرے باپ نے بیان
کیا ،اس نے کہا کہ ہم سے انیس بن ابو یحیی
نے بیان کیا اپنے والد سے، اور اس نے
حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالی عنہ سے کہ بے
شک نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں ایک ایسی
جماعت پر سے گزرے جن کو آپ ﷺ نے
قبر کھودتے ہوئے دیکھا تو ان سے اس کے
بارے میں پوچھا تو انہوں نے عرض کی کہ
ایک حبشی یہاں آیا اور فوت ہو گیا ہے تو نبی
اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''لا الہ الا اللہ
،اس کو زمین و آسمان سے اس مٹی کی طرف
چلایا گیا جس سے اس کو پیدا کیا گیا۔اس کو
بزار نے بیان کیا اور کہا کہ ہم اس کو حضرت ابو
سعید رضی اللہ تعالی عنہ سے اس سند کے علاوہ
نہیں جانتے اور انیس اور اس کا باپ دونوں
صالح ہیں۔میں کہتا ہوں (یعنی ناصر الدین
البانی) اور عبداللہ بن جعفر ضعیف ہے اور اس

کے باپ کو میں نہیں پہچانتا۔اور اس کا ایک اور شاہد ہے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث اسی کی طرح، امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کو طبرانی نے اوسط میں بیان کیا ہے ، اور اس میں احوص بن حکیم ہے اور اس کی توثیق کی عجلی نے اور جمہور نے اس کی تضعیف کی ہے۔میں کہتا ہوں (یعنی ناصر الدین البانی) پس یہ حدیث میرے نزدیک اپنے تمام طرق کے ساتھ حسن ہے۔واللہ اعلم۔(۱)

اور اسی البانی کی اتباع کرتے ہوئے حمدی الدمرداش محمد نے بھی الجامع الصغیر کی تحقیق میں اس روایت کو حسن کہا ہے، لکھتا ہے:

[حسن]أخرجه الطبراني في الكبير (۳/۴۲ مجمع)،و أبو نعيم في أخبار أصبهان (۲/۳۰۴) عن ابن عمر ، وحسنه الألباني في صحيح الجامع (۱/۳۳۸۹) ، والصحيحة(۱۸۵۸) (۲)

یعنی حسن ہے اس کا اخراج کیا طبرانی نے معجم کبیر میں اور ابو نعیم نے اخبار اصبہان میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے اور اس کی تحسین کی البانی نے جامع صحیح میں اور صحیحہ میں۔

---

(۱)(السلسلة الأحاديث الصحيحة ۴/۴۷۳، ۴۷۴(۱۸۵۸)

(۲) (الجامع الصغير من حديث البشير النذير ۲/۸۷۹

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے "التذکرۃ" میں باقاعدہ ایک باب قائم کیا ہے "باب یدفن العبد في الأرض التي خلق منها " یعنی بندہ اسی زمین میں دفن ہوتا ہے جس سے وہ پیدا کیا جاتا ہے۔

اور اس باب میں حضرت مطر بن عکامس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت لائے ہیں جس کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے، جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

إذا قضى الله لعبد أن يموت بأرض جعل له إليها حاجة . جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے لئے کسی جگہ پر موت لکھ دیتا ہے تو وہاں اس کے لئے کوئی حاجت پیدا کر دیتا ہے۔

(اس حدیث مبارکہ کو امام ترمذی، امام حاکم، امام احمد، امام ابونعیم اور امام بخاری وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم نے بیان کیا ہے(۱)

اور اس کے بعد حضرت ابوعزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

إذا أراد الله قبض عبد بأرض جعل له إليها حاجة . جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کی موت کسی جگہ مقرر فرماتا ہے تو اس کے لئے وہاں کوئی حاجت

---

(۱)أخرجه الترملي في الجامع (۲۱۵۱) كتاب القلر بباب ماجاء ان النفس تموت حيث ما كتب لها ،والحاكم في المستدرك ۱/۱۳۹(۱۲۵. ۱۲۶) كتاب الايمان ، و ۳۷۷(۱۳۹۰) كتاب الجنائز ، واحمد في مسنده ۵/ ۲۲۷ ،وابو نعيم في الحلية ۳/۳۴۲، والبخاري في تاريخ الكبير۷/ ۲۸۷، والمقدسي في الأحاديث المختارة ۳/ ۱۱۶ ،والطبراني في الأوسط ۳/ ۹۴ (۲۵۹۶)،وفي الكبير ۲۰/ ۳۴۳. ۳۴۴(۸۰۷. ۸۰۸)،والقضاعي في مسند الشهاب ۲/ ۲۹۶ (۱۳۹۶)،وقال الترملي هذا حديث حسن غريب. وصححه الحاكم ووافقه الذهبي .

پیدا فرما دیتا ہے۔

(اس روایت کو امام حاکم، ابن حبان اور امام بخاری وغیرہم نے روایت کیا ہے(۱)

اس کے بعد ایک شعر نقل کرنے کے بعد حکیم ترمذی کی نوادر الاصول سے حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ذکر کرتے ہیں جس میں ہے کہ:

خرج علینا رسول اللہ ﷺ یطوف ببعض نواحي المدینة و إذا بقبر یحفر فاقبل حتی وقف علیه فقال :لمن هذا ؟ قیل لرجل من الحبشة فقال لا إله إلا الله سیق من أرضه و سمائه حتی دفن في الأرض التي خلق منها . (۲)

یعنی رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ کے بعض نواح میں پھرتے ہوئے ہم پر تشریف لائے اور اس وقت ہم ایک قبر کھود رہے تھے، پس آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے حتی کہ اس کو دیکھ کر فرمایا: یہ کس کے لئے ہے؟ کہا گیا ایک حبشی آدمی کے لئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "لا الٰہ الا اللہ، اس کو زمین و آسمان سے اس مٹی کی طرف چلایا گیا جس سے اس کو پیدا کیا گیا۔

---

(۱)(أخرجه الحاكم في المستدرك ۱۳۹/۱ (۱۲۷)،و ابن حبان في الصحيح ۱۹/۱۴ (۶۱۵۱)،والبخاري في الأدب المفرد ۲۷۳(۷۸۰) ،و احمد في مسنده ۲۱۹/۳، و الطيالسي في مسنده ۱۸۸(۱۳۲۵)،والترمذي (۲۱۵۲)،و ابو يعلى في مسنده ۲۲۸/۲ (۹۲۷)،والشيباني في الأحاد والمثاني ۳۰۷/۲(۱۰۲۹)،والطبراني في الكبير ۲۷۶/۲۲(۷۰۶،۷۰۷،۷۰۸)،وغيرهم .وقال الحاكم هذا حديث صحيح .وقال المباركفوري في التحفة الأحوذي ۳۰۰/۲ . وقال الترمذي :هذا حديث صحيح. وقال شعيب الأرنؤوط:في تحقيق صحيح ابن حبان "اسناده صحيح .

(۲)(نوادر الأصول ۲۶۶/۱،۲۶۷،الأصل الثاني والخمسون)

اس کے بعد پھر ایک باب قائم کرتے ہیں کہ: "باب ما جاء أن كل رجل عبد يذر عليه من تراب حفرته وفي الرزق والأجل وبيان قوله تعالى مخلقة و غير مخلقة ،، یعنی اس بارے میں باب کہ ہر آدمی پر اس کی تخلیق کے وقت اس کی قبر کی مٹی اس پر چھڑکی جاتی ہے، بندہ کا رزق اور اس کی عمر کا بیان اور اللہ تعالی کے فرمان ﴿مخلقة و غير مخلقة﴾ کی تفسیر کا بیان۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ما من مولود إلا وقد ذر عليه من تراب حفرته ،قال أبو عاصم النبيل : ما نجد لأبي بكر و عمر رضي الله تعالى عنهما فضيلة مثل هذه لأن طينتهما من طينة رسول الله ﷺ.(1)

کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا مگر اسکی قبر کی مٹی سے تھوڑی سی مقدار کو اس پر چھڑکا جاتا ہے، ابو عاصم نبیل فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس کی مثل کوئی دوسری فضیلت نہیں پاتے کہ ان دونوں حضرات کی مٹی وہی ہے جو رسول مکرم کی مٹی ہے۔

یہ حدیث غریب ہے ابن عون کی احادیث سے، اور ہم نے اس کو نہیں لکھا مگر ابو عاصم نبیل سے جو بصرہ کے جلیل القدر ثقہ علما میں سے ایک ہیں۔

حکیم ترمذی ابو عبداللہ نے نوادر الاصول، میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے

(1)(اخرجه ابو نعيم في حلية الاولياء ٢/٨١، ٣٠٩، ٢٢٣، في ترجمة ابن سيرين ، وابن عساكر في تاريخ مدينة دمشق ٣٣/٢٢، وذكره المتقي الهندي في كنز العمال ١٥/٢٩١، (٤٢٦٠٠) عن أبي هريرة بلفظ ما من مولود الا و ينش عليه من تراب حفرته و عزاه الى أبو نصر بن حاجي بن الحسين في جزئه والرافعي)

وہ بیان کرتے ہیں:

ایک فرشتہ رحم پر مقرر ہے، وہ نطفہ کو رحم سے لے کر ہاتھ پر رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ اے رب! اسکو پیدا کیا جائے گا یا نہ؟ اگر اللہ تعالی فرماتا ہے کہ پیدا ہوگا تو یہ پوچھتا ہے کہ اس کا رزق کیا ہے؟ اثر کیا ہے؟ موت کا وقت کیا ہے؟ اللہ تعالی فرماتا ہے: لوح محفوظ میں دیکھو! تو وہ لوح محفوظ میں دیکھتا ہے تو سب چیزیں لوح محفوظ میں لکھی دیکھتا ہے، پھر وہ اس کے دفنانے کی جگہ کی مٹی لے کر اس میں اس کے نطفہ کو گوندھتا ہے۔

یہی مراد ہے اللہ تعالی کے قول کی: ﴿ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ ﴾(1)

ترجمہ: ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں پھر لے جائیں گے۔

علقمہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ:

''ایک فرشتہ رحم پر مقرر ہے، جب نطفہ رحم میں ٹھہرتا ہے تو فرشتہ اسے اپنے ہاتھ میں لے کر پوچھتا ہے: اے اللہ! یہ پیدا ہونے والا ہے یا نہیں؟ اگر وہ کہتا ہے کہ پیدا ہونے والا نہیں تو رحم اسے پھینک دیتا ہے، اور اگر کہتا ہے کہ پیدا ہونے والا ہے تو فرشتہ پوچھتا ہے کہ: اے اللہ! مرد ہے یا عورت؟ بد بخت ہے یا نیک بخت؟ اسکی موت کا وقت کیا ہے؟ اثر کیا ہے؟ رزق کیا ہے؟ کس زمین میں مرے گا؟ تو اللہ تعالی فرمائے گا کہ یہ سب کچھ لوح محفوظ میں دیکھو، تو نطفہ سے پوچھا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے اللہ تعالی، پوچھا جاتا ہے کہ تیرا رازق کون ہے؟ کہتا ہے کہ اللہ تعالی۔ تو اسے پیدا کر دیا جاتا ہے، وہ اپنے گھر والوں میں زندہ رہتا ہے اور اپنا رزق کھاتا ہے اور اپنے نشانات قدم بناتا ہے اور جب موت آتی ہے تو مر جاتا ہے اور اسی جگہ دفن ہوتا ہے۔

ابن سیرین رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: اگر میں قسم کھا کر (اور میں بغیر استثنا اور بغیر شک کے قسم

---

(1) [سورۃ طٰہٰ: ۵۵]

کھانے میں سچا اور نیک ہوں گا) کیوں کہ بلاریب اللہ تعالی نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ایک ہی مٹی سے پیدا فرمایا اور پھر ان کو اسی زمین کی طرف لوٹایا ہے تو میں اپنے اس حلف میں سچا ہوں گا۔

شیخ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ السلام بھی اسی مٹی سے پیدا ہوئے، اس کا تفصیلی بیان ان شاء اللہ کتاب کے آخر میں آئے گا اور یہ باب اس آیت کی تفسیر کرتا ہے کہ:

﴿یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ﴾ (1) — اے لوگو! اگر تمہیں قیامت کے دن جینے میں کچھ شک ہو تو یہ غور کرو کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا مٹی سے۔

اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ﴾(2) — وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔

اور اسی طرح آیت ہے:

﴿ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ﴾(3) — پھر اس کی نسل رکھی ایک بے قدر پانی کے خلاصہ سے (یعنی نطفہ سے)۔

ہم نے اپنی کتاب ''الجامع الاحکام القرآن'' میں جو کچھ بیان کیا ہے، اس سے آیات اور احادیث میں بظاہر جو تعارض معلوم ہوتا تھا، وہ ختم ہو جاتا ہے اور یہ باب ان تمام باتوں کا جامع ہے(4)

---

(1)[سورۃالحج:۵]

(2)[سورۃ الأنعام:۲]

(3)[سورۃالسجدہ:۸]

(4)(التذکرۃ الموتی والقبور ۱/۹۳۔۹۵)

میں کہتا ہوں ان روایات کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جس کو خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے بیان کیا ہے:

قال رسول اللہ ﷺ : ما من مولود إلا وفي سرته من تربته التي تو لد منها فاذا رد إلى أرذل العمر عمره رد إلى تربته التي خلق منها حتى يدفن فيها و إني و أبو بكر و عمر خلقنا من تربة واحدة و فيها ندفن . (1)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا مگر اس کی ناف میں اس زمین کی مٹی ہوتی ہے جس سے اس کو پیدا کیا جاتا ہے پس جب وہ اپنی آخری عمر کو پہنچتا ہے تو اس کو اس مٹی کی طرف لوٹایا جاتا ہے جس سے پیدا کیا گیا تھا اور میں اور ابو بکر و عمر ایک مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں اور اسی میں دفن ہوں گے۔

اس روایت کی سند کے ایک راوی "موسی بن سہل،، کی امام دارقطنی نے تضعیف کی ہے۔

اس کا شاہد امام ابن عساکر نے حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے بیان کیا ہے کہ:

عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ ما من آدمي إلا و من تربته في سرته فاذا دنا أجله قبضه الله من التربة التي منها خلق و فيها يدفن ،وخلقت أنا و أبو بكر وعمر من طينة واحدة و ندفن جميعا في بقعة واحدة .(2)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی بھی آدمی نہیں، مگر اس کی تربت کی جگہ کی مٹی اس کی ناف میں ہوتی ہے پس جب اس کی موت قریب آجائے تو اللہ اس کو قبض کرتا ہے اس مٹی سے جس سے وہ پیدا کیا گیا ہے

(1) (أخرجه الخطيب في تاريخه ٢/ ٣١١(٦٤٢) في ترجمة محمد بن عبد الرحمن البغدادي ، و ابن عساكر في تاريخه ٤٤/ ١٢٠، ١٢١ بطريقين)

(2)(أخرجه ابن عساكر في تاريخ مدينة دمشق ٤٤/ ١٢١)

اسی میں دفن کیا جاتا ہے اور میں اور ابو بکر اور
عمر ایک مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں اور ایک ہی
بقعہ میں ہم اکٹھے دفن کیے جائیں گے۔

مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آدمی اس جگہ دفن ہوتا ہے جہاں کی مٹی
اس کی ناف میں ہوتی ہے، اور نبی اسی جگہ دفن ہوتا ہے جہاں وہ فوت ہوتا ہے۔

جیسا کہ موطا امام مالک میں ہے کہ:

حدثني يحيى، عن مالك أنه بلغه ان رسول الله ﷺ توفي يوم الاثنين، ودفن يوم الثلاثاء، وصلى الناس عليه افذاذا لا يؤمهم أحد فقال ناس يدفن عند المنبر وقال آخرون يدفن بالبقيع فجاء أبو بكر الصديق فقال سمعت رسول الله ﷺ يقول ما دفن نبي قط إلا في مكانه الذي توفي فيه. فحفر له فيه،...(1)

یعنی امام مالک کو یہ بات پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے پیر کے روز وفات پائی اور منگل کے روز دفن کیے گئے لوگوں نے خود آپ ﷺ پر نماز پڑھی اور ان کا امام کوئی نہ تھا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ آپ ﷺ کو منبر کے پاس دفن کیا جائے اور دوسرے حضرات نے کہا کہ بقیع میں، جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی جس جگہ فوت ہوتا ہے اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے، پس اسی جگہ آپ ﷺ کی قبر کھودی گئی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی سند تو بیان نہیں کی لیکن امام ابن عبد البر

(1) مؤطا لامام مالک ۲ ۱۲ كتاب الجنائز ،وابن سعد في الطبقات الكبرى ۲ ۲۲۲)

رحمۃ اللہ علیہ نے ''التمھید،، میں لکھا کہ:

هذا الحديث لا أعلمه يروى على هذا النسق بوجه من الوجوه غير بلاغ مالك هذا، ولكنه صحيح من وجوه مختلفة و أحاديث شتى جمعها مالك. والله أعلم۔(1)

یعنی اس حدیث کو میں نہیں جانتا کہ یہ اس وجہ کے علاوہ کسی وجہ سے بیان کی گئی ہو سوائے مالک کے بلاغ کے، لیکن وہ مختلف وجوہ کی بنا پر صحیح ہے اور مختلف احادیث کو مالک نے جمع کیا ہے واللہ اعلم۔

اس مفہوم کی کئی روایات کتب احادیث و سیر میں مروی ہیں۔

جن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی تعالیٰ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ:

قالت: لما قبض رسول الله ﷺ اختلفوا في دفنه، فقال أبو بكر: سمعت رسول الله ﷺ شيئا ما نسيته. قال: ما قبض الله نبيا إلا في الموضع الذي يحب أن يدفن فيه. ادفنوه في مواضع فراشه، (2)

فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو آپ ﷺ کے دفن کرنے کی جگہ میں اختلاف پیدا ہو گیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے جس کو میں بھولا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو ایسی جگہ وفات دیتا ہے جہاں وہ دفن ہونا پسند کرے، ان کے بستر کی جگہ دفن کرو۔

---

(1)(موسوعة شروح الموطا۷/۵۲۰، والتهيد)

(2)(اخرجه الترمذي في الجامع (۱۰۱۸) كتاب الجنائز، وأبو يعلى في مسنده ۱/۴۲(۴۵)، والبزار في مسنده ۱/۱۳۰و۱۸۶(۲۰و۲۱م) والمروزي في مسند ابي بكر الصديق ۹۵(۴۳)

اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"هذا حديث غريب، وعبد الرحمن بن أبي بكر المليكي يضعف من حفظه وقد روى هذا الحديث هذا الوجه فرواه ابن عباس عن ابي بكر الصديق عن النبي ﷺ ايضا .

یہ حدیث غریب ہے اور عبدالرحمٰن بن ابو بکر ملیکی، اس کا حافظہ کمزور تھا، اور تحقیق اس روایت کو اس وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے بیان کیا ہے۔

عبدالرحمٰن بن ابو بکر ملیکی کی سند کے علاوہ یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں جس کو بعض نے مفصل اور بعض نے مختصر بیان کیا ہے، اس میں ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

ما قبض نبي إلا دفن حيث يقبض قال فرفعوا الفراش رسول الله ﷺ فحفروا له ..الحديث (1)

یعنی نبی کی روح جہاں قبض کی جاتی ہے وہیں اسے دفن بھی کیا جاتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا: پس رسول اللہ ﷺ کا بستر مبارک اٹھاؤ اور آپ ﷺ کے لئے قبر کھودو۔

امام شہاب الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ اس کی سند کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

هذا إسناد فيه الحسين بن عبد الله بن

یعنی اس سند میں حسین بن عبداللہ بن عبیداللہ

(1)(أخرجه ابن ماجه في السنن (١٦٢٨) في الجنائز، باب ذكر وفاته ودفنه ﷺ، و ابو يعلى في مسنده ٣٠، ٣١(٢٢، ٢٣)، والبزار في مسنده ١/٤١(١٨)والمروزي في مسند أبي بكر ٤٧، ٤٨(٢٦، ٢٧) والبيهقي في الدلائل ٧/٢٦٠)

عبيد الله بن عباس الهاشمي تركه أحمد بن حنبل و علي بن المديني والنسائي وقال البخاري يقال انه كان يتهم بالزندقة وقواه ابن عدي و باقي رجال الاسناد ثقات .(1)

بن عباس ہاشمی ہے اس کو ترک کیا احمد بن حنبل علی بن مدینی اور نسائی نے اور بخاری نے کہا: کہا گیا ہے کہ یہ متہم بالزندقہ تھا اور ابن عدی نے اس کی تقویت بیان کی ہے اور باقی رجال ثقہ ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ امام بیہقی اور حافظ ابن کثیر نے واقدی کے طریق سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک سند بیان کی ہے۔(2) جس میں حسین بن عبداللہ کا متابع داود بن حصین ہے جو کہ حضرت عکرمہ عن ابن عباس روایت کر رہا ہے اور داود بن حصین کی توثیق ابن سعد، عجلی، ابن حبان وغیرہم نے کی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ ایک اور طریق سے بھی مروی ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے ذکر کیا ہے کہ:

"وقال الأموي : عن أبيه عن ابن إسحاق ، عن رجل حدثه ، عن عروة ، عن عائشة :أن أبا بكر قال سمعت رسول الله ﷺ يقول : انه لم يدفن نبي قط إلا حيث قبض .(3)

بسند مذکور عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ بے شک حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک نبی دفن نہیں ہوتا مگر وہاں جہاں اس کی روح کو قبض کیا جاتا ہے۔

---

(1) (زوائد ابن ماجه على الكتب الخمسة ٢٣٩(٥٥٧)

(2) (دلائل النبوة للبيهقي ٢٦١/٧ ،والبداية النهاية لابن كثير ٢٨٠/٥)

(3) (البداية والنهاية ٢٨٩/٥ لابن كثير)

ان مرفوع روایات کو کئی مرسل وموقوف روایات سے بھی تائید حاصل ہوتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو حجرہ مبارکہ میں دفن کرنے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ لوگ اس کو عبادت گاہ نہ بنالیں بلکہ اُس کی وجہ یہی تھی کہ نبی کو جہاں وفات دی جاتی ہے اُسی جگہ نبی کی قبر بنائی جاتی ہے، اوران میں سے ایک روایت وہ ہے جس کو حافظ ابن کثیر نے محمد بن اسحاق کی طریق سے محمد بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن الحصین أو محمد بن جعفر بن الزبیر سے بیان کیا ہے جس میں ہے کہ:

" لما مات رسول الله ﷺ اختلفوا في دفنه ، فقالوا : كيف ندفنه مع الناس او في بيوته ؟ فقال أبو بكر : إني سمعت رسول الله ﷺ يقول : ما قبض نبيا إلا دفن حيث قبض . (1)

یعنی جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ ﷺ کے دفن میں اختلاف پیدا ہوا، پس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہنے لگے کہ آپ ﷺ کو لوگوں کے ساتھ عام قبرستان میں دفن کیا جائے یا آپ ﷺ کے گھروں میں؟ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے [illegible] ﷺ [illegible] ہوئے سنا ہے [illegible] آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا" اللہ تعالیٰ نبی کی روح کو قبض نہیں فرماتا مگر جہاں اس کو دفن کیا جانا ہوتا ہے۔

اسی طرح یہ روایت عبدالرحمٰن بن سعید بن یربوع سے بھی مروی ہے جیسا کہ امام بیہقی اور حافظ ابن کثیر نے بیان کیا ہے، اس میں ہے کہ:

لما توفي النبي ﷺ اختلفوا في

یعنی جب نبی اکرم ﷺ کی وفات ہوئی تو

---

(1) (دلائل النبوة للبیهقی ٧/٢٦٠-٢٦١، البداية والنهاية ٥/٢٨٩ لابن كثير)

موضع قبره ، فقال قائل : في البقيع ، فقد كان يكثر الاستغفار لهم ، وقال قائل : عند منبره ، وقال قائل : في مصلاه ، فجاء أبو بكر ، فقال : ان عندي من هذا خبرا و علما ، سمعت النبي ﷺ يقول : ما قبض نبي الا دفن حيث توفي . (1)

ہوئی تو آپ ﷺ کی قبر کی جگہ میں اختلاف پیدا ہوا، پس کہنے والوں میں سے ایک نے کہا کہ بقیع میں، پس تحقیق وہ ان کے لئے بہت زیادہ استغفار کر رہے تھے، اور کہنے والوں میں سے ایک نے کہا کہ آپ ﷺ کے منبر کے پاس اور کہنے والوں میں سے ایک نے کہا کہ آپ ﷺ کے نماز پڑھنے کی جگہ، پس حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو انہوں نے کہا کہ بے شک میرے پاس اس بارے میں خبر اور علم ہے میں نے نبی اکرم کو [illegible] سنا کہ نبی کی روح نہیں قبض کی [illegible]

اور انہی میں سے ایک وہ روایت [illegible] کو امام عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں [illegible] عن ابیہ کے طریق سے مرسلا روایت کیا ہے جس کی سند یہ ہے:

عبد الرزاق عن ابن جريج قال : اخبرني أبي ... أن أصحاب النبي لم يدروا أين يقبرون النبي ﷺ حتى قال أبو بكر . سمعت رسول الله يقول :

یعنی بے شک نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو معلوم نہیں تھا کہ نبی اکرم ﷺ کی قبر انور کہاں بنائیں، یہاں تک کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

---

(1) (دلائل النبوة للبيهقي ٧/٢٦١، والبداية والنهاية لابن كثير ٢٨٠)

لم يقبر نبي الا حيث يموت ..الحديث .(1)

نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کی قبر نہیں بنائی جاتی مگر جہاں وہ فوت ہوتا ہے۔

اس روایت کے سارے راوی ثقہ ہیں۔ مصنف عبدالرزاق میں عبدالرزاق عنعنہ سے روایت کر رہے ہیں جبکہ مسند احمد میں امام عبدالرزاق سے سماع کی تصریح موجود ہے کیونکہ وہاں وہ ''قال أخبرني،، کے الفاظ کے ساتھ بیان کر رہے ہیں۔

اور پھر اس روایت کو امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے مصنف میں روایت کیا ہے جس کی سند اور الفاظ یہ ہیں:

" حدثنا عيسى بن يونس عن ابن جريج عن أبيه أنهم شكوا في قبر النبي ﷺ أين يدفنونه ؟ فقال أبو بكر : سمعت النبي ﷺ يقول : ان النبي لا يحول عن مكانه ، يدفن حيث يموت ،فنحوا فراشه فحفروا له موضع فراشه . (2)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الجامع الصغیر،، میں اس پر ''حسن'' کی رمز لکھی ہے (3)

حمدي الدمرداش محمد نے تحقیق ''الجامع الصغیر،، میں اس کے ذیل میں لکھا کہ :

" [صحيح] أخرجه أحمد في مسنده (١/٧)عن أبي بكر . وصححه الألباني في صحيح الجامع (٥٢٠١/٢) ،وتحلير الساجد (ص١٠،١١) (4)

---

(1)أخرجه عبد الرزاق في المصنف ٣٣٦/٣(٦٥٦١)في الجنائز ، باب لا ينقل الرجل من حيث يموت، وأحمد في مسنده ١/٧(٢٧)

(2) (أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف ٣٢٨/٧(٣٧٠١١) باب ماجاء في وفاة النبي ﷺ

(3)(الجامع الصغير ١٣٨٦/٣(٧٣٦٣)

(4)(الجامع الصغير ١٣٨٦/٣(٧٣٦٣)

اور ناصر الدین البانی نے "الجامع الصغیر" کی تحقیق میں اس کو صحیح کہا ہے(1)

معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مرفوع احادیث کو ان مراسیل جن میں صحیح، حسن موجود ہیں سے تقویت حاصل ہوتی ہے اور وہ ان کی تقویت سے کم از کم حسن کا درجہ پالیتی ہیں، تو معلوم ہوا کہ اس کی وجہ یہی تھی کہ نبی جس مقام ... ہوتا ہے اسی میں اس کو دفن کیا جاتا ہے، لہٰذا آپ ﷺ کو حجرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں دفن کرنے کی یہی وجہ تھی۔

نبی اکرم ﷺ کے کئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والی مسئولہ روایت کو بیان کیا ہے لیکن سوائے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اور کسی نے ... کا اظہار نہیں کیا کہ آپ ﷺ کو حجرہ میں دفن کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس کو عبادت گاہ نہ بنالیا جائے۔

حضرت ابوبکر ص ... صحیح اس کے علاوہ بھی ثابت ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سالم بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

عن سالم بن ... من أصحاب الصفة، قال: دخل أبو بكر على رسول الله ﷺ حين مات، ثم خرج فقيل له: توفي ... ﷺ، فقال: نعم ... انه كما قيل و يصلي عليه! و كيف يصلي عليه؟

حضرت سالم بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ اصحاب صفہ میں سے تھے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد (حجرہ عائشہ صدیقہ) میں داخل ہوئے پھر باہر آئے تو اُن سے کہا گیا رسول اللہ ﷺ فوت ہو

---

(1) (الجامع الصغير ٩٣٢٣ (٩٣٢٣) بتحقيق الالباني.

قال : تجيئون عصبا ، عصبا فتصلون فعلموا أنه كما قال : قالوا : هل يدفن و أين ؟ فقال :حيث قبض الله روحه ، فانه لم يقبض روحه إلا في مكان طيب . فعلموا أنه كما قال .(1)

گئے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہاں، پس سب کو علم ہو گیا کہ ایسے ہی ہے، کہا گیا، اور آپ ﷺ پر نماز پڑھیں اور کیسے ہم آپ ﷺ پر نماز جنازہ پڑھیں گے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم گروہ در گروہ آ کر نماز پڑھو گے، پس ان کو معلوم ہو گیا جیسا کہ آپ نے کہا۔ انہوں نے کہا کہ کیا آپ ﷺ کو دفن کیا جائے گا؟ اور کہاں؟ پس آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جہاں آپ ﷺ کی روح قبض ہوئی ہے، پس آپ ﷺ کی روح نہیں قبض کی گئی مگر پاکیزہ مکان میں، پس ان کو علم ہو گیا جو آپ نے کہا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"إسناده صحيح لكنه موقوف .والذي قبله أصرح في المقصود .(2)

(1)أخرجه البيهقي في الدلائل ٧/ ٢٥٩ ،وفي السنن الكبرى ٥/ ٣٣٨(٧٠٠٦)كتاب الجنائز باب الجماعة يصلون على الجنازة أفذاذا، والنسائي في السنن الكبرى ٦/ ٣٩٥ . ٣٩٦ (٧٠٨١)كيف صلي على رسول الله ﷺ و٣٩٨ (٧٠٨٤) ،باب أين حفر له ﷺ والترمذي في الشمائل المحمدية ٣٣٨(٣٩٦)،وعبد بن حميد في مسنده ١٤٢ (٣٦٥) ،والطبراني في الكبير ٧/ ٥٦(٦٣٦٧) ،و ابن أبي عاصم في الأحاد و المثاني ٣/ ١٢. ١٣. ١٣ (١٢٩٩) في ترجمة سالم بن عبيد رضى الله عنه)

(2) فتح الباري شرح صحيح بخاري ٢/ ٦٩٧،كتاب الصلاة ،باب كراهية الصلاة في المقابر)

امام بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''وھذا الاسناد صحیح ولکنہ موقوف وحدیث ابن ماجہ اکثر تصریحا فی المقصود''۔ (1)

غیر مقلدین کے شیخ ناصرالدین البانی نے بھی امام ترمذی کی ''شمائل'' کی تحقیق میں اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے(2)

وفي رواية : قالوا يا صاحب رسول اللّٰه ﷺ فاين تدفنه ، قال : ادفنوه في البقعة التي قبضه الله فيها ، لم يقبضه إلا في أحب البقاع إليه .(3)

اور ایک روایت میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا: اے رسول اللہ ﷺ کے صاحب! تم کہاں آپ ﷺ کو دفن کرو گے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کو وہاں دفن کرو جہاں اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو قبض کیا ہے، آپ ﷺ کی روح نہیں قبض کی گئی مگر اس جگہ جو (اللہ تعالیٰ کو) سب سے زیادہ محبوب تھی۔

اور بھی کئی آثار موجود ہیں لیکن ہم انہیں پر اکتفاء کرتے ہوئے اس کو ختم کرتے ہیں مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اصل وجہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی جہاں وفات پاتے ہیں اسی جگہ دفن کیے جاتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ کے دفن کے لئے اللہ تعالیٰ کو یہی جگہ پسند تھی۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول پر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو ترجیح بھی حاصل ہوگی جس سے اہلِ علم ناواقف نہیں ہیں واللہ اعلم۔

---

(1)(عمدة القاري شرح البخاري ۲۷۷/۳ كتاب الصلاة ،باب كراهية الصلاة في المقابر)

(2)(مختصر الشمائل المحمدية ۲۰۰ (۳۳۳)، اختصره و حققه ناصر الدين الالباني)

(3)(سنن الكبرى للبيهقي ۲۵۴/۵ (۲۷۵۵) كتاب الجنائز ،باب من يكون أولى بغسل الميت)

ایک اور شبہ اور اس کا ازالہ

نبی اکرم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے کہ:

نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا ۔ یعنی میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا، پس اب زیارت کیا کرو۔

اس حدیث مبارکہ کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ قبروں کی زیارت سے منع کرنے کی وجہ یہ تھی کہ ابتدائے اسلام میں زمانہ جاہلیت قریب تھا جس میں لوگ بتوں کے پجاری تھے، تو خدشہ یہ تھا کہ کہیں یہ لوگ قبروں پر جا کر قبر والوں کی پوجا شروع نہ کر دیں، لہذا اس خدشہ کے پیش نظر قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا گیا۔

پس جب بھی وہ خدشہ پیدا ہوگا تو ممانعت کا جواز ثابت ہو جائے گا، اس لئے آج کل کے دور میں بھی جہالت عام ہو چکی ہے، لوگ قبروں اور قبر والوں کی تعظیم میں اتنے آگے گزر چکے ہیں کہ قبروں کو سجدے کرتے ہیں اور قبر والوں کو معبود بنا لیا گیا ہے، لہذا اس دور میں بھی قبروں پر زیارتِ قبور کے لئے جانے والوں کو منع کرنا چاہئے کیونکہ ان سے بھی شرک شروع ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ: یہ قول میرے علم کے مطابق مہلب کا ہے جس کو ابن بطال نے شرح صحیح بخاری میں ذکر کیا ہے اور اس کے بعد بعض نے ان سے نقل کیا ہے۔

قال المهلب : ومعنى النهي عن زيارة القبور ،إنما كان في أول الإسلام عند قربهم بعبادة الأوثان ، واتخاذ القبور مساجد ،والله أعلم ، فلما استحكم الإسلام ،وقوى في قلوب الناس ، وأمنت عبادة القبور والصلاة إليها ، نسخ النهي عن زيارتها ، لأنها تذكر الآخرة وتزهد في الدنيا. (1)

---

(1) (شرح ابن بطال على صحيح البخاري ۳/۲۷۳ في الجنائز)

اولاً:

یہ مہلب بن ابوصفرہ کون ہے اس بارے میں مجھے اپنے وسائل کی حد تک کوئی علم نہیں ہو سکا،

ثانیاً:

اگر کوئی یہ کہے کہ یہ مہلب بن ابوصفرہ وہ ہے جس کا ترجمہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریب اور تھذیب اور مزی نے تھذیب الکمال اور دوسروں نے اپنی اپنی کتب میں ذکر کیا ہے، تو عرض یہ ہے کہ یہ وہ مہلب نہیں ہے بلکہ یہ کوئی اور ہے کیونکہ وہ مہلب تو تابعی ہے اور ابن بطال کے اور اس کے درمیان صدیوں کا فرق ہے اور ابن بطال نے کوئی سند بیان نہیں کی بلکہ ابن بطال کی شرح صحیح بخاری کی پہلی حدیث کے تحت بیان کردہ بات بھی اس کا رد کرتی ہے کہ یہ مہلب بن ابوصفرہ وہ نہیں کیونکہ امام ابن بطال شروع میں کہتے ہیں۔

قال لي : أبو القاسم المهلب بن أبي صفرة.

ثالثاً:

اگر بالفرض محال اس قول کو تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی اس کی آڑ میں زیارت قبور سے منع نہیں کیا جا سکتا بلکہ ان افعال کو منع کریں گے جو کہ خلاف شرع ہیں۔ اگر اس بات کو باعث بنا کر زیارت قبور سے روکا جائے گا تو پھر ایک دو نہیں بلکہ کئی ایسے مسائل ہیں جن میں غیر شرعی افعال رونما ہو رہے ہیں تو کیا اُن غیر شرعی افعال کی وجہ سے مطلوبِ شرع باتوں سے ہی روک دیا جائے گا؟ نہیں، ایسا کسی صورت میں بھی جائز نہیں بلکہ اُن غیر شرعی افعال کو روکا جائے گا۔

اس کی مزید تائید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے بھی ہوتی ہے جو آپ نے اپنی صحیح میں بیان کی ہے۔

ملاحظہ فرمائیں:

عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال مر النبي ﷺ بامرأة تبكي عند قبر فقال اتقي الله واصبري قالت إليك عني فإنك لم تصب بمصيبتي ولم تعرفه فقيل لها إنه النبي ﷺ فأتت باب النبي ﷺ فلم تجد عنده بوابين فقالت لم أعرفك فقال إنما الصبر عند الصدمة الأولى. (1)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک عورت کے قریب سے گزرے جو قبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ سے ڈرو اور صبر کرو۔ اس عورت نے کہا: اے جی تم کیا جانو! کہ مجھ پر کیسی مصیبت ٹوٹی ہے۔ جب اس سے کہا گیا کہ وہ تو نبی اکرم ﷺ تھے تو وہ نبی اکرم ﷺ کے در اقدس پر حاضر ہوئی اور اس پر کوئی دربان نہ پایا تو عرض کرنے لگی: میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صبر صدمہ کے شروع میں ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے عورت کو قبر کے پاس غیر شرعی حرکت کرتے دیکھا تو آقا کریم ﷺ نے اس کو زیارت قبور سے منع نہیں کیا کہ خبردار قبروں کی زیارت نہ کرنا بلکہ اس غیر شرعی حرکت پر

---

(1) أخرجه البخاري في الصحيح ١/١٧١، في الجنائز باب زيارة القبور، لفظه و ١/١٦٧، في الجنائز، و(٦٧٣٥) في الأحكام، ومسلم في الصحيح ٢/٦٣٦(٢١٣٦، ٢١٣٧) في الجنائز، باب في الصبر على المصيبة عند أول الصدمة، وأبو داود في السنن ٣٨٨(٣١٢٤) في الجنائز، والنسائي في السنن الكبرى في كتاب عمل اليوم والليلة ٣/١٧٠٥ (١٠٨٣٠)، وأحمد في مسنده ٣/١٤٣، وأبو يعلى في مسنده ٢/٢٢٣(٣٥٠٣) والبيهقي في السنن الكبرى ٤/٦٥).

تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "فقال اتقی اللہ واصبری،، یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈر اور صبر کر، اگر کسی غیر شرعی فعل کے رونما ہونے کی وجہ سے کسی مطلوب شرع کام سے روکنا درست ہوتا تو آقا کریم ﷺ اُس عورت کو زیارت قبور سے منع کرتے، لیکن آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا لیکن آج کے دور کے کچھ بزعم خویش محققین قبرستان میں ہونے والے غیر شرعی افعال کی وجہ سے مسلمانوں کو ایک مطلوب شرع فعل سے منع کر کے نہ جانے کیا دین کی خدمت سرانجام دینے کی کوششوں میں مصروف ہیں، ان کا ایسا کرنا خدمت دین نہیں بلکہ دین میں رخنہ اندازی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی سنت تو یہ ہے کہ غیر شرعی افعال کو روکا جائے لیکن یہ لوگ ہیں کہ مطلوب شرعی ہی کو منع کرتے ہیں۔

اب ہم اس حدیث مبارکہ کی طرف آتے ہیں، اس حدیث مبارکہ کو کئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بیان کیا ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ:

قال رسول اللہ ﷺ نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها ونهيتكم عن لحوم الأضاحي فوق ثلاث فامسكوا ما بدا لكم ونهيتكم عن النبيذ إلا في سقاء فاشربوا في الأسقية كلها ولا تشربوا مسكرا .(1)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا پس اب تم ان کی زیارت کیا کرو اور میں نے تمہیں قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ رکھنے سے منع کیا تھا اب تم اس کو رکھ سکتے ہو میں نے تمہیں مشکیزوں کے علاوہ اور چیزوں

(1)(اخرجه مسلم في الصحيح ٣٣٦/٢(٢٢٥٧) في الجنائز و٩٣٣(٥٠٨٦) = =

میں نبیذ پینے سے منع کیا تھا اب تم سب قسم کے

برتنوں میں نبیذ پی سکتے ہو اور نشہ آور چیز نہ پینا

اس حدیث مبارکہ میں بیان کئے جانے والے مسائل ان مسائل میں سے ہیں جن کا تعلق ناسخ ومنسوخ کے ساتھ ہے جیسا کہ الفاظ حدیث سے یہ بات واضح ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ابتدائے اسلام میں کئی ایسی باتوں کی اجازت تھی جن کو بعد میں منع کر دیا گیا اور کئی ایسے مسائل تھے کہ جو ابتدائے اسلام میں منع تھے لیکن بعد میں ان سے رخصت دے دی گئی، زیارت قبور کا مسئلہ بھی انہی مسائل میں سے ایک ہے کہ جس کی ابتدائے اسلام میں مُمانعت تھی لیکن بعد میں اس کی اجازت دے دی گئی، لیکن یہ کہنا قطعی نہیں ہے کہ اس کی ممانعت کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں کے دلوں میں اسلام ابھی راسخ نہیں ہوا تھا اس لئے خدشہ تھا کہ زیارتِ قبور کی وجہ سے لوگ بت پرستی میں نہ ڈوب جائیں۔

اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اسلام کا ابتدائی دور تو مکہ مکرمہ کی سرزمین میں تھا اور احادیث وتاریخ اس بات سے خالی ہیں کہ مکہ مکرمہ میں کوئی قبروں کی تعظیم کرتا ہو یا کوئی کسی قبر والے کو سجدہ کرتا ہو، میرے علم میں ایسی کوئی ایک صحیح روایت بھی نہیں آئی جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہو بلکہ ان لوگوں کا عقیدہ تو مرنے کے بعد یہ تھا کہ انسان مٹی میں جا کر مٹی ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلاً وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ قُلْ يُحْيِيْهَا — اور ہمارے لئے کہاوت کہتا ہے اور اپنی پیدائش بھول گیا، بولا ایسا کون ہے کہ ہڈیوں

= في الأضاحي، والنسائي في السنن ٣٠٥(٢٠٣٤) في الجنائز، و٧٩٧(٥٦٥٤) في الأشربة وأبو داود في السنن ٥٢٨(٣٦٩٨) في الأشربة، وأحمد في مسنده ٣٥٠/٥ وابن حبان في الصحيح ٢١٣/١٢ (٥٣٩١) و ٢٢٢ (٥٤٠٠) وغيرهم.

الَّذِیْ اَنْشَاَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّهُوَ بِکُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ ﴾(۱)

کوزندہ کرے جب وہ بالکل گل گئیں۔ تم فرماؤانہیں وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بارانہیں بنایااوراسے ہر پیدائش کاعلم ہے۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ:

جاء العاص بن وائل إلى رسول اللّٰه ﷺ بعظم حائل ففته فقال : يامحمد أيبعث اللّٰه هذا بعد ما أرم ؟ قال نعم يبعث اللّٰه هذا يميتك ثم يحييك ، ثم يدخلك نار جهنم ، قال فنزلت الآيات ﴿أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ﴾ [يس:۷۷] إلى آخر السورة . (۱)

یعنی عاص بن وائل رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ایک بوسیدہ ہڈی لے کرآیا پس اس نے اس کے ٹکڑے کئے تو کہا: اے محمد ﷺ! کیا اللہ اس کو دوبارہ زندہ کرے گا جب کہ یہ بوسیدہ ہوچکی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ ہاں، اللہ تعالیٰ اس کودوبارہ زندہ کرے گا، وہ تمہیں موت دے گا۔ پھرزندہ کرے گا پھرتم کوجہنم میں داخل کرے گا۔فرمایا: اس پر یہ آیات نازل ہوئیں ''کیاانسان نہیں جانتا کہ ہم نے اس کونطفہ سے پیدا کیا، پس اب وہ (ہمارا) کھلا دشمن بن بیٹھا ہے،، سورت کے آخرتک۔

(۱)[سورة يس :۷۸۔۷۹]

(۱)أخرجه الحاكم في المستدرك ۳/۳۷(۳۶۵۷) في كتاب التفسير ،وابن أبي حاتم في تفسيره ۱۰/۳۲۰۳سورة يس ۸۰، وفتح القدير للشوكاني ۴/۵۰۲سورة يس آيت ۸۳ وعزاه إلى ابن جرير وابن المنذر وابن أبي حاتم والحاكم و ابن مردويه ===

امام حاکم نے اس روایت کے بارے میں کہا کہ:

"ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ .

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تلخیص میں ان کی موافقت کی ہے:

"علی شرط البخاری و مسلم .

اللہ تعالی کے فرمان اور عاص بن وائل کی گفتگو سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ وہ تو عقیدہ ہی یہ رکھتے تھے کہ انسان مر کر مٹی ہو جاتا ہے تو پھر ان کے دلوں میں قبروں کی تعظیم اور قبروں والوں کی عزت کا سوال کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔لہذا جس چیز کے بارے میں کوئی آثار ہی نہیں پائے جاتے تھے اس کی وجہ سے منع کرنا یہ بعید از قیاس بات ہے۔

پھر یہ ممانعت مدینہ منورہ میں بھی کافی عرصہ تک برقرار رہی تو لازم ہے کہ کوئی ایسی وجہ تھی جو مکہ اور مدینہ والوں میں مشترک تھی کہ جس کی وجہ سے مدینہ منورہ میں بھی ابتداءً ممانعت کو برقرار رکھا گیا اور بعد میں اس کی رخصت دی گئی۔

تو جب ہم غور وفکر کرتے ہیں تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے رہنے والوں میں اس معاملہ میں جو ایک رواج مشترک تھا وہ یہ تھا کہ جب ان میں سے کسی کا کوئی قریبی مرجاتا تو وہ آہ وفغاں کرتے اور اس پر نوحہ کناں ہوتے۔

جیسا کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ:

لما نزلت ھذہ الآیۃ ﴿یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا (الی) وَلَا — یعنی جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ" عورتیں آپ سے اس بات پر بیعت کریں کہ

= والبیھقی فی البعث والضیاء فی المختارۃ عن ابن عباس، والسیوطی فی الدر المنثور ۷/۳سورۃ یس آیت ۷۷،وزاد عزاہ إلی الاسماعیلی .

﴿يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ﴾ قالت: كان منه النياحة قالت: فقلت: يا رسول الله ﷺ إلا آل فلان فانهم كانوا أسعدوني في الجاهلية فلا بدلي من ان أسعدهم فقال رسول الله ﷺ إلا آل فلان . (۱)

وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گی (الی) اور نہ ہی کسی نیک کام میں نافرمانی کریں گی،، فرماتی ہیں کہ ان میں یہ بھی تھی کہ نوحہ نہیں کریں گی ،فرماتی ہیں میں نے عرض کیا: اے اللہ عزوجل کے رسول ﷺ! میں سوائے فلاں قبیلہ کے نوحہ نہیں کروں گی کیونکہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں میرے ساتھ نوحہ کرنے میں تعاون کیا تھا، پس میرے لئے ضروری ہے کہ میں بھی ان کے ساتھ تعاون کروں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سوا اس قبیلہ کے۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جب کوئی مرجاتا تو اس کے قریبی اور ان کے ساتھ مراسم رکھنے والے اس پر نوحہ کناں ہوتے اور اس حالت میں وہ اس کے بارے میں بہت ہی غلط قسم کے الفاظ استعمال کرتے تھے۔

جیسا کہ حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ جس کے راوی حضرت سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں:

ان رسول الله ﷺ قال ما من ميت

یعنی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب

(۱) اخرجه مسلم في الصحيح (۹۳٦) في الجنائز، باب التشديد في النياحة، واحمد في مسنده ۸٥/٥، وابن حبان في الصحيح ۲۱۳/۷(۳۱٤٥) والنسائي في السنن الكبرى ٤۳۸/٦ (۱۱٥۸۷) و ابن أبي عاصم في الآحاد والمثاني ۱۱۳/٦(۳۳۳۳)

يموت فيقوم باكيه فيقول واجبلاه! واسيداه! أونحو ذلك إلا وكل به ملكان يلهزانه أهكذا كنت. (١)

کوئی مرنے والا مرجاتا ہے اور اس پر رونے والا کھڑا ہو کر کہتا ہے کہ اے میرے پہاڑ! اے میرے سردار! یا اسی قسم کے کوئی الفاظ کہتا ہے تو اس پر دو فرشتے مقرر کئے جاتے ہیں جو اس کے سینے میں مکے مارتے ہیں اور کہتے ہیں: کیا تو ایسا ہی تھا؟

یعنی وہ اس مرنے والے کے بارے میں ہر فضول قسم کے کلام کے ساتھ واویلا کرتے تھے اور پھر جب قبروں پر جاتے تو بھی نوحہ اور ایسی فضول باتیں کرتے جن کی وجہ سے زیارت قبور سے ابتداء میں منع کیا گیا تھا۔

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالی شان ہے:

عن بريدة أنه كان في مجلس فيه رسول الله ﷺ فقال إني كنت نهيتكم أن تاكلوا لحوم الأضاحي إلا ثلثا فكلوا وأطعموا وادخروا مابدالكم وذكرت لكم أن لا تنتبذوا في الظروف الدباء والمزفت والنقير والحنتم انبذوا فيما رأيتم واجتنبوا

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک ایسی مجلس میں تھا جس میں رسول اللہ ﷺ بھی تشریف فرما تھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہیں قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ دن کھانے سے منع کیا تھا اب کھاؤ کھلاؤ اور جتنا مناسب ہو جمع رکھو۔ اور میں نے تمہیں کھجور یا انگور کی

(١) أخرجه الترمذي في الجامع(١٠٠٣) في الجنائز، باب ماجاء في كراهية البكاء على الميت. وقال الترمذي: هذا حديث حسن غريب. وقال الألباني في الجامع الصغير وزيادته ١٠٤٣(١٠٤٢٧) حسن انظر حديث رقم ٥٧٨٨، في صحيح الجامع.

كل مسكر ونهيتكم عن زيارة القبور فمن أراد أن يزور فليزر ولا تقولوا هجرا. (۱)

شراب، چند برتنوں مرتبان، کھجور کی لکڑی کا برتن اور سبز روغنی برتن میں بنانے سے منع کیا تھا اب جس برتن میں چاہو نبیذ بناؤ لیکن ہر نشہ لانے والی چیز سے بچو، اور میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع فرمایا تھا اب جس کا دل چاہے زیارت کرے لیکن تم باطل کلام نہ کرنا۔

اس حدیث مبارکہ میں یہ بات اجازت کے ساتھ بیان کر دی گئی ہے کہ زیارت کرنے کی تو اجازت ہے لیکن وہاں کوئی باطل کلام نہ کرنا۔

جس خدشہ کے باعث دوسرے برتنوں سے منع کیا تھا جب ان کی اجازت دی جارہی ہے تو ساتھ وجہ ممانعت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا جارہا ہے کہ ہر نشہ آور چیز سے بچنا یعنی اس کی وجہ یہ تھی کہ کہیں یہ لوگ ان برتنوں کے استعمال میں دوبارہ شراب کی طرف مائل نہ ہو جائیں۔ تو جب قبروں کی زیارت کی اجازت دی جارہی ہے تو ساتھ بیان یہ کیا جارہا ہے کہ تم وہاں باطل کلام نہ کرنا یعنی اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ لوگ جب کوئی مرجاتا تو بے صبری کا مظاہرہ کرتے اور جب کوئی کسی کی قبر پر جاتا تو بے صبری کا مظاہرہ کرتا تو اس بے صبری کے بارے میں جب نبی اکرم ﷺ نے احکامات کی تفصیل اور قبروں کی زیارت کے بارے میں احکامات وآداب کو بیان کر دیا تو قبروں کی زیارت کی اجازت دے دی۔

لیکن اس وجہ کو ساتھ بیان کر دیا کہ وہاں وہ زمانہ جاہلیت والی باتیں نہ کرنا کہ قبر پر جا کر تم واویلا

(۱) (اخرجه النسائي في السنن (۲۰۳۳) في الجنائز باب زيارة القبور، وفي السنن الكبرى ۱/۶۵۳ (۲۱۶۰)، وقال الألباني في صحيح سنن النسائي: صحيح. وقال ايضا في الجامع الصغير وزيادته ۴۲۴ (۴۲۳۹).

کرو یا فضول قسم کی برائیاں بیان کرنے لگو یا نوحہ خوانی کرنے لگو، پس ہر لحاظ سے بے صبری کا مظاہرہ نہ کرنا لیکن قبروں کی زیارت کر سکتے ہو۔

ابتدائے اسلام میں زیارت قبور کی ممانعت کی یہی وجہ تھی کہ وہ لوگ گریبان پھاڑتے، بلند آواز سے روتے، چہروں کو نوچتے اور ہلاکت و بربادی کی دعائیں کرتے جس میں بے صبری کا انتہائی مظاہرہ کرتے تھے جس پر تاریخ شاہد ہے کہ جب ان میں سے کوئی مرتا تو اس کی میت پر وہ کیسے بے صبری کا مظاہرہ کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وکان معروفا للقدماء حتی قال طرفۃ بن العبد:

فـان مـت فـانـعـینـي بـمـا أنا أهلـه

وشـقـي علی الجیب یا ابنۃ معبد. (۱)

یعنی ان کے پہلوں میں یہ معروف تھا حتی کہ طرفہ بن عبد نے کہا (یہ عرب کا ایک مشہور شاعر تھا اور اس شعر میں وہ اپنی بھتیجی کو وصیت کر رہا ہے)

اے معبد کی بیٹی! جب میں مرجاؤں تو میری موت پر میری شایان شان میری موت کا اعلان کرنا اور میرے لئے اپنا گریبان چاک کر دینا۔

یہ باتیں ان میں ایک دو دن نہیں بلکہ مہینوں اور سالوں تک باقی رہتیں کہ وہ کئی کئی ماہ تک ایسی ہی

(۱)(فتح الباری شرح صحیح بخاری ۱۹۸/۳ في الجنائز باب قول النبي ﷺ یعذب المیت ببعض بکاء أهله علیه ...والنووي في شرح صحیح مسلم ۳۰۲/۱ في الجنائز درسي ،والقرطبي في تفسیره سورة الاسراء آیت ۱۵ ،و عون المعبود مع شرح ابن قیم ۲۷۹/۸ في الجنائز ، وعدة الصابرین لابن قیم الباب الثامن عشرة ۴۰ ،وتحفة الأحوذي ۷۲/۴ ،وعرف الشذی ۳۱۳/۲ في الجنائز)

حرکات کا ارتکاب کرتے رہتے یعنی مرنے والوں پر نوحہ کناں، اپنے چہرے نوچنا، اپنے بالوں کو منڈوا دینا وغیرہ وغیرہ، جیسا کہ ابن قیم الجوزیہ نے لکھا کہ:

اور لبید کا قول (یعنی جو اس نے وصیت کی اپنی دونوں بیٹیوں کو)

فقوما فقولا بالذی قدعلمتما
ولا تخمشا وجها ولا تحلقا شعر

وقولا هو المرء الذی لا صدیقه
اضاع ولا خان الامین ولا غدر

إلی الحول ثم السلام علیکما
ومن یبک حولا کاملا فقد اعتذر. (۱)

پس (میرے مرنے کے بعد) تم دونوں کھڑی ہو جانا اور میرے بارے میں جو تم جانتی ہو کہنا نہ اپنے چہروں کو نوچنا اور نہ سر کے بالوں کو منڈانا۔

اور دونوں کہنا کہ وہ (یعنی ہمارا باپ) وہ تھا جس نے اپنے دوست کو کبھی ضائع نہ ہونے دیا اور نہ کبھی کسی امین کی خیانت کی اور نہ کسی کے ساتھ بدعہدی کی۔

گریہ زاری کا یہ سلسلہ تم ایک سال تک جاری رکھنا پھر تم پر سلامتی ہو اور جو مرنے والے پر پورا سال روئے پھر اگر وہ رونا چھوڑ دے تو اسے معذور سمجھا جائے گا۔

یہی وجہ تھی جس کے باعث ابتداءِ اسلام میں زیارت قبور سے منع کیا گیا تھا بعد میں جب مسلمانوں میں صبر و تحمل کا نبی اکرم ﷺ نے مظاہرہ فرمالیا اور وہ دور بھی کچھ بعید ہو گیا تو اس کی اجازت دے دی گئی واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) عدة الصابرین ۴۰، و معجم البلدان للحموی جزء ۲/۲۸۷ حرف عاقل)

تقریظ

مناظر اہل سنت، محقق العصر، فاضل جلیل

حضرت علامہ غلام مصطفیٰ نوری صاحب مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

وعلیٰ الک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

حامدًا و مصلیًا!

فاضل جلیل، عالم نبیل، مناظرِ اہل سنت، محقق العصر، علامہ مولانا ڈاکٹر قاری محمد ارشد مسعود اشرف صاحب زید مجدہ الکریم کی کتاب لا جواب پڑھی ہے۔

الحمد للہ! کتاب کیا ہے، دلائل قاہرہ کا انبار، نجدیوں کیلئے روشن تیز تلوار، تحقیق کی بلندیوں پر سوار ہو کر صحیح منزل مقصود کو واضح کیا گیا ہے، یہ کتاب اپنی حیثیت میں منفرد اور بے مثال کتاب ہے، حضرت علامہ موصوف نے نجدیوں، وہابیوں کے اعتراضات کے محققانہ جوابات دیکر واضح کر دیا کہ نجدی مُلاں لوگوں کو صرف دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں اور صحیح عقیدہ اہل سنت و جماعت کا ہے۔

موصوف نے مضبوط حوالہ جات، اعتراضات کے جوابات، اہل سنت کے دلائل کی مضبوطی کے ساتھ ساتھ اسماء الرجال پر بھی بڑا تحقیقانہ کام کیا ہے۔

اس موضوع پر مکمل کتاب اس سے پہلے اس بندہ ناچیز کی نظر سے نہیں گزری، اگر چہ جزوی طور پر علماء اہل سنت نے باطل کے رد میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

مذکورہ کتاب پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ موصوف اسماء الرجال میں مہارت تامہ رکھتے ہیں، آپ نے یہ کتاب لکھ کر اہل سنت پر احسان کیا ہے، اور اللہ عزوجل وحدہ لاشریک کے مقربین محبوبین کی خدمت کی ہے۔

اللہ عزوجل اس کتاب کو درجہ قبولیت عامہ وخاصہ عطا فرمائے اور اس کے مؤلف کو دارین میں احسن جزاء عطا فرمائے۔

آمین وصلى الله على حبيبه سيدنا محمد وآله وسلم.

حرره: أحقر العباد العبد المذنب :

غلام مصطفیٰ نوری قادری عفی عنہ

خطیب جامع شرقیہ رضویہ، بیرون غلہ منڈی، ساہیوال۔

10.8.2008

تقریظ

مناظر اہل سنت، محقق العصر، فاضل جلیل، عالم نبیل حضرت علامہ مولانا پروفیسر مفتی

محمد انوار حنفی صاحب مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم۔

اما بعد :

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرما کر ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ﴾ کا تاج اس کے سر پر سجایا اور اس کی ہدایت کیلئے انبیاء کرام کو بھیجا لیکن دوسری طرف ایسی شیطانی قوتیں بھی ظہور میں آگئیں جنہوں نے اس ہدایت کی نورانیت کو ظلمت میں بدلنے کی کاوش جلیلہ کی، لیکن حق غالب آیا اور ہر دور میں غالب ہی رہا، اور قیامت تک غالب ہی رہے گا، حق و باطل کی یہ کشمکش کبھی تو میدانِ کارزار میں ہوتی ہے اور کبھی علمی اور فکری محاذوں پر اہل حق نے ہر میدان میں باطل قوتوں کا مقابلہ کیا ہے اور کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

دین اسلام جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود خداوند قدوس نے لی ہے اور اس کی حفاظت خواہ نظری و فکری اعتبار سے ہو یا عملی اور فعلی اعتبار سے ہو کے لئے ایسے مردان خدا پیدا فرما دیئے جو کہ صبح و شام، رات اور دن یہی اپنا فریضہ انجام دے رہے ہیں ان مردانِ خدا میں ایک محدث کبیر، محقق عظیم، حضرت علامہ مفتی محمد عباس رضوی مدظلہ العالی کے شاگرد رشید، محدث وقت، علم جرح و تعدیل کے عظیم سکالر، علم حدیث اور اصول حدیث کے مایہ ناز ماہر، حضرت علامہ قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی صاحب مدظلہ العالی اطال اللہ عمرہ کی ذات ستودہ صفات ہے۔

آپ جس جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اس موضوع پر ایسی ایسی نئی تحقیقات، نئے حوالہ جات، نئی کتابوں کے ماخذ، تخریج کا اس قدر سنہری کام جو شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتا ہے، آپ تحقیق کا حق ادا کر دیتے ہیں۔

میرا یہ کہنا بے جا نہیں ہے کہ آپکی کتب کے مطالعہ سے ہر ایک کو اس حقیقت کا اعتراف کرنا ہوگا۔

آپ کی حالیہ تحقیقی تحریر تعظیم اور عبادت کے درمیان فرق پر معرض وجود میں آتی ہے آپ کی یہ کتاب تحقیق کی دنیا میں ایک نیا باب ہے اس کتاب میں آپ نے بدعقیدہ حضرات کے اس نظریہ کی علمی اور تحقیقی لحاظ سے دھجیاں بکھیر کر رکھ دی ہیں کہ ''بت پرستی کا آغاز تعظیم سے شروع ہوا ہے''۔ آپ نے اس سلسلہ میں بدعقیدہ وہابی، دیوبندی حضرات کے مزعومہ قرآن وحدیث سے دلائل کا رد نہایت بلیغ و شستہ، مدلل اور شیریں زبان میں کیا ہے۔

یہ کتاب کیا ہے؟

یہ تو پی ایچ ڈی کی سطح کا ایک عظیم مقالہ ہے جو شخص بھی اس عظیم تحقیقی مقالہ کو انصاف کی نظر سے پڑھے گا مجھے یقین کامل ہے کہ اس کو اس موضوع پر کسی اور کتاب کو پڑھنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی، لیکن شرط بنظر انصاف پڑھنا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ بے شک اللہ تعالی بے انصاف قوم کو ہدایت نہیں دیتا

الغرض: محدث العصر، محقق العصر، حضرت علامہ قاری محمد ارشد مسعود کی اس تصنیف کو اللہ تعالی اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر قبول عام فرمائے اور اہل سنت وجماعت کے علمی اور فکری محاذوں پر زیادہ سے زیادہ مستعدی سے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

خادم العلم والعلماء: پروفیسر مفتی محمد انوار حنفی

دار العلوم جامعہ حنفیہ رضویہ نزد جامع مسجد نہر والی کوٹ راد ہا کشن ضلع قصور۔ 15.10.2009

فہرست آیات

فہرست آیات

فہرست آیات

فہرست احادیث وآثار

فہرست احادیث وآثار

حدیث و آثار	صفحہ
ما سمعت عمر لشئٍ قط یقول إني لأظنه کذا..........	184
وسئل عن الطواغیت التي کانوا یتحاکمون إلیها..........	187.188
وکان أول من دعا إلی عبادتها	191
الأنبیاء أحیاء في قبورهم یصلون..........	216
إن اللّٰه حرم علی الأرض أن تأکل أجساد الأنبیاء..........	219
إن أولئک إذا کان فیهم الرجل الصالح فمات..........	228
ألا وإن من کان قبلکم ، کانوا یتخذون قبور أنبیائهم	228
لما نزل برسول اللّٰه ﷺ ، طفق یطرح خمیصة له علی وجهه....	229
لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا إلیها..........	230
لا تصلوا إلی قبر ولا تصلوا علی قبر..........	230
أن النبي ﷺ نهی عن الصلوة إلی القبور..........	231
نهی النبي ﷺ عن ثمن الکلب وثمن الدم..........	232
إن أشد الناس عذابا عند اللّٰه یوم القیمة المصوررون..........	232
أمیطي عني فانه لا تزال تصاویره تعرض لي في صلاتي	233
إنا لا ندخل کنائسکم من أجل التماثیل..........	233
إن البیت الذي فیه الصور..........	234
کان ابن عباس یصلي في البیعة..........	234
لعن اللّٰه السارق..........	235
لعن اللّٰه الواصلة والمستوصلة..........	235

فہرست احادیث وآثار

فہرست احادیث وآثار

حدیث و آثار	صفحہ

فہرست مضامین

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
اور
مسلکِ اہلسنت
از قلم
ابوالحقائق حضرت مولانا غلام مرتضیٰ ساقی مجددی
DAR UL QALAM
دارالقلم اسلامک سنٹر پاکستان
055-6409777
0300-6522335

ہشت مسئلہ
از افادات
محمد عباس رضوی
ترتیب وتدوین واضافہ
قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی
DAR-UL-QALAM
دار القلم اسلامک سنٹر پاکستان
055-6409777
0300-6522335

صحیح بخاری شریف
ریاض الصالحین
سنن دارمی
الموطا
امام مالک
تحفہ باقیہ
مسند
الامام الشافعی
مسند
الامام زید
معارف درود وسلام
شرح القدوری
شبیر برادرز
دار العلم اسلامک سنٹر پاکستان
055-6409777